



ہم حدیث کا درجہ کیسے پہچانیں؟

تالیف

محمد ادریس محمد یوسف گونیا گودھروی

نظر ثانی

حضرت شیخ محمد طلحہ منیار سورتی حفظہ اللہ تعالیٰ
(شاگرد رشید علامہ شیخ عبدالفتاح ابو نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ)

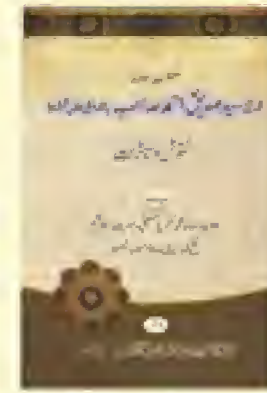
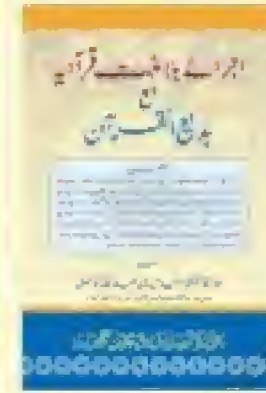
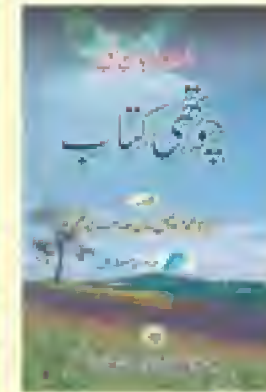
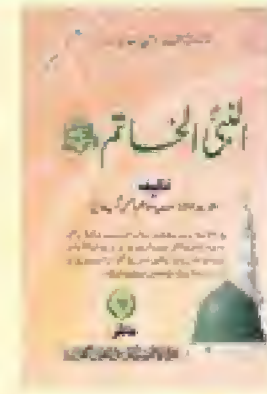
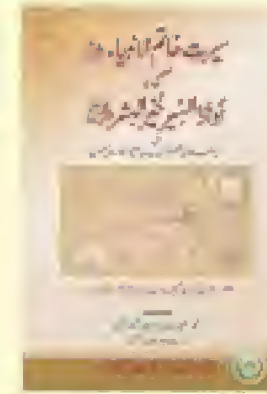
إِدَارَةُ الصِّدْقِ، دَبْهَلِ، دِسْٹرِکْٹِ نَاصَرِی، گُجراتِ



ہم حدیث کا درجہ کیسے پہچانیں؟

تالیف

محمد ادریس محمد یوسف گونیا گودھروی



IDARATUSSIDDEEQ

DABHEL, DIST. NAVSARI GUJARAT, INDIA

CELL. +919913319190, 9904886188

ہم حدیث کا درجہ کیسے پہچانیں؟

تالیف: (مولانا) محمد ادریس بن محمد یوسف گونیا (گودھروی)

﴿نظر ثانی﴾

حضرت شیخ طلحہ بن بلال منیار سورتی حفظہ اللہ
(شاگرد رشید علامہ شیخ عبدالکلیح ابو فہدہ رحمہ اللہ)

﴿ناشر﴾

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	ہم حدیث کا درجہ کیسے پہچانیں؟
تالیف	:	(مولانا) محمد ادریس بن محمد یوسف گونیا گودھری
کمپوزنگ	:	فاکی کمپیوٹر، گودھرا۔ M:09924569399
سن اشاعت	:	۲۰۱۷ء و ۱۴۳۹ھ

مؤلف کا پتہ

Mo.Idrees Mo.Yusuf Gunlya
Nr. Muhammadi Masjid, Dhantiya Plot,
Vejalpur Road, GODHRA. 389001
Dist. : Panchmahal. Gujarat. India
Mo. No. +91-7698364621

کتاب لئے کا پتہ

انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو

- ☆ محدث گمیر حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب غانپوری دامت برکاتہم العالیہ
- ☆ جامعہ رحمانیہ دارالعلوم وناپور گو وھرا کے اساتذہ کرام
- ☆ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے اساتذہ کرام
- ☆ جامعہ مظاہر علوم کے شعبہ تخصص فی الحدیث کے اساتذہ کرام
- ☆ جامعہ کنز العلوم جمالیہ پورا احمد آباد

----- اور -----

☆ معزز و محترم والدین ماجدین

کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

فہرست

☆	دیباچہ برائے طبع دوم	۱۵
☆	تاثرات: حضرت مفتی سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ العالی	۱۶
☆	تاثرات: حضرت مفتی روح الامین صاحب مدظلہ العالی	۱۷
☆	مکتوب گرامی: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب غانپوری مدظلہ العالی	۱۸
☆	رائے گرامی: حضرت اقدس مفتی ابراہیم آچھودی دامت برکاتہم	۱۹
☆	کلمات: فضیلۃ الشیخ محمد طلحہ بن بلال احمد نیا سورتی حفظہ اللہ	۲۰
☆	تقریظ حضرت مولانا احمد حسین مظاہری دامت برکاتہم	۲۳
☆	عرض حال	۲۵
۱	باب اول: خراج الحدیث کے چھ طریقے	۲۹
۳	۱۔ مجمع المفہرس کا تعارف	۳۰
۴	حقنہ الاشراف بمعرفۃ الاطراف کا تعارف	۳۵
۵	مفتاح کنوز السنۃ کا تعارف	۴۶
۶	موسوعة اطراف الحدیث کا تعارف	۴۸
۷	آلات جدیدہ کے ذریعے خراج	۴۹
۸	خراج شدہ مواد کی تشکیل	۵۰
۹	کتاب حدیث کی تین قسمیں	۵۳
۱۰	کتاب اصلیہ	۵۳
۱۱	کتاب شعبہ اصلیہ	۵۴
۱۲	کتاب غیر اصلیہ	۵۵

۵۵	کتاب اقسام ظلوہ کی طرف حدیث کو منسوب کرنے کے مینے	۱۳
۵۶	باب دوم : علم جرح و تعدیل	۱۴
۵۶	جرح	۱۵
۵۶	اصطلاحی تعریف	۱۶
۵۶	تعدیل	۱۷
۵۶	اصطلاحی تعریف	۱۸
۵۶	علم جرح و تعدیل	۱۹
۵۷	جرح و تعدیل کا شرعی حکم	۲۰
۶۲	کچھ ائمہ جرح و تعدیل کے بارے میں	۲۱
۶۳	ائمہ جرح و تعدیل کا اظہار حق	۲۲
۶۴	عہدین کا وجدانی ملکہ	۲۳
۶۶	ائمہ جرح و تعدیل کے بارے میں معلومات کی جگہیں	۲۴
۶۶	مشہور ائمہ جرح و تعدیل	۲۵
۶۸	قواعد جرح و تعدیل (۱ تا ۳۵)	۲۶
۶۸	جرح و تعدیل میں اسباب کا ذکر کرنا	۲۷
۷۰	جرح و تعدیل میں تعارض	۲۸
۷۳	تعارض کی صورت میں عمل کی نوعیت	۲۹
۱۰۳	جرح و تعدیل کے لئے مستعمل الفاظ کے معانی	۳۰
۱۰۴	تعدیل پر دلالت کرنے والے عام الفاظ	۳۱
۱۰۶	جرح پر دلالت کرنے والے عام الفاظ	۳۲
۱۱۶	مخصوص اصطلاحات	۳۳

۱۱۷	امام بخاری کی خاص اصطلاحات	۳۴
۱۱۹	امام یحییٰ بن معین کی خاص اصطلاحات	۳۵
۱۲۱	امام احمد بن حنبل کی خاص اصطلاحات	۳۶
۱۲۱	امام ابو حاتم رازی کی خاص اصطلاحات	۳۷
۱۲۱	ابن ابی حاتم رازی کی خاص اصطلاحات	۳۸
۱۲۲	دیگر ائمہ کی خاص اصطلاحات	۳۹
۱۲۳	تادرکلمات	۴۰
۱۲۸	حرکات	۴۱
۱۲۹	مراتب جرح و تعدیل	۴۲
۱۳۰	مراتب تعدیل اور ان کے کلمات	۴۳
۱۳۲	اصحاب مراتب تعدیل کا حکم	۴۴
۱۳۲	مراتب جرح اور ان کے کلمات	۴۵
۱۳۳	اصحاب مراتب جرح کا حکم	۴۶
۱۳۳	نقد	۴۷
۱۳۴	باب سوم : علم اسما و الرجال	۴۸
۱۳۵	تاریخ تدوین کتب جرح و تعدیل	۴۹
۱۳۷	کتب جرح و تعدیل کے تالیفی مراحل اور کیفیت	۵۰
۱۳۹	اقسام کتب جرح و تعدیل	۵۱
۱۳۹	کتب عامہ	۵۲
۱۳۹	کتب خاصہ	۵۳
۱۳۹	اہم کتابیں	۵۴

١٣٩	الطبقات الكبرى	٥٥
١٣١	التاريخ الكبير	٥٦
١٣٤	المخرج والحدود	٥٤
١٥٣	الضعفاء الكبير	٥٨
١٥٥	المجروحون من المحدثين والضعفاء المحترمين	٥٩
١٥٨	الكامل في ضعف الرجال	٦٠
١٦١	معرفة النقات	٦١
١٦٣	النقات	٦٢
١٦٤	تهذيب الكمال في أسماء الرجال	٦٣
١٤٥	الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة	٦٣
١٤٦	ذيل الكاشف	٦٥
١٤٦	تهذيب التهذيب	٦٦
١٨٠	تقريب التهذيب	٦٤
١٨٩	خلاصة تذييل التهذيب	٦٨
١٩٠	الحد كرقه رجال الحشر	٦٩
١٩١	تجليل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة	٤٠
١٩٣	معاني الأخبار في رجال معاني الآثار	٤١
١٩٣	كشف الاستار عن رجال معاني الآثار	٤٢
١٩٣	تراجم الأئمة من شرح معاني الآثار	٤٣
١٩٣	ميزان الاحتمال	٤٣
١٩٤	لسان الميزان	٤٥

۲۰۰	کتاب نکات	۷۶
۲۰۰	کتاب ضعف	۷۷
۲۰۱	کتاب بدسین	۷۸
۲۰۲	کتاب مختصر	۷۹
۲۰۲	کتاب مراحل	۸۰
۲۰۳	کتاب نکات و ضعف	۸۱
۲۰۳	کتاب طبقات	۸۲
۲۰۳	کتاب تاریخ	۸۳
۲۰۷	کتاب کنی و اسما	۸۴
۲۰۸	کتاب القاب	۸۵
۲۱۰	کتاب انساب	۸۶
۲۱۲	کتاب وفیات	۸۷
۲۱۴	کتاب بلدان	۸۸
۲۱۵	کتاب سوالات	۸۹
۲۱۶	کتاب تراجم صحابہؓ	۹۰
۲۱۸	باب چہارم : حدیث پر حکم لگانے کا طریقہ کار	۹۱
۲۱۸	سعد حدیث پر حکم لگانے کی حقیقت	۹۲
۲۱۸	لحد اسناد کی ضرورت کن احادیث میں ہے؟	۹۳
۲۱۹	کتاب صحاح کی احادیث	۹۴
۲۲۲	وہ احادیث جن پر ائمہ لحد نے حکم لگا دیا ہے	۹۵
۲۲۲	چہا اہم کتابیں	۹۶

۲۲۸	سعد اور حدیث پر حکم لگانے کے مراحل	۹۷
۲۲۹	رجال اسناد کی تعیین	۹۸
۲۳۲	روای کی شخصیت متعین کرنے کے پانچ طریقے	۹۹
۲۳۴	روای کے اسناد کی تعیین کے بعض قواعد	۱۰۰
۲۳۷	رجال سعد کی حدیث اور ان کے ضابطہ ہونے کی تحقیق	۱۰۱
۲۳۹	مختلف فیہ راویوں کے بارے میں صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا طریقہ	۱۰۲
۲۴۴	سعد کے متصل ہونے کی تحقیق	۱۰۳
۲۴۵	سعد میں واقع شذوذ کی تحقیق	۱۰۴
۲۴۶	سعد میں واقع ملت کی تحقیق	۱۰۵
۲۴۶	معلل کی معرفت کیسے ہو؟	۱۰۶
۲۴۸	سعد پر حکم لگانے کا طریقہ	۱۰۷
۲۵۰	مثال کے ذریعہ وضاحت	۱۰۸
۲۵۷	متن کی تحقیق کا طریقہ کار اور اس کے مراحل	۱۰۹
۲۵۸	متن میں شذوذ کا واقع ہونا	۱۱۰
۲۶۳	متن حدیث کا معلول ہونا	۱۱۱
۲۶۷	متن کے در اس کی مثال	۱۱۲
۲۷۳	ایک اہم ضمیمہ	۱۱۳
۲۷۴	ایک اہم گزارش	۱۱۴
۲۷۶	ضمیمہ در اسباب رد	۱۱۵
۲۷۶	اسباب جرح	۱۱۶
۲۷۶	حدیث سے متعلق اسباب	۱۱۷

۲۷۶	ضبط سے متعلق اسباب جرح	۱۱۸
۲۷۷	۱۔ کذب	۱۱۹
۲۷۸	حدیث پر وضع کا حکم بطریق ظن ہوتا ہے	۱۲۰
۲۸۰	وضع حدیث کی وہ علامات جن کا تعلق سند سے ہوتا ہے۔	۱۲۱
۲۸۰	وضع حدیث کا حکم	۱۲۲
۲۸۱	۲۔ مقسم بالکذب	۱۲۳
۲۸۱	۳۔ قس غلط	۱۲۴
۲۸۲	۴۔ کثرت غفلت	۱۲۵
۲۸۲	۵۔ فسق	۱۲۶
۲۸۳	۶۔ وہم	۱۲۷
۲۸۳	وہم جاننے کا طریقہ	۱۲۸
۲۸۴	معلل کی اہمیت	۱۲۹
۲۸۴	معلل کی شناخت ایک امر ذوقی ہے	۱۳۰
۲۸۴	وہم کا حکم	۱۳۱
۲۸۴	وہم اور غفلت میں فرق	۱۳۲
۲۸۵	۷۔ مخالفت ثقات اور اس کے اقسام	۱۳۳
۲۸۵	مدرج الاسناد	۱۳۴
۲۸۶	مدرج المستن	۱۳۵
۲۸۶	مدرج المستن کی صورتیں	۱۳۶
۲۸۷	ادراج کا علم کیسے ہو؟	۱۳۷
۲۸۷	ادراج کا حکم	۱۳۸

۲۸۷	مقلوب	۱۳۹
۲۸۸	مقلوب فی السنہ	۱۴۰
۲۸۸	مقلوب فی المتن	۱۴۱
۲۸۸	مزید فی فصل الاسانید	۱۴۲
۲۸۹	مضطرب	۱۴۳
۲۸۹	مصنف	۱۴۴
۲۹۰	مخوف	۱۴۵
۲۹۰	مخالفت کا حکم	۱۴۶
۲۹۰	۸۔ مجهول الاسم (جہالت)	۱۴۷
۲۹۰	مہم کا حکم (مہم)	۱۴۸
۲۹۱	تحدیل مہم	۱۴۹
۲۹۱	تحدیل مہم کا حکم	۱۵۰
۲۹۲	مجهول الحین	۱۵۱
۲۹۲	مجهول الحین کی حدیث کا حکم	۱۵۲
۲۹۳	مجهول الحال	۱۵۳
۲۹۳	مجهول الحال کی حدیث کا حکم	۱۵۴
۲۹۵	۹۔ بدعت	۱۵۵
۲۹۶	۱۰۔ سوائے حفظ	۱۵۶
۲۹۷	مختلط کی حدیث کا حکم	۱۵۷
۲۹۸	ارسال	۱۵۸
۲۹۹	حذف راوی کے اعتبار سے مردود کے اقسام	۱۵۹

۲۹۹	معلق	۱۶۰
۳۰۰	معلق مردود کیوں ہے؟	۱۶۱
۳۰۱	مرسل	۱۶۲
۳۰۲	مرسل کی دیگر تعریفات	۱۶۳
۳۰۲	مرسل روایت مردود کیوں؟	۱۶۴
۳۰۳	مرسل کا حکم	۱۶۵
۳۰۴	مضل	۱۶۶
۳۰۴	مضل کی دوسری تعریف	۱۶۷
۳۰۵	مقطع	۱۶۸
۳۰۵	مقطع کی دیگر تعریفات	۱۶۹
۳۰۵	حذف راوی کی تقسیم	۱۷۰
۳۰۵	سقوط جلی	۱۷۱
۳۰۶	سقوط حتی	۱۷۲
۳۰۶	سقوط حتی کے اعتبار سے مردود کے اقسام	۱۷۳
۳۰۶	تدلیس	۱۷۴
۳۰۷	تدلیس کے اقسام	۱۷۵
۳۰۷	تدلیس الاسناد	۱۷۶
۳۰۷	تدلیس الشیوخ	۱۷۷
۳۰۸	تدلیس تسویہ	۱۷۸
۳۰۸	تدلیس عطف	۱۷۹
۳۰۸	تدلیس قطع	۱۸۰

۳۰۸	تذلیس کا حکم	۱۸۱
۳۰۹	تذلیس کا حکم	۱۸۲
۳۱۰	تذلیس راویوں کے درجات	۱۸۳
۳۱۱	معرفت کے ذریعہ	۱۸۴
۳۱۱	مقام تذلیس	۱۸۵
۳۱۱	مرسل حقی	۱۸۶
۳۱۱	دوسری تعریف	۱۸۷
۳۱۲	تذلیس اور ارسال میں فرق	۱۸۸
۳۱۳	سقوط حقی جاننے کے طریقے	۱۸۹
۳۱۳	دو اہم سوال اور ان کے جواب	۱۹۰
۳۱۴	کچھ اور اسباب جرح	۱۹۱
۳۱۴	ضعف سے روایت کرنا	۱۹۲
۳۱۵	صحیحہ سے روایت کرنا	۱۹۳
۳۱۷	تحدیل	۱۹۴
۳۱۷	تحدیل کے لغوی معنی	۱۹۵
۳۱۷	اصطلاحی تعریف	۱۹۶
۳۱۸	عدالت	۱۹۷
۳۱۸	تقویٰ	۱۹۸
۳۱۸	مردت	۱۹۹
۳۱۸	عادل کون؟	۲۰۰
۳۱۹	اسلام	۲۰۱

۳۲۰	بلوغت	۲۰۲
۳۲۱	عقل	۲۰۳
۳۲۱	اسباب فسق اور خوارم مروت سے محفوظ ہونا	۲۰۴
۳۲۱	راوی کی عدالت کے ثبوت کا طریقہ	۲۰۵
۳۲۲	تعدیلِ محکم	۲۰۶
۳۲۴	فقہ کی روایت نام کی صراحت کے ساتھ	۲۰۷
۳۲۵	ضبط کے لغوی معنی	۲۰۸
۳۲۶	اصطلاحی تعریف	۲۰۹
۳۲۶	شرعی دلیل	۲۱۰
۳۲۶	ضبط کی دو قسمیں	۲۱۱
۳۲۶	ضبطِ صدر	۲۱۲
۳۲۶	ضبطِ کتاب	۲۱۳
۳۲۶	شروطِ ضبط	۲۱۴
۳۲۷	شروطِ ضبط سے خارج ہونے والے افراد	۲۱۵
۳۲۸	ضبطِ بھاننے کا طریقہ	۲۱۶
۳۲۸	روایت کے صحیح ہونے کی شرط	۲۱۷

دیباچہ برائے طبع دوم

کتاب کا پہلا ایڈیشن ابھی ختم نہیں ہوا ہے لیکن بذریعہ وائس اپ اور فیس بک تقسیم کے بعد میرے ایک مخلص کرم فرما نے مطلع کیا کہ پڑوسی ملک میں کتاب کا مطالبہ بہت زیادہ ہے، اس لئے وہاں بھی کتاب کی اشاعت و طباعت کے بارے میں کوئی کوشش کی جائے اور الحمد للہ وہاں کتاب کی طباعت کے آثار نظر آرہے ہیں۔ اس موقع سے قائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ اخلاط کی اصلاح کی گئی اور آخر کتاب میں ”ضمیمہ در اسباب رکعت شغل کیا گیا ہے چوں کہ حدیث پر حکم لگانے وقت اسباب رو کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔

اس کتاب کے موصول ہونے پر بہت سے حضرات نے مجھے دعاؤں سے نوازا اور حوصلہ افزائی کی ان کی فہرست لمبی ہے ان میں سرفہرست ہمارے گجرات کے ”علی میاں“ مکرملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کا پودروی اطلال اللہ بقاءہ بالصحة والعافیۃ ہیں، جنہوں نے کتاب موصول ہونے پر باوجود شدید بیماری اور قحطیت کے بذریعہ فون مبارک ہادی دی اور دعاؤں سے نوازا۔ اب تک دو موقر شخصیات نے بذریعہ تحریر اپنے تاثرات پیش فرمائیں ان کے تاثرات بھی کتاب کے ساتھ شامل کئے جا رہے ہیں۔ جن میں ایک حضرت مفتی سلمان منصور پوری (استاذ حدیث و فقہ مدرسہ شامی مراد آباد) دامت برکاتہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دارین میں بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائیں۔ اور اپنی رضا و خوشنودی عطا فرمائیں۔

محمد ادریس گودھردی

تأثرات

حضرت مولانا مفتی سلمان منصور پوری دامت برکاتہم
(استاد حدیث و فقہ جامعہ شاہی مراد آبادی)

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کی کتاب ہم حدیث کا درجہ کیسے پہچائیں؟۔ کل بذریعہ ڈاک موصول ہوئی۔
ماشاء اللہ بہت عمدہ انداز میں آپ نے قیمتی معلومات جمع فرمادی ہیں۔ ہم جیسے طالب علموں کے لئے یہ
نہایت مفید کتاب ہے اللہ تعالیٰ بے حد قبولیت سے نوازیں آمین
ہماری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔ فقط والسلام۔

احقر محمد سلمان منصور پوری حفرلہ

مدرسہ شاہی مراد آباد

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

تأثرات

حضرت مولانا مفتی روح الامین صاحب مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ دنوں قبل جناب کی طرف سے ایک علمی قیمتی تحفہ موصول ہوا اس کرم فرمائی پر فکر گذار ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ فنِ حدیث متنوع علوم کا مجموعہ ہے۔ آدمی پوری زندگی بھی اس فنِ معیہ کی خدمت کے لئے وقف کر دے، جب بھی ممکن ہے اس کو شبی وقت کو شکوہ ہو۔

جس قدر یہ فنِ اہمیت کا حامل ہے، آج اسی کے قدر بے اعتنائی کا شکار ہے، درک رکھنے والے حضرات اٹھتے چلے جا رہے ہیں اور خلا کو پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا، خصوصاً ہمارے ملک میں کوئی مرکزی شخصیت نظر نہیں آتی، جہالت کا شیوع ہے، ایسی صورت حال میں ضروری ہے کہ سہل پسند طہارح کو سامنے رکھ کر اس کی تنبیہ، تقسیم اور تسویل کی جائے، تاکہ باذوق افراد کسی درجہ میں بھی اس سے مناسبت پیدا کر سکیں۔

ماشاء اللہ جناب کا یہ اقدام انتہائی لائق ستائش اور قابلِ قدر ہے، مجموعہ اپنی حریف، تسویل، جامعیت اور ایجاز کے لحاظ سے اس لائق ہے کہ داخل نصاب ہو، دین کے عنوان سے کذب بیانی کے اس دور میں اس موضوع کی تسویل وقت کی اہم ضرورت ہے، اور یہ کاوش اس باب میں ایک رہنما اور گائیڈ کی حیثیت کی حامل ہے، کتب کا تعارف فن سے شغف رکھنے والوں کے ذوق کی چیز ہے، اور باب چہارم ثابت وغیرہ ثابت کے درمیان تمیز کے سلسلہ میں رہنما خطوط پر مشتمل ایک وسیع سوغات ہے۔

بندہ استفادہ کر رہا ہے، اور مؤلف و مرتب کے لئے دل سے دعا ہے کہ رہا ہے کہ اسے حسن قبول حاصل ہو اور ذخیرۂ آخرت بنے۔ آمین

احقر روح الامین غفرلہ

مدرسہ مظہر سعادت ہانسوٹ

۱۲۔ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

گرامی نامہ

پیر و مرشد حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خاں پوری دامت برکاتہم العالیہ
(شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولانا اور یس صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا جس سے آپ کی تالیف ”ہم حدیث کا درجہ کیسے پہچانیں؟“ کی جھیل کا
موجودہ پڑھ کر مسرت ہوئی۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں تخریج، علم جرح و تعدیل، قواعد جرح و تعدیل،
مراہب جرح و تعدیل، علم اسماء الرجال اور جرح و تعدیل و اسماء الرجال سے متعلق کتابوں کا اجمالی و تفصیلی
تعارف، ان کی خصوصیات، ان سے استفادہ کا طریق، کار و خیرہ بڑے اہم مباحث کو سمیٹنے کی کوشش کی
ہے، جس کا اندازہ مسئلہ فہرست سے بخوبی ہوتا ہے، فن حدیث میں قصص حاصل کرنے والے طلبہ کے
لیے بہت کارآمد اور مفید تصنیف ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی اس سخی جھیل کو حسن قبول عطا فرما کر طالبین علوم حدیث کو زیادہ سے
زیادہ فائدہ پہنچائے اور آپ کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔ فقط والسلام

آلاء : احمد خاں پوری

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

تقریظ

نمونۂ سلف حضرت اقدس مفتی ابراہیم آچھودی دامت برکاتہم

(خلیفۂ حضرت اقدس مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم)

عزیزم مولانا اور یس صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون ۱ آپ کی مؤلفہ کتاب ”ہم حدیث کا درجہ کیسے پہچانیں؟“ کو کہیں کہیں

سے دیکھا۔ ماشاء اللہ کتاب اپنے موضوع میں بہت خوب ہے۔

اس کتاب کو اور حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد سعید پالپوری دامت برکاتہم کی اہمول کتاب ”تحفۃ

الدرر“ کو مہذبہ فکر پڑھنے والے طلبہ مطالعہ میں رکھیں تو بہت فائدہ ہوگا۔

اگر آپ اسی طرح فن حدیث کے ساتھ شغف رکھیں گے تو طلبہ کو بے حد فائدہ ہوگا اور ایک

زمانہ میں آپ ہی آپ ہوں گے۔ فقط والسلام

دعا گو

(مفتی) ابراہیم آچھودی (صاحب)

استاد حدیث جامعہ رحمانیہ و ناکپور، گودھرا، گجرات

کلیات تشجیعیہ

فضیلۃ الشیخ المحدث الخالد البصیر

محمد طلحہ منیار سورتی حفظہ اللہ تعالیٰ

الحمد لله الكريم الجواد ، رافع السبع الشداد بغير عماد ، به العون وعليه
الاستعداد ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد المبعوث رحمة إلى العباد ، وعلى آله
وأصحابه والتابعين لهم بإحسان إلى يوم التناد .

أما بعد : فقد طلب مني الأخ المحب المخلص في الرداد ، المولوي محمد
إدريس الكودهروي القائم بأعباء التدريس والإفادة في أحمد آباد ، أن أكتب له سطوراً عن
كتابه الجديد في فن التخریج ودراسة الإسناد ، فتصفحت ما جمعه بعين البصيرة والانقاد ،
فألفيته قد أحسن في ترتيبه وترصيفه فأثقت وأجاد ، وعزف بجمع من الكتب المصنفة في
علوم الحديث لنفع وأفاد ، فمن طالع كتابه فرح به وأشاد ، وكرر فيه النظر وأعاد ، وهو غير
زاد لطلالب الحديث في الحاضر والباد .

فأسأل الله أن يكتب له القبول والاعتماد ، وأن ينفع به كل من يقرأه وينيله البغية منه
والمراد ، ويرزق مصنفه العرفيق والسداد ، ويجزيه خيراً على الإفادة والإرشاد . آمين يا
رب العباد .

لأله بفهمه وكتبه بالمداد

محمد طلحة بلال أحمد منيار

لزيل مكة المشرفة بخير البلاد

يوم الثلاثاء 27 محرم الحرام 1439

۱۔ حضرت شیخ طلحہ منیار دامت برکاتہم العالیہ کجرات کے سورت شہر کے باشندہ ہیں۔ موصوف نے

ایتراسے لے کر انتہا تک کی تعلیم کمال کرم و مدیۃ النورہ میں حاصل کی ہے۔ مقدس سرزمین کے علمائے کبار سے کسب فیض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی برکت سے علمی گہرائی و گہرائی سے سرفراز فرمایا ہے۔ خاص طور سے فن تفسیر، فن حدیث، فن فقہ اور فن تجوید میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ آپ کی تالیف کردہ، تحقیقی کردہ اور تصحیح کردہ کتابوں سے آپ کی وسعت علمی کا بآسانی اعجاز ہوتا ہے۔ موصوف متواضع، طنسار اور اصول کے پابند ہیں۔ آپ کی مکھدیر کی محبت سے طالب کو بہت سے علمی گوہر اچھا آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ کو تادیر قائم و دائم رکھے اور ہمیں ان سے علمی استفادہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔

تحقیقات

آپ نے مندرجہ ذیل کتابوں کی تحقیقی کاموں کا اہتمام دیا ہے

1- لسان المیزان - فی علم الرجال، لابن حجر۔ باشراف الشیخ العلامة المحدث عبد الفعاح

ابو شدق رحمہ اللہ تعالیٰ

2- احکام فرائض القرآن - فی التجوید، للحصیری

3- حکمة الاشراف - فی الخطوط الکتابۃ، لمرتضی الزبیدی

4- مقدمة تفسیر القرطبی

5- مختصر زاد المعاد - فی السیرۃ، لابن القيم

6- الاعلان بالترویج - فی التاريخ، للسخاوی۔ (غیر مطبوع)

7- ادب الکتاب - فی المکاتبات، للصولی۔ (غیر مطبوع)

8- ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری، لحسین عبد الغنی

9- غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، لابن الجزری۔ (کام جاری ہے)

10- الأربعون حدیثاً من أربعین کتاباً، للشیخ الفادانی۔ (کام جاری ہے)

11- الايفار بمعرفۃ رواۃ الاثر فی العوام، لابن حجر۔ (کام جاری ہے)

تصحیح و ترقیم

آپ نے مندرجہ ذیل کتابوں کی تصحیح و ترقیم کا مفید کام انجام دیا ہے۔

- 1- رفع الملام عن الأئمة الاعلام - في الاجتهاد والتقليد، لابن تيمية
- 2- الرد على المنطقيين - له أيضا
- 3- السفارات النبوية - في السيرة، لمحمود شيت خطاب. (غیر مطبوع)
- 4- سیرت سید البشر، اردو
- 5- انعام النعم ترجمۃ المحکم، للسہار لغوری، اردو (غیر مطبوع)
- 6- مختصر تہذیب الصحابة آثار الرسول، لمحمد طاہر کوردی
- 7- حسن الدعاۃ فیما ورد فی الخطر والکتابۃ، للکوردی. (کام جاری ہے)

تالیفات

آپ نے مندرجہ ذیل کتاب کی تالیف کی ہے جو عرب ممالک میں کافی مقبول ہوئی۔

1- إعادة الحفاظ على ضبط الآيات المتشابهة في الألفاظ

2- طبقات الخطاطين. (کام جاری ہے)

تقدیم

آپ نے نور الایضاح (تحقیقی کردہ: مفتی طیب بھڑکوردی مدظلہ العالی) کے شروع میں ایک

تحقیقی مقدمہ بنام "مواہب الفتح بطلعة نور الایضاح" تحریر فرمایا ہے، جس سے موصوف کی فن قدر میں

مہارت کا اعانہ ہوتا ہے۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کی ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور مزید اس نوع کی علمی

خدمات کی توفیق نصیب فرمائیں اور نظر ہر قسم کے شرور و فتن اور مکارہ سے حفاظت فرمائیں۔ آمین

تقریظ

حضرت مولانا احمد حسین مظاہری دامت برکاتہم

(پانی و شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ کنز العلوم، جالپور، احمد آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اچھی طرح اس بات سے واقف ہیں کہ علم حدیث ایک بحر بیکار علم ہے، جو اپنے اہمیت سارے علوم کو لئے ہوئے ہے، جیسے متون حدیث، اسانید حدیث، فن اسماء الرجال، فن ضبط اسماء الرجال، غریب الحدیث، نقد الحدیث، شروح الحدیث وغیرہ، اور علم حدیث کے حرام فنون پر علماء و محدثین نے کام کیا ہے، یہاں تک کہ سیکڑوں ایسے اللہ کے بندے گزرے ہیں جنہوں نے اپنی عمریں کھپا دیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم اپنے سامنے ہزاروں کتابوں کا ذخیرہ پارہے ہیں، انہی علوم میں سے ایک خامض اور لطیف علم، علم حلال حدیث ہے، اس علم پر واقفیت کے لئے احادیث کے رواق پر گہری نظر ضروری ہے، رواق حدیث کے نام، ان کا نسب، کنیت، لقب اور کس نام سے مشہور ہیں، بعض رواق اپنے دادا پر دادا کے نام سے مشہور ہیں اس کا بھی علم ضروری ہے، راوی کے مختصر حالات، اس کی زندگی یہاں تک کہ اس کا عقیدہ، نیز پیدا نش اور وفات کا سن بھی معلوم ہونا ضروری ہے، نیز کن کن رواق سے اس راوی نے کسب کیا ہے، ان کے اساتذہ اور شیوخ کون ہیں، کس درجہ کے ہیں اور ان کے شاگرد اور تلمیذ کون ہیں اس کا بھی معلوم ہونا ضروری ہے۔

بعض مرتبہ ظاہر میں کوئی علت معلوم نہیں ہوتی، علت مخفیہ ہوتی ہے، جب تک علت پر واقفیت نہیں ہوگی حدیث کا درجہ معلوم نہیں ہو سکتا، جیسے ابو حامد الاعمش بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کی مجلس میں امام مسلم آئے اور ایک حدیث ”حبیب اللہ بن عمر عن ابی الزبیر عن جابر قال، حثارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریرہ و معنا ابو عبیدہ“ سنا کر درخواست کی کہ اگر آپ کے پاس یہ حدیث ہو تو اس کو تحصیل فرمادیجئے، مطلب یہ تھا کہ حبیب اللہ تابعی ہیں اس لئے یہ حدیث امام کے پاس ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو تحصیل السند ہے یا نہیں؟ اور اگر سند ہے تو معلل ہے یا صحیح؟ اور اگر معلل ہے تو علت معلوم ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اسی وقت حدیث کی سند متصل بیان فرمائی ”حدثنا ابن ابی ادس حدثنی اخی عن سلیمان بن ہلال عن حبیب اللہ“۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ کسی شخص نے سند پڑھی اور حدیث سنائی ”حدثنا حجاج بن محمد عن ابن

جرج عن موسیٰ بن عقبہ عن سہیل بن ابی صالح عن آیہ عن ابی ہریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کفارة المجلس اذا قام العبد ان يقول: سبحانک اللہم وبحمدک أشهد ان لا اله الا انت استغفرک واثوب الیک امام مسلم نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند اس سے مالی نہیں ہے اور اس کا ایک طریق اور بیان کیا ”حدیثنا محمد بن سلام حدیثنا محمد بن یزید اخیرنا ابن جرج حدیث موسیٰ بن عقبہ عن سہیل بن ابی صالح عن آیہ عن ابی ہریرۃؓ یہ سن کر امام بخاری نے فرمایا: ہلا آئے معلول یہ سن کر امام مسلم کا نپ اٹھے اور علت دریافت کی، امام نے معذرت کی لیکن امام مسلم کے اصرار پر فرمایا: موسیٰ بن عقبہ کا سامع سہیل بن ابی صالح سے ثابت نہیں۔

اسی طرح اسماء اور کنی سے بھی واقفیت ضروری ہے، جیسے واقعہ مشہور ہے کہ امام فریابی نے امام بخاری کی موجودگی میں ایک حدیث بیان کی ”حدیثنا سفیان عن ابی عروہ عن ابی الخطاب عن ابی حمزہؓ“ حاضرین سفیان کے علاوہ بعد کے مشائخ کو نہ پہچان سکے، امام نے فرمایا: ابو عروہ معمر بن راشد ہیں اور ابو الخطاب ثمود بن دعلجہ السدوسی ہیں اور ابو حمزہ انس بن مالک ہیں۔

حدیث پاک کے درجہ کو جاننے کے لئے ان حرام علوم پر دست رست ضروری ہے، نیز جرج و تعدیل کے اصول و ضوابط سے واقفیت، نیز اس فن پر جو کتابیں تصنیف ہوئی ہے ان کا گہرا مطالعہ اور کتب جرج و تعدیل کے تالیفی مراحل اور کیفیت کا معلوم ہونا ضروری ہے، اور ائمہ جرج و تعدیل اور نوعیت نیز ان کا تشدد و تساہل بھی، نیز جرج و تعدیل کے لئے جو الفاظ اور اصطلاحات استعمال کی ہیں اس کا بھی معلوم ہونا ضروری ہے، نیز ائمہ جرج و تعدیل کے ہارے میں معلومات حاصل کرنا اور بوقت تعارض بین الجرج والتعدیل میں تطبیق یا ترجیح کی جو ٹھکیں ہیں معلوم ہونا اور ائمہ جرج و تعدیل میں بعض کی مخصوص اصطلاحات ہیں اس پر بھی نظر ہونا وغیرہ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

الحمد للہ رب العالمین! ہمارے عزیز محترم مولانا مولوی محمد اریس صاحب نے یہ مجدد نے اس پر بڑا مفید کام کیا ہے، اور بڑا عمدہ مواد جمع کیا ہے، مخرج حدیث کے اصول اور ضوابط اور قواعد بڑی تفصیل سے ذکر کئے ہیں جس سے حدیث کے درجہ کو بھی معلوم کیا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کہ وہ اس کو موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات فرمائے اور اس کو پڑھنے والے، سمجھنے والے اور فائدہ اٹھانے والے افراد مہیا فرمائے، اور اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

(مولانا) احمد حسین مظاہری

بانی و شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ کفر العلوم، احمد آباد

عرض حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

علوم قرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی۔ یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضا و جوارح تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لئے تازہ زندگی کا سامان فراہم کرتی رہتی ہے۔ آیات کا شانِ نزول، ان کی تفسیر، احکام القرآن، ان کی تشریح و تبیین، اجمال کی تفصیل، عموم کی تخصیص، مبہم کی تعین سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے، اسی طرح حامل قرآن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سیرت اور حیات طیبہ اور اخلاق و عادات مبارکہ اور آپ ﷺ کے اقوال و اعمال، آپ کے سنن و مستحبات اور احکام و ارشادات اسی علم حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح خود اسلام کی تاریخ، صحابہ کرامؓ کے احوال اور ان کے اعمال و اقوال اور اجتہادات و استنباطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعہ ہم تک پہنچتا ہے۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ کامل و مکمل اسلام اسی علم حدیث کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ سے موجود و قائم ہے اور ان شاء اللہ تاقیامت رہے گا۔

علم حدیث کی شرافت و افضلیت کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا موضوع ہی نبی اکرم ﷺ ذات گرامی من حیث انہ رسول اللہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی فضیلت ہوگی؟ اور اہل علم جانتے ہیں کہ کسی علم کی شرافت و افضلیت کا مدار اس کے موضوع کی عظمت و شرافت پر ہے۔ جس علم کا موضوع جتنا افضل و اشرف ہوگا اسی قدر وہ علم بھی اشرف و افضل ہوگا اور اگر موضوع ادنیٰ و انفس ہوگا تو علم بھی ادنیٰ و خفیس ہوگا۔ اب علم حدیث ہی اشرف العلوم ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا موضوع اشرف المخلوقات حضرت محمد ﷺ ذات گرامی ہے۔

علم حدیث کی اسی اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں نے آغاز اسلام ہی سے قرآن پاک کے بعد اس علم کو اپنے سینے سے لگایا اور اپنی پوری محنت و قابلیت اور اخلاص و عقیدت کے ساتھ اس کی ایسی خدمت کی کہ دنیا کی کوئی قوم اپنی قدیم روایات و اسناد کی حفاظت کی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و سنن کے اولین رواۃ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین تھے۔ ان کی راست گفتاری اور صدق مقال پر ان کی زندگی کا ایک ایک حرف گواہ ہے۔ قرآن و حدیث میں ان حضرات کے مادل ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ حضرات صحابہ نے احادیث کا ذخیرہ بے کم و کاست اپنے بعد والے لوگوں کے ہاتھوں میں مکمل امانت داری کے ساتھ پہنچا دیا۔ کسی ایک صحابی سے بھی معاذ اللہ حدیث شریف کے نقل کرنے میں دروغ کوئی ثابت نہیں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور خلافت میں ائمہ راہی سے کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ فتنوں نے سرکالا اور اسلام کے خلاف ایک عجیب و غریب تحریک شروع ہو گئی۔ شیعہ، روافض اور خوارج وغیرہ جیسے نئے فرقوں نے جنم لیا اور ان گمراہ فرقوں نے اپنے افکار و نظریات کی تائید میں احادیث کو وضع کرنا شروع کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین و شریعت کی حفاظت کے لئے طبعاً تابعین و تبع تابعین میں اصحاب بصیرت ائمہ و فقہاء کی ایک بڑی جماعت کو کھڑا کر دیا جنہوں نے ہاتھ پائی و ہمت و یزدانی ہر راوی کے حالات معلوم کئے اور فن اسانے رجال و فن جرح و تعدیل کے ذریعہ کھرے کھوٹے کو الگ کر کے رکھ دیا اور بعض روایہ کو قابل اعتبار اور بعض کو ناقابل اعتبار قرار دیا۔ اب جو روایتیں ناقابل اعتبار روایہ سے منقول ہوں ان سے اجتناب کرنا ضروری ہوگا۔ ورنہ آدمی اس سخت وعید کا مستحق ہو جائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر ثابت شدہ روایتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے والوں کے حلق ارشاد فرمائی ہیں من کذب علی متعمداً فليتبوا مقعده من النار

حدیث کا درجہ (باعتبار صحت، حسن، ضعف اور وضع) جاننے کا طریقہ ہر اس عالم و فاضل و داعی کے لئے ضروری ہے جو تعلیمی و تدریسی، تصنیفی و تالیفی اور دعوتی مشاغل میں مشغول ہوں تاکہ وہ صحیح و ثابت شدہ احادیث کو بیان کر سکے اور غیر ثابت شدہ موضوع احادیث سے اجتناب کر سکے۔ عام طور پر طلبائے عزیز حدیث کا درجہ معلوم کرنے کے طریقہ کار سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس بارے میں حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی کی کتابوں میں موجود منشر مواد کو ایک جگہ اختصار کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی ضرورت کی تکمیل کا نتیجہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول: مخرج الحديث: جن کو کہ بندہ نے اپنی پہلی کاوش ”ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟“ میں مخرج

حدیث سے متعلق تفصیلی باتیں ذکر کر دی ہیں اس لئے اس کتاب میں مخرج حدیث سے متعلق مواد کے ذکر میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

باب دوم: علم جرح و تعدیل

باب سوم: علم اسماء الرجال

باب چہارم: سند و حدیث کا درجہ معلوم کرنے کا طریقہ کار

بنیادی طور سے ذخیرۂ احادیث میں دو طرح کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) وہ احادیث جو نقد و نظر کے مرحلہ سے گزر چکی ہیں اور ائمہ محدثین کی جانب سے ان کی صحت و ثبوت یا عدم ثبوت کا فیصلہ صراحتاً یا دلالتاً ہو چکا ہے۔

(۲) وہ احادیث جن کے متعلق ائمہ حدیث کی جانب سے کوئی تصریح، یا دلالت نہیں پائی جاتی جس سے معلوم ہو کہ صحت و ضعف کے اعتبار سے ان کا کیا درجہ ہے؟

حدیث کا درجہ معلوم کرنے کی ضرورت ان ہی احادیث میں ہوتی ہے جن میں پیشروائے فہم کی جانب سے یا تو بالکل ہی کوئی تصریح نہ ملے، یا ایسے ناقد کی ملے جو جمہور اہل علم کے نزدیک ناقابل اعتبار یا بے جانرمی برتنے والا مشہور ہو، یا ان احادیث میں ہوتی ہے جن میں تصریح تو کسی امام معتبر کی موجود ہے مگر اس میں کھلی ہوئی کوئی ایسی علت موجود ہے جو اس کی تصحیح یا تحسین سے مانع ہے اور باوثوق طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ صحت کا حکم لگانے والے امام کو اس علت کا ہرگز علم نہیں تھا۔

اس سلسلہ میں محفوظ ترین طریقہ یہی ہے کہ باحث اپنی طرف سے احادیث پر حکم لگانے کی کوشش نہ کرے جہاں تک ہو سکے ائمہ سابقین کی تصریحات تلاش کرے تاکہ اپنی ذمہ داری کے بوجھ سے سبک دوش رہے۔ چنانچہ اگر مطلوبہ حدیث سے متعلق کسی ایسے امام کی تصریح مل جائے جس پر جمہور علماء اعتماد کرتے آئے ہوں اور اکثریت نے اس کو تسامح و غیرہ کی طرف منسوب نہ کیا ہو تو اس پر اکتفا کر لے، نئے سرے سے نقد اسناد کا جال پھیلا کر اپنی جان جو حکم میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

تفکر و امتنان:

سب سے پہلے میں اس خداوند قدوس کا شکر یہ ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اس کام کی توفیق

عنایت فرمائی پھر میں اپنے والدین ماجدین، اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی خصوصی توجہات نے مجھے اس کام کے قابل بنایا، پھر میں ان تمام علمائے کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر کتاب پر نظر ثانی فرما کر کتاب کے حلق اپنی وسیع آرا تحریر فرمائیں۔ خاص طور پر حضرت شیخ طلحہ منیار صاحب دامت برکاتہم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کتاب کا حرف بحرف مطالعہ فرما کر مناسب اصلاحات فرمائیں۔ نجزاء اللہ خیرا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن ناخذ و مصادر سے مدد لی گئی ہے ان ناخذ کی فہرست آخر کتاب میں ذکر کر دی گئی ہے لیکن بطور خاص مندرجہ ذیل چار کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور ان چار کتابوں کی مدد سے اصل ناخذ کی طرف رسائی حاصل کی گئی ہے۔

(۱) ضوابط الجرح والتعديل : عبد العزیز بن محمد عبداللطیف

(۲) جرح و تعديل : ڈاکٹر اقبال بسکویہری

(۳) تاریخ الحدیث نشاۃ و منهجہ : ڈاکٹر ابو اللیث خیر آبادی

(۴) تبصیر علوم الحدیث : شیخ عمر عبداللہ بن سلیم

گزارش: حضرات کارکنین سے درخواست ہے کہ مطالعہ کے دوران اگر کسی لغزش پر مطلع ہو تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے۔

کتبہ

(مولانا) محمد ادریس بن محمد یوسف گونیا گودھروی

جامعہ کنز العلوم، خان جہاں دروازہ،

بھالپور، احمد آباد۔ ۳۸۰۰۰۱

موبائل : 7698364621

باب اول

تخریج الحدیث

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسنادی پہلو سے کسی حدیث کا مقام و مرتبہ اور درجہ جاننے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مطلوبہ حدیث ذخیرہ حدیث میں کہاں کہاں ہے؟ اور کن کن سعدوں سے مروی ہے جب تک ممکنہ حد تک پورے ذخیرہ حدیث سے حدیث کو کھنگال کر حدیث کے اطراف و الفاظ سامنے نہیں لائیں جائیں گے وہاں تک مطلوبہ حدیث کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ فضلاء مدارس و جامعات کو احادیث تلاش کرنے میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں اور اس کی وجہ مصادر حدیث کے منہج اور انداز ترتیب سے ناواقفیت ہوتی ہے۔ کتب حدیث کے طرز تالیف کے مختلف ہونے کی وجہ سے تخریج حدیث کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ تخریج حدیث کے کل چھ طریقہ ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی کتاب ”ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟“ میں ان چھ طریقوں کو تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے من شاء التفصیل فلیراجع هناک

یہاں اجمالاً ان چھ طریقوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

- (۱) حدیث میں موجود کلمات مہمل یا کلمات غریبہ کے ذریعہ تخریج کرنا
- (۲) متن حدیث کے اول لفظ کے ذریعہ تخریج کرنا
- (۳) حدیث کے راوی اعلیٰ صحابی کے نام کے ذریعہ تخریج کرنا
- (۴) حدیث کے موضوع فقہی کو دیکھ کر تخریج کرنا
- (۵) سند یا متن میں پائے جانے والی کسی صفت یا معنی کے ذریعہ تخریج کرنا
- (۶) تنبیح و استنکار کے ذریعہ تخریج کرنا

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تخریج حدیث میں معین و مددگار کتابوں کا قدرے تفصیلی تعارف

نکش کیا جائے۔ مخرج حدیث میں پانچ کتابیں معین و مددگار ہیں۔

تعارف : المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی ﷺ

اس کتاب کو چند مستشرقین نے مل کر مرتب کیا ہے، ان میں نکش نکش پروفیسر آرٹ جان ولسک (Arent Jan Hensinck) ہولندی (م ۱۹۳۹ء) ہے اور اسٹاذ محمد نواز عبد الباقی صاحب (م : ۱۳۸۸) نے ان کا تعاون کیا ہے۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل نو کتابوں کے کلمات غریبہ و مہمہ کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کر کے کتابوں کا مع باب یا مع رقم الاحادیث حوالہ دیا ہے۔

(۱) صحیح الامام البخاری (خ)

(۲) مسلم شریف (م)

(۳) سنن ابوداؤد السجستانی (د)

(۴) سنن ترمذی (ت)

(۵) نسائی شریف (ن)

(۶) ابن ماجہ کے لئے پوری کتاب میں 'جہ' کا مرزا استعمال کیا ہے، سوائے جزء اول کے

تیس (۲۳) صفحات کے کہ ان میں 'ق' کا مرزا استعمال کیا ہے۔

(۷) موطا امام مالکؒ (ط)

(۸) سنن داری (دی)

(۹) مسند احمد بن حنبل اس کتاب کا حوالہ دینے کے لئے جلد اول کے شروع کے

تیس (۲۳) صفحات میں 'حل' کا مرزا استعمال کیا ہے اور باقی میں 'حم' کا مرزا استعمال کیا ہے۔

یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے، لیکن آٹھویں جلد کی ترتیب کچھ الگ ہے، اس جلد میں احادیث

کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ احادیث میں وارد لوگوں کے نام، مکان، قرآن کی سورتیں، آیات وغیرہ مذکور ہیں۔ اس جزء کے مؤلف ویم رافن (Wim Raven) نے صرف اعلام اور اماکن ہی کو ذکر کیا ہے، حدیث کا وہ جزء ذکر نہیں کیا ہے، جس میں یہ اماکن و اعلام وارد ہوئے ہیں۔

✽ ان طبعات کا ذکر جن کو سامنے رکھ کر معجم المفہر میں کو تیار کیا گیا

- | | |
|----------------|--|
| (۱) بخاری شریف | مطبوعہ المكتبة الاسلامية استنبول ترکی ۱۹۷۹ |
| (۲) مسلم | مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ قاہرہ ۱۹۵۵ |
| (۳) ابوداؤد | مطبوعہ دار الحديث حمص سورہ ۱۹۷۴ |
| (۴) ترمذی | مطبوعہ مصطفی البابی الحلبي قاہرہ ۱۹۳۸ |
| (۵) نسائی | مطبوعہ المكتبة التجارية الکبری قاہرہ ۱۳۳۸ |
| (۶) ابن ماجہ | مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ ۱۹۵۲ |
| (۷) داری | مطبوعہ دار الریان قاہرہ ۱۹۸۷ |
| (۸) مؤطا مالک | مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ ۱۹۵۱ |
| (۹) مسند احمد | مطبوعہ المیمنۃ مصر ۱۳۱۳ |

معجم المفہر میں اور مفتاح کنوز السنۃ سے (جس کا مفصل ذکر آگے آئے گا) استفادہ آسان ہو جائے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسٹاذ محمد فواد عبدالباقی صاحب نے پہلی آٹھ جلدوں کی تفصیلی فہرست تیار کی ہے جو تیسیر المنفعة بکتابی مفتاح کنوز السنۃ والمعجم المفہر میں لالفاظ الحدیث النبوی ﷺ کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں کتاب اور ابواب ارقام کے ساتھ ذکر کئے ہیں، مسلم اور مؤطا کے لئے کتاب کے ارقام کے ساتھ ساتھ احادیث کے ارقام کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔

✽ کلمات کی ترتیب :

حدیث سے کلمہ غریبہ یا کلمہ مبہمہ کو اختیار کرنے کے بعد مندرجہ ذیل طریقہ پر اس کو مرتب

کرتے ہیں۔

اولاً: فعل مجرد ماضی معروف کے چودہ صیغے علم صرف کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں، پھر اسی ترتیب پر مضارع کو ذکر کرتے ہیں، پھر فعل امر کے چھ صیغے پھر اسم فاعل اور اسم مفعول کے چھ صیغے اسی ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔ پھر فعل مزید فیہ کو اسی ترتیب مذکورہ پر ذکر کرتے ہیں۔

ثانیاً: اسمائے معانی جیسے صلاۃ، زکوٰۃ، امر وغیرہ کا ذکر اس ترتیب سے کرتے ہیں کہ پہلے مفرد مرفوع منون، پھر مفرد مرفوع غیر منون، پھر مجرد بالاضافہ منون، پھر مجرد بالاضافہ غیر منون، پھر مجرد بحرف الجر منون، پھر مجرد بحرف الجر غیر منون، پھر منصوب منون، پھر منصوب غیر منون پھر اس کے بعد اسی لفظ کا شکیہ مفرد کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں، پھر جمع کا صیغہ اسی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں۔

ثالثاً: پھر دیگر مشتقات جیسے اسم صفت، اسم ظرف، اسم آلہ، بالفعل، التفضیل ان مشتقات کے ذکر کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے بغیر اضافت والے ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد اضافت والے ذکر کرتے ہیں، مثال کے طور پر کلمہ "امر" لیا جائے تو پہلے امر سے مجرد فعل ماضی معروف اور مجہول کے چودہ صیغے پھر اسی طرح مضارع پھر امر پھر اسم فاعل پھر اسم مفعول کے چھ صیغے پھر مزید فیہ جلیق، آمن، قائم، اِشْتَقَوْا پھر اَمْز پھر اَمِید پھر اَمَوۃ پھر اَعَادۃ پھر اِعَادۃ پھر اَمَر اسم تفضیل کو ذکر کیا ہے۔

کلمہ غریبہ یا کلمہ مہمہ کے ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس حدیث کا تھوڑا سا کھڑا بھی ذکر کرتے ہیں، جس میں یہ کلمہ ہوتا ہے۔ حدیث کا جزء ذکر کرنے کے بعد کتب مسعد میں سے جس نے اس حدیث کی حرج کی ہوئی ہے اس کا رمز تحریر کرتے ہیں، اس کے بعد کتاب کا عنوان جیسے المصلوۃ لکھتے ہیں، اس کے بعد رقم الباب اور مسلم اور مؤطا کا رقم الحدیث تحریر کرتے ہیں اور اگر مسند احمد کی روایت ہوئی ہے تو بڑے حروف میں جزء کا رقم اور چھوٹے حروف میں صفحہ کا رقم ذکر کرتے ہیں، کبھی صفحہ کے رقم پر دو نجم (ستارہ) ڈالتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ کلمہ اس حدیث میں یا اس باب میں یا اس صفحہ میں ایک سے زائد مرتبہ آیا ہے۔

✽ کلمہ 'عجب' کے مضارع مزید فیہ میں 'عجب' کے تحت ذکر کردہ معلومات

✽ حتیٰ بحسب لائحہ اوقال اولجارہ ما بحسب لنفسہ

م ایمان ۷، ۷۲، ۷۱ ایمان ۷، ت قیامہ ۵۹، ن ایمان ۱۹، ۳۳، جہ مقدمہ ۹، جنازہ ۱،

دنیٰ استیذان ۵، رقائق ۲۹، حم ۱، ۸۹، ۳، ۷۶، ۲۰۶، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۸، ۲۸۹،

✽ کلمہ 'لا غیبہ' کے ماتحت ذکر کردہ معلومات

من الایمان ان بحسب لائحہ ما بحسب لنفسہ

ح ایمان ۷، م ایمان ۷۱، ۷۲، ت قیامہ ۵۹، ن ایمان ۱۹، ۳۳،

✽ کلمہ 'نفس' کی معجم میں مراجعت کی لیکن وہاں مطلوب حدیث کے لئے کوئی معلومات ذکر نہیں کی گئی۔

(۳) مذکورہ بالا معلومات کو ایک جگہ جمع کرنا۔

پس جب ان مذکورہ بالا معلومات کو مکررات کو حذف کر کے جمع کرتے ہیں تو اس

طرح کی معلومات حاصل ہوتی ہے۔

م ایمان ۷، ۷۲، ح ایمان ۷، ت قیامہ ۵۹، ن ایمان ۱۹، ۳۳، جہ

مقدمہ ۹، جنازہ ۱، دنیٰ استیذان ۵، رقائق ۲۹، حم ۱، ۸۹، ۳، ۷۶، ۲۰۶، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۸، ۲۸۹،

۳۳۶، ۴۳۳، ۴۸۹، ۴۷۵، ۴۷۲

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث سات کتابوں میں نہیں (۲۳) جگہوں میں ذکر کی گئی ہے۔

(۴) معجم میں جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی مراجعت:

پھر ہم مراجعت کریں گے اس بات کی تاکید و وضاحت کے لئے جن مواضع کا حوالہ دیا گیا

ہے، واقعہ وہاں حدیث مطلوب ہے؟ یا کوئی دوسری حدیث ہے، چنانچہ مراجعت کے بعد معلوم ہوا

کہ حدیث انسؓ مذکورہ بالا احرام جگہوں میں نہیں ہے بلکہ مندرجہ ذیل مقامات پر ہے۔

م ایمان ۱، ۷۲۔ ح ایمان ۷۔ ت قیامہ ۵۹، ن ایمان دومرتبہ، ۳۳۔ جہ مقدمہ ۹۔ دی رقائق ۲۹۔ تم ۳/۱۷۶، ۶/۲۰۶، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۹، ۲۷۹، ۲۷۹، ۲۷۹۔
 باقیہ مقامات پر مطلوبہ حدیث مذکور نہیں ہے۔

✽ تعارف: تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف

مؤلف: ابو الحجاج یوسف بن عبدالرحمن بن یوسف المزنی الدمشقی (م: ۷۲۱ھ)

✽ حقیقت: اس کتاب میں صحاح ستہ اور ملحقات صحاح ستہ (مؤلفین صحاح ستہ کی دیگر کتب حدیث) کے اطراف کو جمع کر دیا گیا ہے۔

صحاح ستہ: (۱) مسند بخاری (۲) مسند مسلم (۳) سنن ابوداؤد (۴) جامع ترمذی (۵) سنن نسائی (۶) سنن ابن ماجہ

ملحقات صحاح ستہ: (۱) تعلیقات مسند بخاری (۲) مقدمہ مسند بخاری (۳) مراسیل ابوداؤد

(۴) شمائل ترمذی (۵) الحلل الصغیر للترمذی (۶) السنن الکبریٰ للنسائی

(۷) عمل الیوم واللیلۃ للنسائی (۸) مختصر علیٰ

اس طرح یہ کتاب چودہ کتابوں کے اطراف احادیث پر مشتمل ہے۔ ۹۸۶ صحابہؓ اور ۴۰۵

تابعین کی کمرات کے ساتھ ۱۹۶۲۶ احادیث اس کتاب میں مذکور ہیں، جن میں سے ۱۸۳۸۹ مسند

اور ۱۲۳ مراسل روایات ہیں۔

امام مزنیؒ نے اس کتاب کو مرتب کرتے وقت تین کتابوں کو پیش نظر رکھا تھا۔

(۱) اطراف الصحیحین۔ ابو مسعود الدمشقی (م: ۴۰۱ھ)

(۲) اطراف الصحیحین۔ ابو محمد الواسطی (م: ۴۰۲ھ)

(۳) الاشراف علی معرفة الاطراف۔ ابن عساکر (م: ۵۷۱ھ)

مؤلف نے ان تینوں کتابوں کو جمع کر دیا ہے اور جن اوہام و اخلاط پر مطلع ہونے ان کی اصلاح کر دی ہے۔ نیز جو احادیث چھوٹ گئی تھیں ان کا اضافہ کیا، ان احادیث کو رمز 'ز' سے ممتاز کیا اور ابن عساکر پر جو استدراک کیا تھا ان کو حرف 'ک' کے رمز سے ممتاز کیا۔

✽ اسمائے صحابہؓ اور اسمائے تابعین ذکر کرنے کی ترتیب :

اسمائے صحابہؓ، اسمائے تابعین اور اسمائے حج تابعین کو حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، پھر کنی کو ذکر کیا ہے جیسے ابواسید، ابوذر، ابوہریرہ وغیرہ، پھر منسوب الی الآباء و الاءاد کو ذکر کیا ہے جیسے ابن ابزی، ابن الخضر وغیرہ، پھر مہمات کو ان سے روایت کرنے والوں کی ترتیب پر جیسے اسماعیل ابن ابراہیم عن رجل من بنی سلیم پھر ان میں کنی کو ذکر کیا ہے جیسے ابوالخثری الطائی عن رجل، ابن سعد عن رجال من انصار، پھر نساء عن المہمات کو ذکر کیا ہے جیسے اسماء بنت ابی بکر عن رجل پھر مبہم عن الکہم کو ذکر کیا ہے جیسے ایوب السخنی عن شیخ من بنی قشیر عن حمہ پھر صحابیات کے مسانید کو حروف تہجی کی ترتیب پر ذکر کیا ہے، آخر میں تابعین کی روایات مرسلہ کو اسمائے صحابہؓ کی ترتیب کے عین مطابق ذکر کیا ہے۔

✽ صحابیؓ اور تابعی کی احادیث بیان کرنے کی ترتیب :

ہر صحابیؓ کے ترجمہ کے ماتحت اس صحابی کی حرام احادیث جو کتب ستہ اور ان کے ملحقات میں ہوئی ہیں، ذکر کرتے ہیں، ان احادیث کی ترتیب کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں جس کو مذکورہ کتابوں کے مؤلفین میں سے ہر ایک نے ذکر کیا ہو، مثلاً جس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کو اصحاب خمسہ کی روایت پر مقدم کرتے ہیں۔ اسی طرح جس کو اصحاب خمسہ نے روایت کیا ہوتا ہے، اس حدیث کو اصحاب اربعہ کی روایت پر مقدم کرتے ہیں، اس ترتیب میں اصحیث کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، جیسے پہلے بخاری پھر مسلم پھر ابوداؤد پھر ترمذی پھر نسائی پھر ابن ماجہ کی روایت ذکر کرتے ہیں۔

لیکن اگر وہ صحابیؓ ایسا ہو کہ ان سے روایت کرنے والے بکثرت ہوں تو پھر احادیث کو ان سے روایت کرنے والوں کے اعتبار سے مرتب کرتے ہیں لیکن ان روایات کرنے والوں کو بھی حروف ہجائیہ کی ترتیب کے مطابق ذکر کرتے ہیں، مثلاً حضرت ابوہریرہؓ ان کے تلامذہ بکثرت ہیں، ان کو مندرجہ ذیل ترتیب پر ذکر کیا ہے۔

سب سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ کے ترجمہ میں ان سے روایت کرنے والوں میں سے ابراہیم بن اسماعیل کی روایات ذکر کی ہیں، پھر ابراہیم بن عبد اللہ المدنی، پھر ابراہیم بن عبد اللہ الزہری پھر اسحاق بن عبد اللہ اس طرح ان کے تمام تلامذہ کی روایات ذکر کی ہیں، اگر صحابیؓ کے تلامذہ میں سے کسی کے شاگرد بکثرت ہوتے ہیں تو ان کے اسماء بھی حروف ہجائیہ کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں جیسے حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ابوصالحؓ ذکوان بن سمان کے تلامذہ بکثرت ہیں تو ان تلامذہ کی روایات کو حسب ذیل طریقہ پر ذکر کیا ہے، سب سے پہلے ذکوان کے شاگرد ابراہیم بن ابی موسیٰ کی روایات ذکر کی ہیں، پھر بکیر بن عبد اللہ بن الاسودؓ، پھر حبیب بن ابی ثابت اس طرح ان کے تمام تلامذہ کی روایات ذکر کی ہیں۔ اسی طرح اگر صحابی کے شاگرد (مثلاً ذکوان) کے شاگرد (مثلاً عیش) کے شاگرد بکثرت ہوتے ہیں تو ان کو بھی حروف ہجائیہ کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ذکوان کے شاگرد سلیمان عیشؓ ہیں، پھر ان کے شاگرد بکثرت ہیں تو ان کو اس طرح ذکر کیا ہے، سب سے پہلے ابراہیم بن طہمان کی روایات ذکر کی ہیں پھر اسباط بن محمد پھر اسماعیل بن زکریا پھر جابر بن نوح اس طرح تمام شاگردوں کی روایات ذکر کی ہیں۔ ان مذکورہ باتوں کی مزید وضاحت ان شاء اللہ "محقق کتاب کا کام" کے عنوان کے ماتحت ہوگی۔

رموز: امام مزی نے جن کتابوں کا بکثرت استعمال کیا ہے ان کے چند رموز جمعین کے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

- (۳) بخاری فی صحیحہ معلقا (۴) ترمذی فی شعاقلہ
 (۵) مس۔ نسائی فی سننہ المجتبی (۶) مسی۔ نسائی فی عمل الیوم واللیلة
 (۷) م۔ مسلم فی صحیحہ (۸) د۔ ابو داؤد فی سننہ
 (۹) مد۔ ابو داؤد فی مراسیلہ (۱۰) ت۔ ترمذی فی سننہ
 (۱۱) قی۔ ابن ماجہ فی سننہ (۱۲) ز۔ زیادات المزی علی سابقہ
 (۱۳) ک۔ استدراکات المزی علی ابن عساکر

اور جن کتابوں کا استعمال بقلّت ہوا ہے ان کتابوں کو ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے، جیسے۔ فی
 المقدمة، د۔ فی المراسیل، ت۔ فی العلل الصغیر، م۔ فی الکبری، م۔ فی خصائص علی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق کتاب کا کام :

اس کتاب کی تحقیق کا کام شیخ عبدالصمد شرف الدین نے انجام دیا ہے، ان کی ایک خاص
 ترمیم ہے، جس کا جانتا ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے۔

(۱) راوی کے نام سے پہلے ایک ستارہ (نجم) لگاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ
 راوی صحابیؓ سے روایت کرنے والا ہے، کبھی تو یہ راوی صحابیؓ ہوتے ہیں جیسے انس بن مالکؓ عن ابی
 کعبؓ، حضرت انسؓ صحابی ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں، عام طور پر جس پر ایک ستارہ لگاتے
 ہیں وہ تابعی ہوتے ہیں۔

(۲) دو ستارے لگانا اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ راوی تابعی سے روایت کرتے ہیں۔

(۳) تین ستارے لگانا اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ یہ راوی متبع تابعی سے روایت کرتا ہے۔

مثال : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ابراہیم بن اسماعیل

❦ ابراهيم بن عبد الله المدني

❦ حمید بن عبد الرحمن۔ ان کے بیچے ان سے روایت کرنے والوں کے نام شروع ہوتے ہیں۔

سعد بن ابراہیم۔ مطلب یہ ہے کہ سعد، حمید سے روایت کرتے ہیں اور حمید حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

❖❖ صفوان بن سلیم ❖❖ محمد بن مسلم بن شہاب یہ دونوں بھی حمید سے روایت کرتے ہیں، جو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

سے اور سلیمان، ذکوان سے اور ذکوان، حضرت الہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ دیکھئے۔ تحفۃ
الاشرف ۹/۵۱۷، ۵۱۸

(ب) احادیث، صحابہؓ اور تابعینؓ کی ترقیم کی ہے۔

(ج) مصنف کتاب امام مزنیؒ نے حدیث کا طرف ذکر کرنے کے بعد اصل کتاب کا رمزا اور اس کے بعد عنوان جیسے سلاۃ، زکوٰۃ وغیرہ ذکر کیا تھا، لیکن محقق صاحب نے بین القوسین رقم الباب کا بھی اضافہ کر دیا جیسے (دفی الخراج - ۳۶) یعنی اس حدیث کو امام ابو داؤد نے کتاب الخراج باب نمبر ۳ میں ذکر کیا ہے، کبھی کبھی بین القوسین دو نمبر ڈالتے ہیں، پہلا نمبر باب کا ہوتا ہے اور دوسرا حدیث کا نمبر ہوتا ہے جیسے م فی المغازی ۶۴/۱ یعنی یہ حدیث امام مسلم نے کتاب المغازی کے باب نمبر ۶۴ میں پہلے نمبر پر ذکر کی ہے اور کبھی کبھی اسانید ذکر کرنے کے دوران اس طرح (ج ۱۵۷) کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث نفس کتاب میں ۱۵۷ پر بھی مذکور ہے۔

(د) محقق صاحب نے ہر جلد کے شروع میں اسمائے صحابہؓ، اسمائے تابعینؓ اور ان سے روایت کرنے والوں کی فہرست شامل کی ہے، جیسا کہ پہلے مثال کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔

(ج) امام مزنیؒ نے عنوان الکتاب (صلوٰۃ، زکوٰۃ) لکھا تھا، محقق کتاب نے رقم الباب کا اضافہ کیا لیکن

ابواب کے نام ذکر نہیں کئے گئے۔ جس کی وجہ سے تخریج حدیث میں دشواری پیش آتی تھی۔ اس دشواری کو دور کرنے کے لئے ہر کتاب کے عناوین اور ابواب کے ناموں کی ایک فہرست تیار کی۔ یہ فہرست آخری جلد کی شکل میں کتاب کے ساتھ ملحق ہے، جس کا نام "کشاف" رکھا ہے۔ اب رقم الباب سے کون سا باب مراد ہے۔ اس کا علم آسانی سے ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ہندوستانی نسخوں میں رقم الباب نہیں ہوتا۔ اس فہرست کے تیار ہونے کے بعد ہندوستانی نسخوں میں بھی باب کو تلاش کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

(۷) ہر جلد کی پشت پر اس جلد میں موجود مسانید صحابہؓ کی طرف اشارہ کر دیا ہے جسے نہ کورہ ذیل طریقہ پر لکھ دیا ہے۔

- (۱) ایض۔ انس۔ یعنی انبیاء اور انس کے درمیان کے صحابہؓ کی روایات اس جلد میں ہیں۔
 - (۲) اہبان۔ جودان (۳) حابس۔ سعد (۴) سعد۔ عبداللہ (۵) عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ بن عمر (۶) عبداللہ بن عمر عبداللہ بن مالک (۷) عبداللہ بن مسعود۔ عمارہ بن شیبہ
 - (۸) عمر بن الحکم۔ المهاجر بن قنفذ (۹) ناجیہ۔ ابو ہریرہ (۱۰) ابو ہریرہ
 - (۱۱) ابو ہریرہ۔ عائشہ (۱۲) عائشہ۔ نسیمہ (۱۳) ہند۔ مسرۃ والکنی والمہمات
- یہ کتاب سب سے پہلے الدار القیمہ بمبئی سے شیخ عبدالصمد شرف الدین کی تحقیق کے ساتھ چھپی۔ اس کے بعد دمشق سے چھپی۔ اس کتاب میں ہر صفحہ کے نیچے والے حصہ میں "النکت الظرف علی الاطراف" کا اضافہ ہے، جو حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف ہے۔ جس میں انھوں نے امام مزنیؒ سے قوت شدہ احادیث کا اضافہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ امام مزنیؒ سے سرزد ہونے والے بعض اوہام کی اصلاح کی ہے، نیز الفاظ حدیث کے ذکر کرنے میں امام مزنیؒ سے جو غلطیاں ہوئی تھیں اس پر تنبیہ کی ہے۔ اس لئے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ حنفیہ الاشراف کے ساتھ ساتھ النکت الظرف کو بھی سامنے رکھے۔

دو مثالیں حنفیہ الاشراف سے ذکر کی جا رہی ہیں۔

قلیل الروایت صحابی کی مثال:

۱۹۔ امیہ بن معشی ابی عبد اللہ الخزاعی عن النبی ﷺ

۱۶۴۔ دہس حدیث : کان النبی ﷺ جالساً ورجل یا کل ، فلم یسمہ۔ الحدیث دہ فی الاطعمۃ (۳: ۱۶) عن مؤمل بن الفضل الحرانی، عن عیسیٰ بن یونس، عن جابر بن صبح، عن المثنیٰ بن عبد الرحمن الخزاعی، عن عمہ امیہ بہ، عن فی الولیمۃ (فی الکبریٰ) عن عمرو بن علی، عن یحییٰ بن سعید، عن جابر بن صبح، قال : حدثنی مثنیٰ بن عبد الرحمن الخزاعی، قال : حدثنی جدی امیہ بن معشی۔ وکان من اصحاب النبی ﷺ بنحوہ

وضاحت :

❖ (۱۹) : حنفی الاشراف میں مذکور صحابہ کے مسلسل نمبروں میں سے ایک ہے، یعنی امیہ بن معشیؓ کی احادیث (۱۹) نمبر پر ذکر کی گئی ہیں۔

❖ (۱۶۴) : حنفی الاشراف میں موجود احادیث کے مسلسل نمبروں میں سے ایک نمبر ہے گویا یہ حدیث ۱۶۴ نمبر پر ذکر کی گئی ہے۔

❖ دہس : اس سے اجمالی تخریج کی طرف اشارہ ہے، یعنی یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں ہے، ان دو کے علاوہ دیگر کتابوں میں یہ حدیث نہیں پائی جاتی ہے۔

پھر حدیث کا اتنا حصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے حدیث کے باقی حصہ پر دلالت ہوتی ہے، اس کے بعد نکائے گئے تین نقطے (۰۰) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدیث کا باقیہ حصہ بھی ہے، جو یہاں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

پھر بالتفصیل حدیث کی تخریج کو بیان کیا ہے۔

❖ (دفعۃ الاطعمۃ (۳: ۱۶) :

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اپنی کتاب سنن ابوداؤد کے ” کتاب الاطعمہ “ میں باب نمبر میں جو تحفے نمبر پر ذکر کیا ہے، پھر مکمل سند مؤمل سے لے کر صاحب

ترجمہ امیتک ذکر کی۔

بہ : کلمہ بہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث سنن ابوداؤد میں جلفظ ہے۔

✽ من فی الولیمة (فی الکبری) :

یعنی امام نسائی نے اس حدیث کو اپنی کتاب سنن کبری کے ”کتاب الولیمة“ میں ذکر کیا ہے، پھر مکمل سنن عمرو بن علی سے صاحب ترجمہ امیتک ذکر کی۔

بنحو :

یعنی حدیث جلفظ نہیں ہے، بلکہ الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ نسائی میں مذکور ہے۔

ب۔ کثیر الروایت صحابی کی مثال :

من احادیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ :

✽ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، عن سعید بن المسیب، عن ابی ہریرۃ

✽ ابی ابراہیم بن سعید، عن الزہری، عن سعید بن المسیب، عن ابی ہریرۃ

۱۳۱۰۱ خ م س حدیث : سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای العمل افضل؟ قال ”ایمان باللہ“ قيل : ثم ماذا؟

قال : ”جہاد فی سبیل اللہ“ قيل : ثم ماذا؟ قال : ”ثم حج مبرور“۔ خ فی الايمان (۸۸) عن احمد

بن یونس۔ وموسی بن اسماعیل۔ وفی الحج (۴ : ۱) عن عبد العزیز بن عبد اللہ م فی الايمان

(۳۵ : ۱) عن منصور بن ابی مزاحم۔ ومحمد بن جعفر بن زیاد الوری کانی۔ م فیہ (الايمان ۱

۱) مختصر عن عمرو بن علی، عن عبد الرحمن بن مہدی۔ مستہم عنہ بہ

وضاحت :

✽ دو تاریں اس بات کی علامت ہوتی ہے، ان ستاروں کے بعد ذکر کیا گیا راوی ایسے آدمی سے

روایت کرتا ہے جس نے صحابی سے حدیث روایت کی ہے یعنی یہاں راوی صحیح تابعی ہے، محمد بن مسلم بن

عصاف زہری عن سعید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

*** تین ستارے اس بات کی علامت ہے، ان ستاروں کے بعد کاراوی روایت کرنے والا ہے، ایسے راوی سے جس نے ایسے راوی سے نقل کیا ہے جس نے کسی صحابی سے نقل کیا ہے، گویا وہ راوی اتباع صحیح تابعین میں سے ہے اور وہ راوی یہاں ابراہیم بن سعد ہے، جوزہری سے اور زہری سعید بن المسیب سے اور سعید حضرت ابو حریۃؓ سے نقل کرتے ہیں۔

❖ ۱۳۱۰۱: یہ تحفۃ الاشراف میں مذکور احادیث کا مسلسل نمبر ہے۔

❖ غم س : اجمالی تخریج یعنی اس حدیث کو بخاری، مسلم اور نسائی میں ذکر کیا گیا ہے۔

❖ تفصیلی تخریج :

غ۔ فی الایمان (۸۸) عن احمد بن یونس وموسى بن اسماعيل

یعنی یہ حدیث بخاری شریف کے کتاب الایمان میں ۸۸ نمبر کے باب میں امام بخاری نے احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کیا ہے۔

❖ وفی الحج (۴: ۱) عن عبد العزيز بن عبد الله

یعنی بخاری شریف کے کتاب الحج میں باب نمبر ۴ کی پہلی حدیث ہے، جس کو امام بخاری نے اپنے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔

❖ م۔ فی الایمان (۳۵: ۱) عن منصور بن ابی مزاحم ومحمد بن جعفر بن زیاد النورکانی

یعنی مسلم شریف کے کتاب الایمان کے باب نمبر ۳۵ کی پہلی حدیث ہے، جس کو امام مسلم نے منصور بن ابی مزاحم اور محمد بن جعفر سے روایت کیا ہے۔

❖ س۔ فی الایمان (۱: ۱) عن عمرو بن علی عن عبد الرحمن بن مہدی

یعنی امام نسائی نے اپنی کتاب سنن صغریٰ کے کتاب الایمان کے پہلے باب میں پہلی حدیث کے طور پر اس کو عمرو بن علی عن عبد الرحمن کے طریق سے روایت کیا ہے۔

❖ مستہم :

یعنی احمد بن یونس، موسیٰ بن اسماعیل، عبد العزیز بن عبد اللہ، منصور بن ابی مزاحم، محمد بن جعفر بن زیاد اور کانی اور عبد الرحمن بن مہدی۔

✽ عنہ :

یعنی صاحب ترجمہ ابراہیم بن سعد سے یہ روایت مروی ہے اور انھوں نے زہری سے اور زہری نے سعید بن المسیب سے اور سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ ﷺ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۴۵ :

یعنی یہ حدیث ان کتابوں میں بلفظ مذکور ہے۔

تحفۃ الاشراف کے ذریعہ استخراج کرنے کا طریقہ :

- (۱) حدیث مطلوب کے روایت کرنے والے صحابیؓ کا نام معلوم کرے۔
- (۲) پھر یہ معلوم کر لے کہ وہ صحابیؓ قلیل الروایہ ہے یا کثیر الروایہ اس کا علم ہر جلد میں لگی فہرست دیکھنے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔
- (۳) اگر وہ صحابیؓ قلیل الروایہ ہو تو ان صفحات کو دیکھے جن میں اس صحابیؓ کی مرویات مذکور ہیں۔
- (۴) اگر وہ صحابیؓ کثیر الروایہ ہو جیسے حضرت انسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ تو اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ حدیث مطلوب کو اس صحابیؓ سے روایت کرنے والا کون ہے؟ اس بات کا علم ہو جانے کے بعد اس صحابیؓ کا ترجمہ کمال کر ان سے روایت کرنے والوں میں حدیث مطلوب کے راوی عنہ کی مرویات کو دیکھے، اگر صحابیؓ سے روایت کرنے والے کے علاوہ بکثرت ہوں تو حدیث مطلوب کو روایت کرنے والے شاگرد کا نام بھی معلوم ہونا چاہئے۔
- (۵) پھر جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہو ان کتابوں کی طرف مراجعت کرے۔
- (۶) اب آخری دو جلدوں کی شکل میں اطراف کی فہرست تیار کر دی گئی ہے اس لئے اگر صحابیؓ کا نام معلوم

نہ ہو بلکہ صرف حدیث کا طرف معلوم ہو جب بھی آدمی حدیث مطلوب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

تعارف : التحائف المہرۃ باطراف العشرۃ

مؤلف : ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی المصری (م: ۸۵۲)

حقیقت : اس کتاب میں مؤلف نے کل دس کتابوں کی احادیث کے اطراف مع

اسانید ذکر کئے ہیں اور طریقہ وی اختیار کیا ہے جو امام مزی نے تحفۃ الاشراف میں اختیار کیا ہے۔ وہ دس کتابیں مع رموز کے حسب ذیل ہیں۔

(۱) سنن الدارمی (می) (۲) صحیح ابن خزيمة (خن) (۳) المتقی لابن الجارود (جا) (۴)

مسند ابی حواثہ (حہ) (۵) صحیح ابن حبان (حب) (۶) المستدرک للحاکم (کم) (۷)

سنن الدارقطنی (قط) (۸) شرح معانی الآثار طحاوی (طح) (۹) موطا مالک (صرح

باسمہ) (۱۰) مسند الشافعی (صرح باسمہ) (۱۱) مسند احمد (صرح باسمہ)

پہل گیارہ کتابیں ہوئی، تفصیل میں ایک بڑھ گئی چونکہ صحیح ابن خزيمة کے نصف ثانی کے

اطراف چھوٹ گئے اس کے انجبار کے لئے سنن دارقطنی کو ملا لیا۔

مثال مخرج الحديث ص ۱۱۴ پر سے نقل کی جا رہی ہے۔

من مسند ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جاء فی الکتاب

قیس بن عباد عن ابی

حدیث (کونوا فی الصف الذی یلینی)

خز فی (الامامة) حدثنا محمد بن عمر بن علی بن عطاء بن مقدم، ثنا یوسف بن یعقوب

السلموسی، ثنا التیمی، عن ابی مجلز، عن قیس بن عباد، قال: بینما انا فی المسجد، فی الصف

المقدم، قائم اصلی، فجذبنی رجل من خلفی جبذة، فنحنانی وقام مقامی۔۔۔ الحدیث۔ طبع

(فیہ) عن یحییٰ بن عمار، عن ابن مرزوق، قال: ثنا وهب بن جریر، عن شعبۃ، عن ابی حمزۃ، عن ابیاس بن قتادۃ، عن قیس بن عباد، قال: قال لی ابی، فذكر المتن دون القصة۔ حب فی (الصلاة) وفی (السادس عشر من الرابع) اخبرنا ابن خزيمة به، کم فی (الصلاة) حدثنا علی بن عیسیٰ الحیرى، ثنا الحسن بن محمد القبانى، ثنا محمد بن عمر بن علی، به۔ وفی (المناقب) انا ابو النضر الفقیه، ثنا عثمان بن سعید الدارمی، ثنا الحسن بن یس، ثنا الحکم بن عبد الملک، عن قتادۃ، عن قیس بن عباد، بمعناه، رواه احمد عن سلیمان بن داؤد ومحمد بن جعفر ووهب بن جریر کلهم عن شعبۃ به۔

تعارف : مفتاح کنوز السنۃ

مؤلف : پروفیسر آرنہ جان ہنسک ہولڈری (Arend Jan Hensinck) (م ۱۹۳۷ء)

مؤلف نے کتاب انگریزی میں لکھی تھی، اسٹاذ محمد نواز احمد الباقی صاحب نے عربی زبان میں

مکمل کیا ہے۔

اس کتاب میں کل چودہ کتابوں کے کلمات کو حدیث کے موضوع کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے، ان کتابوں کی طرف رہنمائی کے لئے حسب ذیل رموز استعمال کئے گئے ہیں۔

- | | |
|-----------------------|--|
| (۱) صحیح البخاری (بخ) | رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔ |
| (۲) صحیح مسلم (مس) | رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔ |
| (۳) سنن ابوداؤد (ہد) | رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔ |
| (۴) سنن الترمذی (تر) | رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔ |
| (۵) سنن النسائی (نس) | رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔ |
| (۶) سنن ابن ماجہ (مج) | رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔ |
| (۷) سنن الدارمی (دی) | رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد باب کا نمبر ہوتا ہے۔ |

- (۸) موطا مالک (۱) رمز کے بعد کا نمبر کتاب کا اور اس کے بعد حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔
 (۹) مسند احمد (حم) رمز کے بعد کا نمبر جزء کا اور اس کے بعد صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔
 (۱۰) مسند الطحاوی (ط) رمز کے بعد کا نمبر حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔
 (۱۱) مسند زبدین علی (ز) رمز کے بعد کا نمبر حدیث کا نمبر ہوتا ہے۔
 (۱۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد (عد) رمز کے بعد کا نمبر قسم کا پھر جزء، پھر صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔
 (۱۳) سیرۃ ابن ہشام (ہش) رمز کے بعد صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔
 (۱۴) المغازی للواقفی (قد) رمز کے بعد صفحہ کا نمبر ہوتا ہے۔

❖ دیکھو رموز اور ان کی مراد

- (۱) ک - کتاب (ب) ب - باب (۳) ج - حدیث
 (۲) ج - جزء (۵) ص - صفحہ (۶) ق - قسم (۸) م م - حدیث کا
 کرر ہونا (۹) باب یا صفحہ کے نمبر پر لگا ہوا چھوٹا نمبر اس حدیث کے اتنی بار کرر ہونے پر دلالت کرتا
 ہے۔

ترجمہ : اسٹاڈنٹسک نے ان چودہ کتابوں کی احادیث کو اولاً بڑے بڑے موضوعات کے ماتحت جمع کیا ہے، اور ان موضوعات کو حروف ہجائی کی ترتیب پر رکھا ہے جیسے صلاۃ، حرف صا، میں، توبہ، حرف تا، میں، پھر ان موضوعات سے متعلق مسائل کو مستقل فقرات میں ذکر کیا ہے، یہ موضوعات ان کے نزدیک مذکورہ ذیل امور پر مشتمل ہیں۔

(۱) مسائل : توبہ، دعاء، زکوٰۃ، شہداء، صلاۃ، طہارۃ وغیرہ

(۲) اشخاص : ابوبکر، داؤد، عمر ابن الخطاب، عیسیٰ، محمد وغیرہ

(۳) واقعات : احد، بدر، قیامت، صفین وغیرہ

(۴) اماکن : حجاز، دمشق، صراط، صفد وغیرہ

ان موضوعات کو حروف بھائیج کی ترتیب پر ذکر کیا ہے، لیکن ترتیب میں اصل کلمہ کی ہیئت کا اعتبار کیا ہے، نہ کہ مادہ کا، اسی وجہ سے کلمہ "الاعمال" کو حرف الالف میں ذکر کیا ہے، نہ کہ حرف الھین میں، کلمہ "توحید" کو حرف التاء میں ذکر کیا ہے، نہ کہ حرف الواو میں، کلمہ "الاتقیہ" کو حرف الالف میں ذکر کیا ہے، نہ کہ حرف الکاف میں، کلمہ "التسبیح" کو حرف التاء میں ذکر کیا ہے، نہ کہ حرف الھین میں اور "ابوبکر" کو حرف الالف میں ذکر کیا ہے نہ کہ حرف الباء میں اسی طرح معرف باللام لفظ میں "ال" کا بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

مفتاح کنوز السنہ کے ذریعہ تخریج کا طریقہ :

اگر مفتاح کنوز السنہ کے ذریعہ حدیث اس "تسحر و افان فی السحور بركة" کی تخریج کرنا ہو تو مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا ہوگا۔

- (۱) حدیث کے موضوع عام کا استنباط کرنا جیسے ہماری حدیث کا موضوع عام "مصوم" ہے۔
 - (۲) موضوع خاص کا استنباط کرنا جیسے ہماری حدیث کا موضوع خاص "فضل السحور" ہے۔
 - (۳) پھر مفتاح میں موضوع عام کو تلاش کرنا پس ہم نے تلاش کیا تو موضوع عام صوم، ص
- ۳۱۲ پر مل گیا۔

- (۴) اس موضوع عام کے ماتحت موضوع خاص کو تلاش کرنا، پس ہم نے تلاش کیا تو موضوع خاص فضل السحور ص ۳۲ پر مل گیا۔

- (۵) پھر وہاں سے حدیث کے حوالے اخذ کر کے اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔

تعارف : موسوعة اطراف الحديث

مؤلف : استاذ ابو حاجر محمد السعيد بن بسوئی زطلول

اس کتاب میں مؤلف نے حدیث، سیرت، فقہ، حلال، رجال، موضوعات وغیرہ سے متعلق ۱۵۰ کتابوں کے اطراف کو الف ب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور ہر کتاب کے لئے الگ الگ رمز استعمال

کیا ہے۔ جن کا ذکر جلد اول کے شروع میں کیا گیا ہے، یہ ایک بہترین موصوعہ ہے جس سے تخریج حدیث کا کام بڑی سرعت و سہولت کے ساتھ ہو جاتا ہے، اس کتاب کے ساتھ ذیل علی الموسوعة کے نام سے ایک ذیل بھی ملحق ہے، جس میں مزید ۵۰ کتابوں کے اطراف کو لے لیا گیا ہے، اس طرح کل ۲۰ کے قریب کتابوں کی احادیث کا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں جمع ہو گیا ہے۔

✽ آلات جدیدہ کے ذریعے تخریج

دور جدید میں تخریج حدیث کے لیے جدید ٹیکنالوجی اور تعلیمات کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں کمپیوٹر یا موبائل کے ذریعہ تخریج حدیث کی جاتی ہے۔ اس طریقہ سے حدیث تلاش کرنے والے افراد اور محققین مختلف مکتبات کے تیار کردہ ان سافٹ ویئر سے مدد لیتے ہیں جو تخریج کے فن اور کام میں سہولیات مہیا کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے کم وقت میں زیادہ کام ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایک ہی جگہ بہت سا مواد بھی اکٹھا حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں استعمال کیے جانے والے کچھ پروگرام یہ ہیں۔ (۱) موسوعة الحديث الشريف (۲) المحدث (۳) الموسوعة الذهبية للمحدث الشريف (۵) المكتبة الافتراضية للسنة (۶) المكتبة الشاملة

ان کے علاوہ بعض انٹرنیٹ سائٹس بھی ان لائن تخریج کے مواقع فراہم کر رہی ہیں۔

لیکن اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ سافٹ ویئر اس صورت میں ہمارے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں جب انہیں ہم معاون مآخذ کے طور پر استعمال کریں اور ان پر مکمل اعتماد نہ کریں بلکہ ان سے حدیث تلاش کر کے اصل کتاب کی طرف مراجعت کریں کیوں کہ خصوصاً شاملہ میں موجود کتب میں اخلاط کا امکان موجود ہے۔ پھر اس کے ورژن بھی لاتعداد ہیں۔ ان میں سہولت یہ ہے کہ ہر ایک اپنی سہولت سے شاملہ میں موجود کتب میں کمی و بیشی کر سکتا ہے اس لیے ان سافٹ ویئر کے ذریعہ کی گئی تخریج اس وقت تک مفید نہ ہوگی جب تک کہ اصل کتب کی طرف مراجعت نہ کر لی جائے۔ البتہ اب نئے ورژن میں ہر کتاب کے ساتھ پی ڈی ایف کتاب بھی شامل کر لی گئی ہے اس لیے مراجعت

میں سہولت پیدا ہوگئی ہے۔

ایک مشورہ یہ بھی ہے کہ ان پروگرام کے ذریعہ خرچ کرنے سے پہلے کچھ مدت تک خرچ کا فطری طریقہ اختیار کریں تاکہ کتابوں سے کچھ مہارت پیدا ہو جائے۔

خرچ شدہ مواد کی تشکیل

خرچ شدہ مواد کی تشکیل کے تین طریقے ہیں۔

(۱) مختصر اسلوب

اگر طالب علم کا مقصد صرف یہ ہو کہ یہ حدیث کن کن مصادر میں ہے تو خرچ سے حاصل شدہ مواد کو مختصر اقلیمہ کر لے جائیں طور کہ اس میں صرف حوالہ دی ہوئی کتاب کا نام، مرکزی عنوان مثلاً (کتاب الطہارۃ وغیرہ) اور ذیلی عنوان جیسے (باب ان الماء لا یغسل) کے ساتھ لکھ دے، اگر اس کتاب میں احادیث کی ترقیم ہو تو حدیث نمبر بھی لکھ دے۔ اگر حوالہ دی ہوئی کتاب مضامین علیہ کے علاوہ پر مرتب ہو تو صرف جلد نمبر اور صفحہ نمبر لکھ دے، ہاں حدیث نمبر اگر موجود ہو تو وہ بھی لکھے۔ متعدد مصادر کی صورت میں مضبوط ترین مصدر کو پہلے لکھے، پھر جو اس سے کم حیثیت کا ہو، علیٰ ہذا القیاس۔ اگر محدثین میں سے کسی نے حدیث کا درجہ بیان کیا تو اجمالاً اسے بھی ذکر کر دے۔ مثلاً حدیث اسؓ لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب لائحہ ما یحب لنفسہ کی خرچ کے بعد جو مواد اکٹھا ہو، اس کی تشکیل اس طرح کرے۔

اخرجه البخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لائحہ ما یحب لنفسہ ۱ /

۵۶ رقم ۱۳ من فتح الباری۔

ومسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من خصال الایمان ان یحب لائحہ ما یحب

لنفسہ من الخیر ۱ / ۶۸، ۶۷ رقم ۱، ۷۲

والترمذی کتاب صفة القيامة باب يدون ترجمة (رقم الباب ۵۹) ۶۶۷/۲ رقم

۲۵۱۵

والنسائی کتاب الایمان باب علامة الایمان ۱۱۵/۸ رقم ۵۰۱۶ وباب علامة

المؤمن ۱۲۵/۸ رقم ۵۰۳۹ وابن ماجه المقدمه باب فی الایمان ۲۶/۲ رقم ۶۶

والدارمی کتاب الرقاق باب لا يؤمن احدکم حتى يحب لایحبه ما يحب لنفسه ۲/

۳۹۷ رقم ۲۷۴۰

واحمد فی مسنده ۱۷۶/۳، ۲۹۶، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۷۸، ۲۸۹

وقال الترمذی حدیث صحیح

وله شاهد من حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مرفوعاً بلفظ "یحب له ما یحب لنفسه۔"

اخرجه الترمذی کتاب الاداب باب ماجاء فی تسمیت العاطس ۸۰/۵ رقم ۲۷۳۶

وابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی عیادة المریض ۳۶۱/۱ رقم ۱۳۳۳

والدارمی کتاب الاستئذان باب فی حق المسلم علی المسلم ۱۸۸/۲ رقم ۲۶۳۳

واحمد فی مسنده ۸۹/۱ وقال الترمذی حدیث حسن

(۲) متوسط اسلوب :

اگر مقصد یہ ہو کہ حدیث کے مصادر کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ متعدد مصادر میں اس کی مختلف

سندوں کے مدار اور الفاظ حدیث کا اختلاف بھی سامنے آجائے تو درمیانی اسلوب اختیار کر لے ہاں یہ طرز کہ مختصر

اسلوب کی طرح جملہ مصادر اور ان کے ذیلی مقالات ذکر کرنے کے بعد آگے اس طرح عبارت لکھ دے۔

كلهم بطرقهم المختلفة عن قتادة عن انس رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم مثله بزيادة "والذي

نفسی بولہ " فی اول الحدیث و زیادة " المسلم " بعد " لایحیه " و " من الخیر " فی آخر الحدیث

فی بعض الطرق

پھر حدیث کا شاہد ذکر کر دے جیسے اس حدیث کے لئے شاہد حضرت علیؓ کی حدیث ہے۔

(۳) مفصل اسلوب :

اور اگر مقصد حدیث کی مکمل تحقیق اور اس کے جملہ طرق و الفاظ کو تفصیل سے پیش کرنا ہو تو مفصل طریقہ اپنانا چاہیے بایں طور کہ مصادر کے مصنفین کی ترمیم زمانی کا خیال کرتے ہوئے ایک ایک کی الگ الگ سند کو اس راوی تک پہنچائے، جس پر دوسری سند آ کر ملتی ہو، پھر سب کو جمع کرتا ہوا آخری مدار اسناد پر پہنچا کر سند کو رسول اللہ ﷺ پہنچا دے، اس دوران مختلف مصادر و طرق میں اگر مطلوبہ حدیث کا لفظ کچھ مختلف ہو تو اس کی بھی وضاحت کر دے۔ جیسے

اخر جہ احمد ۳/۲۵۱ عن شیخہ عفان

واحمد ایضاً ۳/۲۸۹ عن شیخہ بہز کلاهما عن ہمام

واخر جہ احمد ایضاً ۳/۲۰۶ عن شیخہ روح

والبخاری ۱/۵۶ رقم ۱۳ عن شیخہ مسدد

ومسلم ۱/۶۸ رقم ۷۲ عن شیخہ زہیر بن حرب

والنسائی ۸/۱۱۵ رقم ۵۰۱۷ عن شیخہ موسیٰ بن عبد الرحمن قال حدثنا

ابو اسامہ

ثلاثہم (روح، یحییٰ، ابو اسامہ) عن حسین المعلم

واخر جہ احمد ایضاً ۳/۱۷۶ عن حجاج

واحمد ایضاً ۳/۲۷۲ عن روح

والدارمی ۲/۳۹۸ رقم ۲۷۴۰ عن یزید بن ہارون واحمد ایضاً ۳/۱۷۶

ومسلم ۱/۶۷ رقم ۷۱

وابن ماجہ ۱/۲۶ رقم ۶۶

کلاهما (مسلم، ابن ماجہ) عن محمد بن بشار و محمد بن المثنی
 ثلاثتهم (احمد، محمد بن بشار، محمد بن المثنی) عن محمد بن جعفر
 والبخاری ۱/ ۵۶ رقم ۱۳ عن مسدد عن يحيى بن سعيد القطان
 والترمذی ۴/ ۲۱۸ رقم ۲۶۳۴
 والنسائی ۸/ ۱۲۵ رقم ۵۰۳۹

کلاهما (ترمذی والنسائی) من سويد بن نصر عن عبد الله بن المبارك
 والنسائی ايضا ۸/ ۱۱۵ رقم ۵۰۱۶ عن حميد بن مسعدة عن بشر
 ثمانيتهم (حجاج، روح، يزيد، محمد بن جعفر، يحيى القطان، عبد الله النصر، بشر)
 عن شعبة

وثلاثتهم (مام، حسين المعلم، شعبة) عن قتادة عن انس بن مالك عن النبي ﷺ مثله
 بفرق يسير جدا

وقال الترمذی هذا حديث صحيح
 پھر شاہد کر کرے جیسا کہ مختصر اسلوب کے ضمن میں بیان کیا گیا۔

کتاب حدیث کی تین قسمیں

ائمہ حدیث نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ بالفاظ دیگر مصادر حدیث کی
 تین قسمیں ہیں اور حدیث کو ان کتابوں کی طرف منسوب کرنے کے لئے جو صیغے استعمال کئے جاتے ہیں
 وہ بھی مختلف ہیں۔

(۱) کتب اصلیہ :

وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے احادیث اپنی سند سے ذکر کی ہے، چاہے وہ کتابیں
 مندرجہ ذیل موضوعات میں سے جس موضوع پر ہوں۔

- (۱) حدیث: جیسے کتب ستہ، مؤطا امام مالکؒ، مسند احمد بن حنبلؒ وغیرہ
 - (۲) عقیدہ: جیسے الایمان (ابو بکر بن ابی شیبہؒ)، الایمان (ابن مندہ) وغیرہ
 - (۳) تفسیر: جیسے تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ
 - (۴) فقہ: جیسے کتاب الام (امام شافعیؒ) المجلی (ابن حزمؒ)
 - (۵) اصول فقہ: جیسے الرسالة (امام شافعیؒ)، الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم ظاہری
 - (۶) تاریخ: جیسے تاریخ طبری، تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) وغیرہ
- یہ وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے احادیث اپنی سند سے ذکر کی ہے۔

(۲) کتب شبہ اصلہ:

وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے احادیث اپنی اسانید سے ذکر نہیں کی ہیں بلکہ کتب اصلہ میں وہ احادیث جن اسانید سے مذکور تھیں ان احادیث کو انہیں اسانید کے ساتھ ذکر کر دیا۔ جیسے تفسیر ابن کثیرؒ، حنفیہ الاشراف، نصب الراية اور امام سیوطی کی اکثر تصانیف وغیرہ

نوٹ: کتب شبہ اصلہ سے احادیث نقل کرنے کے بجائے کتب شبہ اصلہ میں جن کتب اصلہ کا حوالہ دیا گیا ہو ان کتب اصلہ کی طرف مراجعت کر کے حدیث کو نقل کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کتب شبہ اصلہ میں جن کتب اصلہ کا حوالہ دیا گیا ہو وہ کتابیں مفقود ہوں یا مخطوط یا مطبوع ہوں مگر ان تک رسائی ناممکن یا مشکل ہو تو کتب شبہ اصلہ کی طرف حدیث کو منسوب کر کے تحریر کرنا درست ہے۔

جیسے کوئی حدیث تفسیر ابن کثیرؒ میں ہو اور اس میں بخاری کا حوالہ دیا ہو تو اس حدیث کو بخاری شریف کی مراجعت کئے بغیر ابن کثیرؒ پر اعتماد کر کے لکھنا نہیں چاہئے، اور ابن کثیرؒ کے حوالہ کے بغیر سیدھے ہی بخاری کا حوالہ دینا نہیں چاہئے تاکہ خود بخاری میں وہ حدیث نہ دیکھ لی جائے۔ ہاں اگر بخاری شریف مفقود ہو جائے یا اس کا ملنا مشکل ہو جائے تو ابن کثیرؒ پر اعتماد کر کے بخاری کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سیدھے ہی بخاری کا حوالہ نہ دیا جائے بلکہ

اس طرح تحریر کیا جائے کہ اس حدیث کو ابن کثیرؒ نے بخاریؒ کے حوالہ سے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔
(۳) کتب غیر اصلہ :

وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے کتب اصلہ سے احادیث بدون سند ذکر کر دی ہوں جیسے
ریاض الصالحین (نوی) بلوغ المرام من اولیہ الاحکام (ابن حجر) جامع صغیر (سیوطی) الدر المنثور
(سیوطی) جمع الفوائد (محمد مغربی) مشکوٰۃ (خلیب تبریزی) وغیرہ
کتب غیر اصلہ کی احادیث کو منسوب کرتے ہوئے تحریر کرنے کا وہی حکم ہے جو کتب شہ
اصلہ کے ضمن میں بیان کیا گیا۔

✽ کتب ثلاثہ کی طرف حدیث کو منسوب کرنے کے صیغہ :

(۱) اگر حدیث کتب اصلہ میں سے کسی کتاب کی ہو تو لکھنے کا طریقہ یہ ہے باخر جہ البخاری اور رواہ
البخاری فی صحیحہ

(۲) اگر حدیث کتب شہ اصلہ میں سے کسی کتاب کی ہو تو اس طرح لکھا جائے باخر جہ ابن مردویہ
فی تفسیرہ کما فی تفسیر ابن کثیر یا ذکرہ یا اورہ ابن کثیر فی تفسیرہ و عزاء الی ابن مردویہ اور
جلد صفحہ کتاب شہ اصلی کے فوراً بعد لکھنا چاہئے۔

(۳) کتب غیر اصلہ میں سے کسی کتاب کی حدیث ہو تو اس کے لکھنے کا طریقہ اس طرح ہے باخر جہ یا
رواہ احمد فی زہدہ کما فی الجامع الصغیر یا ذکرہ یا اورہ السیوطی فی الجامع الصغیر و عزاء
الی الزہد لأحمد اور جلد صفحہ کتاب غیر اصلی کتاب کے نام کے فوراً بعد لکھنا چاہئے۔

باخر جہ اور رواہ کے صیغہ کا استعمال کتب شہ اصلہ اور کتب غیر اصلہ کے لئے کرنا درست
نہیں ہے، اسی وجہ سے مخرج پر ضروری ہے کہ وہ کتب حدیث، ان کی تالیف کے طریقے اور کتب حدیث
کے طبقات کے ساتھ ساتھ ان میں سے کون سی کتابیں اصلہ، کون سی شہ اصلہ اور کون سی غیر اصلہ ہیں
ان باتوں سے واقف ہوں۔

باب دوم علم جرح و تعدیل

جرح

جرح فعل کے وزن پر ہے جو باب فتح سے آتا ہے جس کا مصدر جرحا راہما کن کے ساتھ ہے جس کے معنی زخمی کرنا ہے اور یہی کلمہ جب جرح فعل کے وزن پر باب سمع سے ہوتا ہے تو اس کا مصدر جرحا راہ کے فخر کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کے معنی زخمی ہونا ہوتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف

راویوں کے ایسے عیوب بیان کرنا جو ان کی عدالت اور ضبط کو ختم کر دے یا انہیں عیب دار بنادے جس سے ان کی روایت مردود ہو جائے۔ (دراسات فی الجرح والتعدیل۔ ص ۵۴)

تعدیل

تعدیل ”عدل“ سے ماخوذ ہے جو عام طور سے انصاف کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جو ظلم و جور کے مخالف ہے اس طرح سے ہر وہ چیز جس کی درستگی سے دل کو اطمینان ہو اس کو بھی عدل کہتے ہیں۔ تعدیل کے معنی ہے کسی کو درست کرنا۔ تعدیل الشہود کا مطلب ہے کہ گواہان کو عادل و درست قرار دیا جائے۔

اصطلاحی تعریف

راوی پر حکم لگانا کہ وہ عادل اور ضابط ہے۔ (مقدمہ ابن صلاح)

علم جرح و تعدیل

یہ ایک ایسا علم ہے جس میں راویوں کے جرح و تعدیل کے بارے میں مخصوص کلمات کے ذریعہ ان کے مراتب کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ (المجلد فی ذکر صحاح السنۃ - ص ۱۵)

جرح و تعدیل کا شرعی حکم

جرح و تعدیل کا اصل مقصد شریعت کی حفاظت کرنا اور ہر طرح کی فتنہ پردازیوں سے اسے پاک رکھنا اور غیر ثابت شدہ چیزوں سے دین کو محفوظ رکھنا ہے۔ اس علم سے نہ کسی کی عیب جوئی مقصد ہوتی ہے اور نہ پردہ دری مقصود ہوتی ہے اور نہ کسی کی خوشنودی حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا واحد مقصد اظہار حقیقت ہے تاکہ اس کی روشنی میں احادیث رسول ﷺ دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کی جاسکے۔ جرح و تعدیل کا قرآن سے ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں باری سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا۔ (سورۃ حجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹی خبر دینے والے آدمی کی خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیا اور ایسے آدمی پر فاسق کا حکم لگایا ہے جو ایک طرح کی جرح ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ جرح و تعدیل دونوں ثابت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کافی مشہور ہے جس میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت دینے کے ساتھ ساتھ فرمایا کہ اذنوالہ بنس اخو العشیرۃ (اے امیر! آنے کی اجازت دے دو۔ یہ شخص اپنے خاندان میں برا شخص ہے۔) پھر جب وہ شخص بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے بڑی ختمہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور مسکرا کر اس کے ساتھ گفتگو کی۔ جب وہ شخص رخصت ہو گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض

کیا یا رسول اللہ ﷺ نے تو اس شخص کے بارے میں ایسا ایسا کہا تھا (یعنی یہ فرمایا تھا کہ وہ شخص اپنے خاندان میں برا شخص ہے) مگر آپ نے بڑی عمدہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور خوب مسکرا کر باتیں کی ایسے سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے مائتہ ائمہ نے مجھے فحش گو بد اخلاق کب پایا ہے؟ جیہنا قیامت کے دن خدا کے نزدیک درجہ کے اعتبار سے سب سے بدتر شخص وہ ہوگا جس کو لوگ اس کی برائی کے ڈر سے چھوڑ دیں ایک روایت میں الفاظ ہیں کہ جس کی فحش گوئی سے ڈر کر لوگ اس سے اجتناب کریں (بخاری کتاب الاداب باب المواراة الی الناس صفحہ ۱۰۶۸ رقم ۶۱۳۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے شر سے بچنے کے لئے اس کو ترک کر دینا درست ہے اسی طرح راویوں کے شر سے بچنے کے لئے ان کو متروک قرار دینا درست ہے۔ اس لئے انھیں اخوا العشیرة جرح مریح کے مترادف ہے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کے شر سے بچنے کے لئے عمدہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا اور اس سے مسکرا کر بات کی اور اس کی خاطر مدارات کی لیکن ساتھ ساتھ اس آدمی میں جو شر تھا اس سے بھی لوگوں کو آگاہ کر دیا تاکہ لوگ اس طرح کے لوگوں سے ہوشیار رہیں۔ اس کے حال کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں آپ ﷺ نے اس کی رہایت نہیں فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ طرف سے تعدیل کی مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور میں اس ریشمی کپڑے کے ذریعہ جنت کے جس محل کی طرف بھی جانا چاہتا ہوں وہ ٹکڑا مجھ کو اڑا کر وہاں پہنچا دیتا ہے۔ (یعنی مجھ کو ایسا لگا جیسے وہ ٹکڑا میرے لئے ہلکے بن گیا اور میں جنت کے جس بلند درجہ تک جانا چاہتا ہوں اس ہلکے کے ذریعہ اڑ کر پہنچ جاتا ہوں) پھر میں نے یہ خواب اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور انھوں نے اس خواب کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ جہارا بھائی مرد صالح ہے یا یہ الفاظ فرمائیں کہ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ مرد صالح ہے (بخاری کتاب التفسیر

باب الا مشہوری ودخول الجنة فی المنام ص ۱۲۱ رقم ۷۰۱۵

آپ ﷺ طرف سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ ایک طرح سے تعدیل ہے اسی وجہ سے اہل علم نے لفظ ”صارح“ کو بھی عدالت کے لئے استعمال کیا ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے اپنے نکاح کے سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے مشورہ کیا اور عرض کیا کہ معاویہ بن ابوسفیان اور ابوجہم بن صفوان نے مجھے پیغام نکاح دیا ہے کس سے نکاح کرنا بہتر ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اما ابو جہم فلا یضع عصاه عن عاتقه واما معاویہ فصعلوک لا مال له انکحی اسامہ بن زید فکرتہ ثم قال انکحی اسامہ فنکحتہ فجعل اللہ فیہ خیرا واغتبطت۔۔ یعنی ابوجہم عورتوں کو بہت مارتے ہیں اور معاویہ فقیر آدمی ہیں اسامہ سے نکاح کرلو۔ میں نے اس بات کو ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے واپس فرمایا کہ اسامہ سے نکاح کرلو چناں چہ میں نے حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بھلائی مقرر فرمادی اور اس نکاح کی وجہ سے مجھ سے رشک کیا جانے لگا۔ (مسلم شریف۔ کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها۔ ص ۶۳۹: ۶۴۰)

اس حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ نے دو آدمیوں کا عیب بیان کیا جو جرح کے مترادف ہے اور ایک سے نکاح کرنے کا حکم دیا جو ان کی تعریف اور تعدیل کے مترادف ہے یہاں معاملہ صرف شادی بیاہ کا تھا جس میں زوجین کی خیر خواہی مقصود تھی اگر زوجین کی بھلائی، حقوق کی حفاظت اور ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی کی اچھائی یا برائی بیان کی جاسکتی ہے تو شریعت محمدی جس سے پوری امت کی بھلائی وابستہ ہے اس کی حفاظت کے لئے راویوں کی خوبی اور خرابی کیوں بیان نہیں کی جاسکتی ہے؟؟؟

ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا من روى عنی حدیثا وهو یعلم انه کذب فهو احدی الکاذبین۔ (ترمذی کتاب العلم باب فیمن روى حدیثا وهو یری انه کذب رقم ۲۶۶۲)

جو شخص میری طرف منسوب کرتے ہوئے کوئی حدیث بیان کرے حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ بات جھوٹی ہے (یعنی میری بیان کی ہوئی نہیں ہے) تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

اس حدیث کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے صحیح اور موضوع روایات کی معرفت کی ترغیب دی ہے۔ اور موضوع روایتوں کے بیان کرنے سے منع فرمایا ہے اسی کے ساتھ ساتھ اس طرح جھوٹی بات منسوب کرنے والے کو دروغ گو اور کاذب فرمایا ہے یہ کلمہ جرح شدید کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جب دنیاوی اغراض و مقاصد کے لئے گواہوں پر باجماع امت جرح کی جاسکتی ہے اور ان کا حزب کیا جاسکتا ہے تو دین کی حفاظت کے لئے راویوں پر جرح بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی۔ اس لئے کہ ان ہی روایت پر شریعت کا دارومدار ہے اور حلال و حرام کی معرفت میں احتیاط برتنا حقوق و معاملات میں احتیاط برتنے سے زیادہ اہم ہے۔ نیز اگر جرح و تعدیل کرنا جائز نہ ہوتا تو صحیح ضعیف اور موضوع کے درمیان تمیز کرنا ممکن نہ ہوتا اور اس طرح سے یہ شریعت غلط ملط ہو کر صحیح و غلط کا مجموعہ بن جاتی۔ (الحفظ فی ذکر صحاح السنہ صفحہ ۱۵۰)

امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کے مقدمہ میں ایک باب قائم کیا ہے جس میں راویان حدیث پر نقد کرنے کی دلیلیں ذکر کی ہیں بڑے بڑے محدثین کے راویوں کے بارے میں اقوال اہل کلمے میں فرمایا ہیں کہ محدثین کرام نے اخبار و احادیث کے ناقلین اور راویوں کے عیوب بیان کرنے کو اپنے اوپر لازم سمجھا اور جب ان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے ماہرانہ جرح کا اسی لئے فتویٰ دیا کہ اس میں بڑا فائدہ تھا اس لئے کہ روایات دین کے بارے میں وارد ہوتی ہے اور اس میں تحلیل و تحریم، امر و نہی اور ترغیب و ترہیب وغیرہ موضوعات سے متعلق روایات ہوتی ہے۔

امام نوویؒ نے جرح و تعدیل کو ایک دینی فریضہ بتاتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے۔ ”راویوں پر جرح کرنا جائز ہی نہیں بلکہ باہتمامی و عطا واجب ہے اس لئے کہ اس سے شریعت اسلامیہ کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیر خواہی مقصود ہوتی ہے۔ کسی کی

عیب جوئی یا پردہ دری مقصود نہیں ہوتی ہے۔ بڑے بڑے اہل علم کا اسی کے مطابق عمل رہا ہے۔ (مسلم مع نووی ص ۲۰)

امام احمد بن حنبلؒ ایک مرتبہ کسی راوی پر کھد کر رہے تھے تو ابو تراب غشی نے ان سے بطور اعتراض عرض کیا کہ آپ علما کی غیبت کرتے ہیں پس سن کر امام احمدؒ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم پر ایہ غیبت نہیں بلکہ خیر خواہی ہے۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۵۴)

ابو بکر بن خلاد نے یحییٰ بن سعید سے کہا کہ امانہ غشی ان یكون هؤلاء خصمائك عند الله کہ کیا آپ کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ وہ راویان حدیث جن کی احادیث کو آپ نے ترک کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کے مد مقابل اور خصم بن کر آئیں؟ پس سن کر یحییٰ بن سعید نے فرمایا لا ینکون هؤلاء خصمائی احب الی من ان ینکون خصمی رسول اللہ ﷺ بقول لم ینکون الخصم عنی (تدریب) یعنی یہ لوگ میرے مد مقابل ہوں یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس بات کے مقابلہ میں کہ میرے مد مقابل اور خصم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہوں آپ ﷺ سے فرمادیں کہ میرے اوپر جھوٹ گھڑا جا رہا تھا تم نے میری طرف سے دفاع کیوں نہیں کیا؟ معلوم ہوا کہ راویوں کے بارے میں جو کچھ کلام کیا جاتا ہے اور جو ان کا عیب ذکر کیا جاتا ہے وہ ایک دینی ضرورت کے پیش نظر کیا جاتا ہے جو غیبت محرمہ میں داخل نہیں ہے

ایمن کہاں فرماتے ہیں کہ انما الغیبة ما یرید القائل القدح فی المعقول فیہ وائمئنا رحمہم اللہ تعالیٰ انما ینوا هذه الأشياء واطلقوا المجرح فی غیر المعقول لئلا یحتج باخبارهم لا انهم ارادوا ثلمهم والوقیعة فیہم والاخبار عن الشی لا ینکون غیبة اذا اراد القائل به غیر التلب یعنی کسی پر محض عیب لگانے کے لئے جرح کی جائے تو اسے غیبت کہا جاتا ہے ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو ان چیزوں کو بیان کیا ہے اور غیر مادل راویہ پر جو جرحیں کی ہیں اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان رواۃ کی روایت سے استدلال نہ کیا جائے، ان پر عیب لگانا مقصد نہیں تھا جب مخبر کا ارادہ خبر دینے کے ذریعہ عیب

لگانا نہ ہو تو یہ ضیبت عمر میں داخل نہ ہوگی۔ (الجر و جین۔ ۱/ ۲۴)

عفان بن مسلم کہتے ہیں کہ اسماعیل بن علیہ کی مجلس میں ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے سے روایت بیان کی میں نے کہا ان سے روایت نہ کرو یہ ثقہ نہیں ہے تو انھوں نے کہا کہ تم نے ان کی ضیبت کر دی۔ اسماعیل بن علیہ نے کہا یہ ضیبت نہیں ہے بلکہ ان پر صرف ثقہ نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ (الجر و جین۔ ۱/ ۲۴)

امام شعبہ فرماتے تھے قم حتی تغتاب فی اللہ تبارک و تعالیٰ کہ اٹھو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ضیبت (روایت کی چھان بین) کریں۔ (الجر و جین/ ۲۵)

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے علمائے محدثین پر یہ عیب لگایا ہے کہ وہ راویانِ حدیث کی برائی بیان کرتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں ان کے عظیم مقصد کا علم نہیں ہے ان کا اصل مقصد صرف دینی مسائل میں احتیاط برتنا تھا تا کہ کسی ایسی چیز پر عمل نہ کیا جائے جو دین سے خارج ہو۔ (الاصول ۱/ ۳۰)

کچھ ائمہ جرح و تعدیل کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جو شریعت دی ہے وہ دائمی اور ابدی شریعت ہے، لہذا اس امت اس کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری خود رب کائنات اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے ذمہ لانا نحن نزلنا الذکر و انالہ لحافظون چناں چہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی حفاظت کرنے کے لیے ایسے افراد کو پیدا کیا جنہوں نے اسے محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور اس میں رخنہ ڈالنے کی جتنی ناپاک کوششیں کی گئیں سب کی گرفت کی انھوں نے اس کام کے لیے ہر ضروری تدبیر اختیار کی حالات و ضرورت کے مطابق سب سے پہلے تحقیق و جستجو اور روایت میں احتیاط کو ملحوظ رکھا پھر آہستہ آہستہ حسب ضرورت طلب اسناد، معرفت رجال اور قبول روایت کے اصول و ضوابط مقرر کیے۔ تحقیق و تثبیت کا یہ کام دور صحابہ سے شروع ہو چکا تھا

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قہیصہ بن زکیہ رضی اللہ عنہ نے یہ اطلاع دی کہ جدہ (وادی) کا حصہ اللہ کے رسول ﷺ نے میراث میں ایک سدس مقرر فرمایا ہے تو آپ نے اسے نافذ کرنے سے پہلے اس کی مزید تحقیق کی۔ اس لیے کہ معاملہ حقوق و اموال کا تھا۔ جب اس بات کی تصدیق محمد بن مسلمہؓ نے کی تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے نافذ کیا، بقول امام ذہبیؒ کہ تحقیق و احتیاط کی یہ پہلی کوشش تھی جس کی بنیاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رکھی۔ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر صحابہؓ نے بھی تحقیق و احتیاط کو ملحوظ رکھا اور صحابہؓ کی پیروی کرتے ہوئے تابعین، تبع تابعین، تابع اتباع تابعین اور ان کے تلامذہ در تلامذہ نے گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا۔ پچھٹی صدی کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ راویان حدیث پر نئے اقوال اور جدید فقہ کا دروازہ بند ہو گیا اب ان کی جمع و ترتیب، ان میں مقابلہ آرائی، استنباط نتائج، بحث و مباحثہ، تہذیب و تمدن وغیرہ کا کام رہ گیا تھا جو ہر دور میں کسی نہ کسی حد تک ہوتا رہا اور ان شاء اللہ ہوتا رہے گا۔ اس طرح ان ائمہ ہدی و مصابیح الدینی خدام سنت نبوی ﷺ پر پاسان ملت ہیضاء نے سنت رسول ﷺ قیامت تک کے لیے محفوظ کرنے کا ایسا انتظام کر دیا کہ اس میں نفوذ اور خلل اندازی کی ہر کوشش ناکام و نامراد ہو گئی اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا وعدہ ”انا نحن لولنا اللہ کروا لہ لحافظون“ مکمل ہو گیا۔ (جرح و تعدیل)

ائمہ جرح و تعدیل کا اظہار حق

ائمہ جرح و تعدیل کی تحقیق بڑی معیاری، ان کا فیصلہ مبنی بر الصاف اور ان کی باتیں سراپا صداقت ہوا کرتی تھیں، یہ لوگ حق گوئی و بے باکی کی زندہ مثال تھے، بلا خوف و خطر بر ملا حق کا اظہار کرتے تھے، قرابت داروں کی قرابت داری، دوست و احباب کی دوستی و محبت اور معاشرہ کے کسی دباؤ کا خیال کیے بغیر فیصلہ سناتے تھے۔

امام حشہ فرماتے ہیں حسان بن حسان کا مجھے بڑا خوف ہے وہ میرے داماد ہیں لیکن حافظ

حدیث نہیں ہیں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ۱/۸۱)

وکیج بن جراح اپنے والد سے محض بیعت المال کا ذمہ دار ہونے کی وجہ سے روایت بیان کرنے میں احتیاط برتتے تھے اور اگر ان کے واسطے سے بیان بھی کرتے تھے تو ساتھ میں کسی اور راوی کی موافقت ملاتے تھے۔ (اسباب اختلاف الحدیث ۵۰/۵۰)

علی بن مدنی سے جب ان کے والد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے سر جھکا لیا اور فرمایا کہ یہ دین کا معاملہ ہے، میرے والد ضعیف راوی ہیں۔ (تہذیب المعانی ۱۷۶/۵۰)

یحییٰ بن معین نے علی بن قرین کے بارے میں فرمایا کہ وہ کذاب ہے جب ان سے کہا گیا کہ یہ تو آپ کی خدمت میں بکثرت رہتے تھے یعنی آپ سے دوستی تھی تو فرمایا کہ بات صحیح ہے مگر حق بات نہ کہوں تو اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے۔ (التاریخ ۷۷/۷۷)

زید بن ابیہ نے اپنے بھائی کے بارے میں فرمایا کہ میرے بھائی سے روایت مت کرو ان کا شمار کذابین میں ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم ۲۰/۲۰)

امام ابو داؤد صاحب سنن اپنے بیٹے عبداللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ (میزان الاحوال)

محدثین کا وجدانی ملکہ

ان محدثین کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ نور باطن اور وجدانی ملکہ عطا فرمایا تھا کہ کسی راوی کی روایت سننے اور دیکھنے کے ساتھ ہی سمجھ جاتے تھے کہ یہ راوی جھوٹا ہے یا سچا، روایت صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع۔ حدیث رسول ﷺ موجود نور نبوت کی جھلک، آپ کے کلمات کی لطافت و صداقت اور آپ ﷺ کی معیاری گفتگو ان لوگوں کے دل و دماغ میں اس طرح کی دست ہو چکی تھی کہ روایت کو سننے ہی انھیں ایک طرح کا لطیف احساس ہو جاتا تھا کہ یہ حدیث رسول ہے یا نہیں ہے؟

ربیع بن خثیم ایک جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ان من الحدیث حدیثا لا ھوء کھوۃ النھار وان من الحدیث حدیثا لا ظلمة کظلمة اللیل نعرفہ بہا بعض احادیث میں دن کی

روشنی کے مانند روشنی ہوتی ہے اور بعض احادیث میں رات کی تاریکی کے مانند تاریکی ہوتی ہے جس سے ہم اس کا صحیح و غلط ہونا پہچان لیتے ہیں۔ (تدریب الراوی / ۱ / ۲۳۳)

عہد الرحمن بن مہدی نے فرمایا کہ حدیث کی معرفت ایک الہامی ہستی ہے ہر اوقات اگر ہم کسی عالم سے جو حدیث کی علت بیان کرتا ہے دلیل طلب کرو تو وہ دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ (معرفۃ علوم الحدیث)

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حدیث منکر کو سن کر محدث کے روئیکے کھڑے ہو جاتے ہیں اور قلب اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ (تدریب الراوی / ۱ / ۲۳۳)

شیخ ابوالحسن علی بن عروہ کتاب الکواکب میں فرماتے ہیں کہ: ”جس کی فطرت سلیم ہو اور اس کا قلب نور نقوی سے منور ہو اور صدق و اخلاص اس کا مزاج طائی بن چکا ہو، بات کو سنتے ہی اسے جھوٹ و جھجکا پتہ چل جاتا ہے، بعض بزرگان دین فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کلام پورا ہونے سے پہلے ہی میں اس کی مراد کو سمجھ جاتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وَلَوْ لَعَنَهُمُ لَمَلَعْنَهُمُ الْقَوْلَ اے نبی ﷺ نے آپ کو ایسا خاص نور فرما دیا کہ عطا کیا ہے کہ آپ اس کے ذریعہ منافقین کو ان کے لب و لہجہ سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ نفاق کی بات ہے۔ (قواعد التحدیث)

حافظ بلقینی کا ارشاد ہے: ”اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی انسان کی چند سالوں تک خدمت کرے گا تو وہ اس کی ان تمام چیزوں سے واقف ہو جائے گا جو اسے پسند ہیں یا نا پسند ہیں، پس اگر کوئی دعویٰ کرے کہ وہ فلاں چیز کو نا پسند کرتا ہے جس کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ وہ پسند کرتا ہے تو فقط اس کی بات سنتے ہی اس کی تکذیب کر دے گا۔ (تدریب الراوی / ۱ / ۲۳۳)

علامہ ابن وقیع العید فرماتے ہیں کہ: ”محدثین کرام کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینے کا تعلق اکثر حدیث کے متن اور اس کے الفاظ سے ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان حضرات محدثین کو نبی کریم

حفظ کے الفاظ کے کثرت استعمال سے ایک خاص ذوق و ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس سے وہ حضور ﷺ کے الفاظ اور دوسروں کے الفاظ میں تمیز کر لیتے ہیں۔ (توضیح الافکار ۹۳/۲)

ائمہ جرح و تعدیل کے بارے میں معلومات کی جگہیں

ان ائمہ جرح و تعدیل کی تعداد بہت زیادہ ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے دور میں جرح و تعدیل کی ذمہ داری سنبھالی تھی ان سب حضرات کا تفصیلی اور اجمالی ذکر اسلاف کی کتابوں میں موجود ہے، ان کتابوں میں تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء مقابل ذکر ہے۔

ان میں سے چند بڑے بڑے ماہرین فن اور اکابر فقہ کا تفصیلی ذکر ابن ابی حاتم رازی نے ”الجرح والتعدیل“ کے مقدمہ میں کیا ہے، جن کی تعداد سترہ (۱۷) ہیں، اسی طرح چند اہم اکابرین کا ذکر خیر ابو حاتم ابن حبان نے ”المجروحون من المحدثین“ کے مقدمہ میں کیا ہے۔

حافظ ابن عدی نے مقلمۃ الکامل فی ضعیفہ الرجال ”میں دور صحابہ سے لے کر اپنے دور تک کے علمائے فقہ کا تذکرہ کیا ہے، جن کی تعداد (۷۷) ہیں۔

امام ذہبی نے ”ذکر من یعتد قولہ فی الجرح والتعدیل“ نامی ایک کتاب تالیف کی ہے، جس میں آپ نے اپنے دور تک کہ ان ائمہ کی فہرست پیش کی ہے، جن کے اقوال جرح و تعدیل کے سلسلہ میں مقبول ہیں، ان کی جملہ تعداد اس کتاب میں ۱۵۷ ہے۔

امام سخاویؒ نے ”المتکلمون فی الرجال“ ”اولاً اعلان بالتوییح“ میں ۲۰۹ افراد کا ذکر ترحیب وار کیا ہے۔ یہاں دسویں صدی تک کہ مشہور ائمہ فقہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مشہور ائمہ جرح و تعدیل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شعب بن الحجاج (م ۱۶۰) (۲) یحییٰ القطان (م ۱۹۸)

(۳) عبد الرحمن بن مہدی (م ۱۹۸) (۴) ابن سعد (م ۲۳۰)

- (۵) عیسیٰ بن معین (م: ۲۳۳)
 (۶) علی بن المدینی (م: ۲۳۳)
 (۷) امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱)
 (۸) امام بخاری (م: ۲۵۶)
 (۹) امام مسلم (م: ۲۶۱)
 (۱۰) عجل (م: ۲۶۱)
 (۱۱) ابو زرہ رازی (م: ۲۶۳)
 (۱۲) ابو داؤد سجستانی (م: ۲۷۵)
 (۱۳) ابو حاتم رازی (م: ۲۷۷)
 (۱۴) یعقوب بن سفیان (م: ۲۷۷)
 (۱۵) ابویسی ترمذی (م: ۲۷۷)
 (۱۶) امام نسائی (م: ۳۰۳)
 (۱۷) ابن ابی حاتم (م: ۳۲۷)
 (۱۸) ابو حاتم ابن حبان (م: ۳۵۴)
 (۱۹) دارقطنی (م: ۳۸۵)
 (۲۰) ابن عساکر (م: ۳۸۵)
 (۲۱) ابن عساکر (م: ۳۸۵)
 (۲۲) ابن عساکر (م: ۳۸۵)
 (۲۳) ابن عساکر (م: ۳۸۵)
 (۲۴) ابن عساکر (م: ۳۸۵)
 (۲۵) حافظ مزنی (م: ۷۴۳)
 (۲۶) ابن عبد الجاد (م: ۷۴۳)
 (۲۷) حافظ ذہبی (م: ۷۴۸)
 (۲۸) ابن القیم (م: ۷۵۱)
 (۲۹) حافظ حلانی (م: ۷۶۱)
 (۳۰) ابن رجب (م: ۷۹۵)
 (۳۱) حافظ ابن حجر (م: ۸۵۲)
 (۳۲) ابن الکیلال (م: ۹۳۹)
 (۳۳) سخاوی (م: ۹۰۴)

قواعد جرح و تعدیل

قاعدہ نمبر (۱) جرح و تعدیل میں اسباب کا ذکر کرنا

جب کوئی شخص کسی راوی پر جرح کرے یا کسی کی تعدیل کرے اور اسباب جرح یا اسباب تعدیل ذکر کر دے تو تمام علما کے نزدیک یہ جرح منسرح و تعدیل منسرح قابل قبول ہوتی ہے لیکن اگر جرح و تعدیل بلا سبب بیان کرے ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ تعدیل مبہم مقبول ہے لیکن جرح مبہم مقبول نہیں اس لیے کہ عدالت کے اسباب بے شمار ہیں جن کا ذکر کرنا مشکل ہے اس کے مقابلہ میں جرح کے اسباب کم ہوتے ہیں جن کا بیان کرنا آسان ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسباب جرح کے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی ہے، بہت سے حضرات ایسی چیزوں کو جرح سمجھ لیتے ہیں جو حقیقت میں قابل جرح نہیں ہوتی مثلاً امام شعبہؒ سے کسی نے کسی کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ نے ان سے روایت لینا کیوں ترک کر دیا تو امام شعبہؒ نے جواب دیا کہ دایتہ یو کض علی ہو ذن فتر کھہ کہ میں نے ان کو گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے دیکھا اس لیے میں نے ان سے روایت لینا ترک کر دیا حالانکہ گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ لگانا کوئی جرح کا سبب نہیں ہے۔

اسی طرح شعبہؒ سے کسی نے زاذان کے بارے میں سوال کیا تو شعبہؒ نے فرمایا کان کلہو الکلام یعنی وہ گفتگو زیادہ کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی کوئی ایسا سبب نہیں ہے جس سے راوی مجروح ہو جائے اور اس کی روایات کو اس کی وجہ سے ترک کر دیا جائے۔

اسی طرح شعبہؒ نے ابو غالب سے محض اس وجہ سے روایت کرنا چھوڑ دیا کہ وہ دھوپ میں بیٹھ

کرا حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ (الکفایہ ص ۱۰۳، ۱۰۴)

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ عدالت کے اسباب بیان کرنا ضروری ہے لیکن جرح کے اسباب بیان کرنا ضروری نہیں ہے کیوں کہ عدالت کا حکم لگانے میں آدمی کو ظاہری شکل و صورت دیکھ کر دھوکہ ہو سکتا ہے جیسا

کہ امام مالکؒ سے ان کے عہد الکریم بن ابوالخاریق سے روایت کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ عہد الکریم کے مسجد میں بکثرت بیٹھنے نے مجھے دھوکہ میں ڈال دیا۔ (فتح المغیبہ ۱/۲۵۷)

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں (جرح و تعدیل) میں اسباب کا بیان کرنا ضروری ہوگا اس لیے کہ جس طرح اسباب جرح میں غلطی کا امکان ہے اسی طرح اسباب تعدیل میں بھی غلطی کا امکان ہوتا ہے کیوں کہ بسا اوقات لوگ ظاہری شکل و صورت دیکھ کر ٹکھاہت کا حکم لگا دیتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے اسی طرح کبھی ایسے اسباب کی وجہ سے جرح کر دیتے ہیں جو حقیقت میں اسباب جرح نہیں ہوتے ہیں۔ (ضوابط الجرح والتعدیل ص ۳۶، تدریب الراوی ۱/۲۶۰)

(۴) جرح و تعدیل دونوں مبہم یعنی بغیر اسباب ذکر کئے قابل قبول ہوں گے بشرطیکہ کسی ایسے صاحب بصیرت شخص نے جرح و تعدیل کی ہو جس کے افعال و اعتقاد اطمینان بخش ہو۔ (تدریب الراوی ۱/۲۶۰)

پہلے قول کو اکثر علما نے رائج اور قابل قبول قرار دیا ہے، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول حنفیوں کے حق میں بہتر تھا لیکن متاخرین کے حق میں بہتر نہیں تو بے جا نہ ہوگا کیوں کہ متاخرین کا اعتماد اس فن میں تصنیف شدہ کتابوں پر ہے لہذا ان کے حق میں یہ بہتر ہوگا کہ جرح و تعدیل کسی امام فن، عالم بالاسباب کی طرف سے صادر ہو تو بغیر اسباب ذکر کئے قابل قبول ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جرح و تعدیل پر تصنیف شدہ کتابیں جس میں بے شمار اقوال جرح و تعدیل موجود ہیں اکثر ان میں اسباب ذکر نہیں کئے ہیں۔ (جرح و تعدیل ۱۸۵)

(۵) حافظ ابن حجر کا قول : اگر کسی ایسے راوی کے حلق جرح مبہم ہو جس کی ائمہ فن نے توثیق کر دی ہو تو پھر جرح مبہم قبول نہ ہوگی بلکہ جرح کا مفسر ہونا ضروری ہوگا اس لئے کہ جب اس آدمی کی توثیق ہو چکی ہے تو بغیر کسی امر جلی کے اس کی ٹکھاہت ختم نہ ہوگی اور اگر کسی ایسے راوی کے بارے میں جرح مبہم وارد ہو

جس کی کسی نے تعدیل و توثیق نہیں کی ہے تو پھر جرح مبہم قابل قبول ہوگی بشرطیکہ کہ ہارج امام فن اور ہارف ہا سباب الجرح والتعدیل ہو۔ (مدرع الراوی ۱/۲۶۱)

قاعدہ نمبر (۲) جرح و تعدیل میں تعارض

جب کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل میں تعارض ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) جرح و تعدیل دونوں ایک ہی امام کی طرف سے صادر ہو (۲) جرح و تعدیل دو یا چند

ائمہ کی طرف سے صادر ہو۔

اگر جرح و تعدیل ایک ہی امام کی طرف سے کسی راوی کے بارے میں صادر ہو تو اس کی

دو قسمیں ہیں۔

(۱) راوی کے بارے میں اس امام کا اجتہاد تبدیل ہو گیا ہو گا ایسی صورت میں آخری قول کو قول فیصل

سمجھنا چاہیے۔ بشرطیکہ معلوم ہو جائے کہ اجتہاد بدل گیا تھا اور آخری قول یہ ہے۔

(۲) اجتہاد بدلانہ ہو تو مندرجہ ذیل طریقہ پر عمل کیا جائے۔

(۱) حتی الامکان دونوں اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۲) اگر دونوں اقوال کے درمیان جمع ممکن نہ ہو تو قرائن کے ذریعہ کسی ایک کو ترجیح دی جائے

(۳) قرائن کے پائے جانے کی صورت میں ترجیح اس طرح دی جائے کہ دونوں اقوال میں

سے جو قول دیگر اہل نقد کے قریب ہو اسے اختیار کر لیا جائے۔

(۴) اگر کسی طرح ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر جب تک کوئی مخرج ظاہر نہ ہو تب تک توقف کیا

جائے۔ یا بقول بعض تعدیل کو ترجیح دے دی جائے۔

اگر تعارض مختلف ائمہ کے اقوال کے درمیان یا دو اماموں کے اقوال کے درمیان ہو جیسے محمد بن

اسحاق مدنی صاحب مغازی کو امام شعبہ نے "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہا ہے اور انھیں کو امام مالکؒ نے

"وہال من الدہاجلہ" کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ۵)

یہاں تعدیل کا اعلیٰ مرتبہ (امیر المؤمنین فی الحدیث) اور جرح کا بدترین مرتبہ (دجال من الدجالہ) ایک دوسرے سے متعارض ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہؒ نے جابر جعفی کے بارے میں فرمایا مارأیت اکذب من جابر الجعفی اعمی جابر جعفی کے بارے میں امام شعبہؒ کا قول ہے اذا قال جابر حدثنا فهو اوثق الناس (میزان الاحتمال ۱۰۴/۲)

یہاں اوثق اور اکذب دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں، ایک سے ٹکابت کا اعلیٰ مرتبہ ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا لفظ جرح کے ادنیٰ مرتبہ پر دلالت کرتا ہے، یعنی دونوں ایک دوسرے سے بالکل متعارض ہے۔

جب اس طرح جرح و تعدیل کے درمیان تعارض ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے، اس کے لیے کچھ اصول و ضوابط ہیں۔

تعارض کب ہوگا؟

لیکن اصول و ضوابط کو معلوم کرنے سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے کہ جرح و تعدیل میں تعارض کب تصور کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں تعارض اس وقت ہوگا جب اقوال کے درمیان تطبیق ناممکن ہو اس لیے کہ بہت سے حالات ایسے ہوتے ہیں جس میں راوی ضعیف ہوتا ہے اور اگر وہ حالات نہ ہوں تو وہ ٹکدہ ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک راوی ایسا ہے جو ابتدائی زمانہ میں ٹکدہ تھا لیکن آخری ایام میں مختلط ہو گیا، پہلی حالت کو جس نے پایا اس نے ٹکدہ قرار دیا اور جس نے آخری حالت کو پایا اس نے اسے ضعیف قرار دیا، اگر اس طرح کی بات ہو تو اسے تعارض نہیں کہا جائے گا بلکہ حالات کا اعتبار کرتے ہوئے فیصلہ کر دیا جائے گا۔

مثلاً عبداللہ بن لہیعہ جو سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہیں اور بہت مشہور ہیں، ابتدائی ایام میں یہ ٹکدہ تھے لیکن جب ان کے کتب خانے میں آگ لگ گئی اور ساری کتابیں جل گئیں اس کے بعد

سے یہ مشتط ہو گئے۔ لہذا ان کی روایتیں جو اختلاط سے پہلے کی ہیں وہ صحیح ہیں اور جو بعد کی ہیں وہ ضعیف ہیں، ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ جب عبادلہ اربعہ ان سے روایت کریں تو ان کی روایت صحیح ہوتی ہے۔ عبادلہ اربعہ یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ بن مبارک (۲) عبداللہ بن یزید مفری (۳) عبداللہ بن وہب (۴) عبداللہ بن مسلمہ قسبی (میزان الاحتمال ۱۷۳/۲)

جن لوگوں کو ابن لہیعہ کے بارے میں پہلے حالات کا علم تھا انھوں نے ان کو ثقہ کہا اور جن لوگوں کو آخری حالات کا علم تھا انھوں نے ان کو ضعیف کہا اس طرح دونوں اقوال کے درمیان کوئی تعارض نہ ہوا۔

اسی طرح بہت سے راوی ایسے ہیں جو خاص جگہ میں ثقہ مانے جاتے ہیں اور دوسری جگہوں میں ضعیف مانے جاتے ہیں، مثلاً اسماعیل بن عیاش شامی جب یہ اپنے ملک یعنی شامیوں سے روایت کرتے ہیں تو ثقہ اور غیر شامیوں سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں۔ (میزان الاحتمال ۴۰۱/۱)

اسی طرح سے بہت سے راوی ایسے ہیں جو خاص استاذ میں ضعیف اور دوسرے اساتذہ سے روایت کرے تو ثقہ مانے جاتے ہیں مثلاً ہشیم بن بشیر جو صحیحین کے راویوں میں سے ہیں اور ثقہ ہیں، لیکن جب امام زہری سے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (میزان الاحتمال ۹۰/۷)

جس نے ان کو ضعیف قرار دیا انھوں نے صرف امام زہری کی روایتوں کو ضعیف کہا ہے لہذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

اسی طرح جابر جعفی کی جو مثال دی گئی اس میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ جابر جعفی ابتدائی ایام میں ثقہ تھے لیکن بعد میں عقیدہ خراب ہو گیا اور رجعت کے قائل ہو گئے تھے، اسی طرح جھوٹ گھڑنا شروع کر دیا تھا، جن لوگوں کو ان کا ابتدائی زمانہ ملا انھوں نے ان کو ثقہ اور جن کو آخری حالات معلوم

ہوئے انھوں نے ان کو ضعیف قرار دیا۔

اسی طرح محمد بن اسحاق کے بارے میں جو تعارض ہوا ہے اس میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے جن لوگوں نے ان کو ثقہ کہا انھوں نے اس سبب کا اعتبار نہیں کیا جس پر امام مالکؒ نے اعتماد کیا ہے یعنی ہشام بن عروہ کا یہ کہنا کہ چوں کہ محمد بن اسحاق نے میری بیوی فاطمہ بنت منذر سے روایت کی ہے جو میرے گھر سے کبھی باہر نہیں نکل لہذا محمد بن اسحاق جھوٹے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ممکن ہے کہ محمد بن اسحاق نے شادی سے پہلے روایت کی ہو، اسی طرح یہ امکان بھی ہے کہ انھوں نے گھر کے دروازہ پر بیٹھ کر پردے کے پیچھے سے حدیثیں سنی ہوں جیسا کہ اس زمانہ میں رواج تھا۔ (میزان الاحتمال ۵۹/۶)

اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام مالکؒ نے محمد بن اسحاق کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ حصہ کی وجہ سے کہا تھا ان پر اس طرح کا حکم لگانا مقصد نہیں تھا۔ اب امام مالکؒ کا محمد بن اسحاق کے بارے میں یہ قول معتبر ہوگا۔

اس طرح سے تطبیق کی بہت ساری شکلیں نکل سکتی ہیں جن کو راویوں کے حالات سے ضعف رکھنے والے اور ماہر خبریہ کار لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

تعارض کی صورت میں عمل کی نوعیت

لیکن اگر تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے اس سلسلہ میں علما کے کئی اقوال ہیں اور علما کے رواد کے بارے میں دو بنیادی نظریے ہیں۔ ایک نظریہ راویوں پر حسن ظن کا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ راویوں میں اصل ٹھکانہ ہے اور ضعف حارظی چیز ہے، دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اصل مقصد حفاظت حدیث ہے جرح اصل ہے اب جن کے نزدیک جرح اصل ہے وہ جرح کو مقدم کرتے ہیں اور جن کے نزدیک تعدیل اصل ہے وہ تعدیل کو مقدم کرتے ہیں۔

اقوال کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) پہلا قول یہ ہے کہ جرح مقدم ہے اس لیے کہ تعدیل کرنے والا شخص ظاہری حالت کی بنیاد پر خبر دیتا

ہے اور جارج کسی باطن اور مخفی چیز کی بنیاد پر خبر دیتا ہے جو تعدیل کرنے والے کو معلوم نہیں، معلوم ہوا کہ جارج کے پاس زیادتی علم ہے جس کا قبول کرنا لازم ہوگا، نیز ایسی صورت میں اگر جارج کے قول پر عمل کیا جاتا ہے تو معدل پر کوئی حرف نہیں آتا لیکن اگر تعدیل پر عمل کیا جاتا ہے تو اس سے جارج کی تکذیب لازم آتی ہے۔

البتہ اگر جارج کوئی ایسا سبب بیان کرتا ہے جو معدل کے علم میں ہے لیکن معدل اس کی نفی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس سبب جرح کو جانتا ہوں لیکن اس راوی نے تو یہ کہہ کر لی ہے اور اس کا حال درست ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں تعدیل مقدم ہوگی۔ (تدریب الراوی / ۲۶۲)

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ تعدیل مقدم ہے اس لیے کہ رداء میں اصل عدالت ہے جرح امر ماضی ہے۔ لہذا مجرد جارج کے کلام سے عادل کی عدالت ساقط نہیں کی جاسکتی، شعرائی نے اسے جمہور کی جانب منسوب کیا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اگر جارجین کی تعداد زیادہ یا معدلین کے مساوی ہو تو جرح مقدم ہوگی اور اگر معدلین کی تعداد زیادہ ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی اس لیے کہ کثرت عدد سے خبر کی تائید ہوتی ہے اور جارجین یا معدلین کی تعداد کم ہونے کی صورت میں ان کی خبر کمزور ہو جائے گی، مصلیٰ بغدادی نے اس قول کی تفسیر کی ہے۔ (تدریب الراوی / ۲۶۳)

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ جب جارج و معدل حفظ میں برابر ہوں یا جارج حفظ ہو تو جرح مقدم ہوگی اور اگر معدلین حفظ و ضبط ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی اس لیے کہ خبر میں بنیادی چیز صحت یا عدم صحت ہے جب ضابط و حافظ خبر دے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی بات تسلیم کر لی جائے، اس لیے کہ اس کی بات اقرب الی الصواب ہوگی۔

(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ جرح اور تعدیل دونوں برابر شمار کیے جائیں گے اور ترجیح کی کوئی صورت پیدا کی جائے گی۔

(۷) چھٹا قول یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ جرح مبہم ہے یا مفسر (یعنی اسباب جرح بیان کئے گئے ہیں) اگر جرح مبہم ہو (تعدیل مبہم ہو یا مفسر) تو تعدیل رائج ہوگی اور اگر جرح مفسر ہو (تعدیل مفسر ہو یا مبہم) تو جرح رائج ہوگی (خلاصہ یہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوگی) اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوں گی۔

جرح + تعدیل مبہم = تعدیل رائج

جرح مفسر + تعدیل مفسر = جرح رائج

جرح مبہم + تعدیل مفسر تعدیل رائج

جرح مفسر + تعدیل مبہم = جرح رائج (جرح و تعدیل)

اس قول کو جمہور نے رائج قرار دیا ہے لیکن یہ قاعدہ علی الاطلاق رائج نہیں ہے بلکہ جرح و تعدیل کے چند ضابطوں کے ساتھ مقید ہے جو حسب ذیل ہیں۔

قاعدہ نمبر: (۳) علمائے جرح و تعدیل تین طبقات میں منقسم ہیں۔

(۱) متشددین

(۱) وہ علمائے جرح و تعدیل جو جرح کرنے میں متشدد واقع ہوئے یہ حضرات راوی کی ایک دو غلطیوں کی بھی پکڑ کرتے تھے اور ان پر جرح کرتے ہوئے ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور راوی کی تعدیل میں احتیاط سے کام لیتے تھے یہ علمائے جرح و تعدیل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شعبۂ بن الکھاج (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) یحییٰ بن معین (۴) ابو حاتم

رازی (۵) ابن ابی حاتم (۶) نسائی احمد بن حنبل (۷) علی بن المدینی (۸) جوزجانی اہل

کوفہ پر جرح کرنے میں (۹) ابن خراش بغدادی صرف اہل شام پر جرح کرنے میں متشدد ہیں

(۲) معتدلین

(۲) وہ علمائے جرح و تعدیل جو کسی راوی کی توثیق کرنے میں مستحل مزاج واقع ہوئے ہیں اور کسی راوی پر جرح کرنے میں منصف واقع ہوئے ہیں۔ ان کے اسما حسب ذیل ہیں۔

- (۱) سفیان ثوری (۲) عبدالرحمن بن مہدی (۳) احمد بن حنبل (۴) امام بخاری (۵) ابوذر مردازی (۶) ابن حادی (۷) دارقطنی (۸) ذہبی (۹) ابن حجر

(۳) متساہلین

(۳) وہ علمائے جرح و تعدیل جو جرح و تعدیل میں متساہل واقع ہوئے ہیں، ان کے اسما حسب ذیل ہیں۔

- (۱) عجل (۲) ترمذی (۳) ابن حبان (۴) حاکم (۵) بزار (۶) طبرانی (۷) دارقطنی (بعض اوقات) (۸) ابو عبد اللہ حاکم (۹) بیہقی (۱۰) ٹنٹی (۱۱) منذری (۱۲) طحاوی (۱۳) ابن خزیمہ (۱۴) ابن السکن (۱۵) بغوی (خریج الحدیث ص ۲۲۰)
- جب علمائے متشددین میں سے کوئی کسی راوی کی توثیق و تعدیل کر دے تو اس کی بات بلا توقف قبول کر لی جائے گی اس لیے کہ علمائے متشددین کسی راوی کی توثیق میں تثبت اور بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، ہاں اگر وہ کسی ایسے راوی کی توثیق و تعدیل کر دے جس کے ضعیف ہونے پر دیگر علمائے جرح و تعدیل نے اتفاق و اجماع کیا ہو تو پھر اس کی توثیق قابل اعتبار نہ ہوگی۔ لیکن اگر علمائے متشددین میں سے کوئی کسی راوی پر جرح کرے تو اس کی جرح اسی وقت مقبول ہوگی جب کہ دیگر علمائے جرح و تعدیل میں سے کسی نے اس کی موافقت کی ہو اور اگر کسی ایک نے بھی موافقت نہ کی ہو تو پھر اس کی بات علی الاطلاق قبول نہیں کی جائے گی اور نہ علی الاطلاق رد کی جائے گی بلکہ اگر کسی معتبر عالم کی توثیق سے اس کی جرح متعارض ہو جائے تو پھر اس متشدد عالم کی جرح اسی وقت مقبول ہوگی جب کہ وہ مفسر ہو یعنی جرح کے اسباب بیان کر دئے ہوں۔

جب علمائے متساہلین میں سے کوئی کسی راوی کی توثیق و تعدیل کرے تو اگر دیگر علمائے جرح

والتعدیل میں سے کوئی اس کی موافقت کرے تو ہی اس کی توثیق و تعدیل کا اعتبار کیا جائے گا اگر توثیق میں وہ (متساہل) منفرد ہے تو پھر اس کی توثیق کو تسلیم نہیں کیا جائے گا جیسے ابن حبان نے ایسے بہت سے مجاہیل کی صرف اس بنیاد پر توثیق کر دی ہے کہ وہ مسلمان اور خالی عن الجرح تھے، اسی طرح ان علمائے متساہلین کی جرح بھی اس وقت معتبر ہوگی جب کہ کوئی ان کی موافقت کر دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ متساہلین کا طریقہ کار جرح کے سلسلہ میں متحد نہیں ہے، بلکہ بعض ضعفا کے ساتھ تساہل کا معاملہ کرتے ہیں جیسے محلی اور بعض ضعفا کے ساتھ تھکد کا معاملہ کرتے ہیں جیسے ابن حبان کا طریقہ کار ہے۔

جب علمائے متساہلین کسی کی توثیق و جرح کریں تو ان کی بات کا اعتبار کر لیا جائے جب تک کہ ان کی توثیق جرح منسخر کے معارض نہ ہو اگر ان کی توثیق کے معارض جرح منسخر ہو جائے تو پھر جرح منسخر کو مقدم کیا جائے گا۔ (خریج الحدیث ص ۲۲۹، روابط الجرح والتعدیل ص ۳۵، ۳۶)

قاعدہ نمبر (۴)

اگر جارج اور مجروح کے درمیان مشرب اور عقائد کا اختلاف ہو اور جرح کا باعث وہی اختلاف مشرب ہو تو پھر جرح کو قبول کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ماہر شخص حافظ ابواسحاق جوزجانی کی اہل کوفہ کے حصول جرح سے کاتو تعجب کرے گا، اس جرح کی وجہ یہ تھی کہ ابواسحاق متشدنا مہمی تھے اور اہل کوفہ شیعہ تھے، اس وجہ سے ابواسحاق اہل کوفہ کے بارے میں بڑی سخت زبان میں جرح کرتے تھے، یہاں تک کہ ابواسحاق نے اعش، ابو نعیم، صہید اللہ بن موسیٰ اور دیگر اساطین علم حدیث کی بھی تلہین کی تھی۔

ایسے ہی حافظ عبدالرحمن بن یوسف بن خراش جو خالی شیعہ تھے انھوں نے اہل شام سے اپنے اعتقادی عداوت کی وجہ سے جرح کی۔

اسی طرح ہم صررا دیوں کے اقوال جو ایک دوسرے کے خلاف ہوں ان کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے اس لیے کہ ایسا ہونا ایک فطری بات ہے کہ ایک معاصر دوسرے معاصر کی معمولی سی

لفزشوں کو بھی معاف نہیں کرتا خصوصاً جب یہ پتہ چل جائے کہ دونوں کے درمیان کسی مسئلہ کے بارے میں یا کسی اور وجہ سے کشیدگی تھی۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۲۸ بحوالہ میزان الاحتمال ۱۱۱/۱)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ہم عصروں کی بہت سی باتیں جو ایک دوسرے کے بارے میں ہوں ان سے آنکھیں بند کر لینی چاہیے اور ان باتوں کو طعن و جرح کا سبب نہیں بنانا چاہیے بلکہ انصاف کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۲۸ بحوالہ ذکر اسماء من تکلم فیہ وهو موثق ص ۲۶)

اسی طرح تعدیل و توثیق کا حال ہے اس لیے کہ کبھی ناقدا اپنے مضامین اور اپنے ہم خیال لوگوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۲۸ بحوالہ المواقف ص ۸۴)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ عام طور سے لوگ ایک دوسرے کے کلام سے محفوظ نہیں ہے مثلاً ابراہیم نے امام شعبی پر کلام کیا۔ شعبی نے عکرمہ پر کلام کیا، ایسے مواقع پر اہل علم نے اس طرح کی جرح کو مطلقاً قبول نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لیے واضح دلیل اور قطعی حجت کا مطالبہ کیا۔ (جرح و تعدیل ص ۲۰۲ بحوالہ جزء القراءة ص ۲۹)

یہاں پر اس مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اہل علم کے درمیان جو یہ بات مشہور ہے کہ المعاصرة سبب المناقرة اور اسی کو بنیاد بنا کر ہم عصر راوی کی جرح کی اہمیت کو ختم کر دیا جاتا ہے تو ایسا نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس کو اطلاق پر معمول کرنا چاہیے بلکہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ اس کی بنیاد خصہ، تحصب و تنگ نظری یا مذہبی و علمی عداوت ہو اور یہ بات صرف ہم عصر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ایک کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ ہم عصر راوی کے حالات کو جتنا بہتر اور صحیح انداز میں ہم عصر محدث سمجھ سکتا اور جان سکتا ہے کوئی دوسرا اس طرح نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ جان سکتا ہے بلکہ دوسروں تک اسی کے واسطے سے معلومات پہنچتی ہے تو مبالغہ نہ ہوگا بلکہ یہی عین حقیقت ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ استاد کے بارے میں شاگرد کا قول اور اس کی رائے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ قوی اور

بہتر ہوتی ہے اس لیے کہ شاگرد جس قدر اپنے استاد کے حالات سے واقف ہوتا ہے دوسرا نہیں ہوتا ہے۔
پھر اگر مذکورہ قول کی بنا پر ہم مصر کی جرح علی الاطلاق رد کر دی جائے تو جرح و تعدیل کی بنیاد
یہ متزلزل ہو جائے گی اس لیے اس قول کو علی الاطلاق محمول کرنا ناممکن ہے۔ (دراسات فی الجرح
والتعدیل ص ۱۰۶)

علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ ہم مصر راویوں کے ایک دوسرے پر کلام کے غیر مقبول ہونے کی
بات علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں ہے جب کے بغیر کسی دلیل کے ہو یا کسی نفرت و تحصب
پر مبنی ہو۔ (الرفع والتکمیل ص ۴۳۱)

ہر وہ جرح یا تعدیل جو فرط غضب یا اندھی محبت کے جذبے میں صادر ہو یا کسی رد عمل کے طور
پر ہو یا نفرت و عداوت پر مبنی ہو تو وہ غیر مقبول ہوتی ہے، اس لیے کہ جب کوئی شخص کسی سے ناراض ہوتا
ہے تو اسے اس کی ہر حرکت بری لگتی ہے اور جب کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی ہر ادا اسے بھلی نظر آتی ہے
خواہ حقیقت میں وہ بری ہی کیوں نہ ہو، اس لیے اگر کسی راوی کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل سے اس
طرح کی جرح یا تعدیل صادر ہوگئی ہو تو وہ غیر مقبول ہوگی۔

مثال: جب محمد بن اسحاق نے امام مالک کے بارے میں کہا کلا عر ضوا علی علم مالک
فانی انا یعطارہ میرے سامنے امام مالک کے علم کو پیش کرو میں ان کے علم کی جانچ کرتا ہوں، جب امام
مالک کو محمد بن اسحاق کی اس بات کی اطلاع موصول ہوئی تو امام مالک نے حصہ کے بارے میں محمد بن اسحاق
کے بارے میں کہا دجان من الدجا جلة یہاں امام مالک کا محمد بن اسحاق پر کوئی حکم لگانا مقصود نہیں تھا
بلکہ محمد بن اسحاق کی صرف مذمت بیان کرنا تھا۔

اسی طرح امام نسائی کا کلام جو احمد بن صالح مصری کے بارے میں صادر ہوا وہ بھی قابل قبول
نہ ہوگا، واقعہ اس طرح پیش آیا کہ امام نسائی مصر پہنچے، احمد بن صالح کی حادثہ قحی کہ وہ حدیث اس وقت
تک بیان نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ شاگرد کے بارے میں دریافت نہ کر لے چناں چہ جب امام

نسائی، احمد بن صالح کے درس میں گئے تو ان کے ساتھ کچھ ایسے لوگ تھے جنہیں احمد بن صالح پسند نہ کرتے تھے اس وجہ سے انہوں نے امام نسائی کے سامنے احادیث بیان کرنے سے انکار کر دیا، امام نسائی کو اس پر غصہ آ گیا اور انہوں نے ان احادیث کو جمع کرنا شروع کیا جن میں احمد بن صالح کو دھم ہو گیا تھا اور ان پر طعن و تشنیع کرنے لگے اور ان کے بارے میں یحییٰ بن معین کا احمد بن صالح کے بارے میں کہا گیا قول ”کذاب“ نقل کرنے لگے، ابن معین نے احمد بن صالح پر کذاب کا اطلاق کیا تھا۔ لیکن ابن معین کی طرف اس قول کی نسبت درست نہیں ہے، ابن معین نے تو احمد بن صالح کو ثقہ قرار دیا ہے۔ چوں کہ امام نسائی کا احمد بن صالح کے بارے میں کلام فرط غضب کی وجہ سے صادر ہوا تھا اس لیے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا ہے۔ (قواعد فی الجرح والتعديل، اربع رسائل ص ۳۵ ما شیہ)

یہی معاملہ فرط محبت سے تعدیل کرنے کا بھی ہے اس لیے اس سے بھی کوئی حکم معلوم نہ ہوگا۔

علامہ یرمائی فرماتے ہیں کہ حصہ کی حالت میں کی گئی جرح پر جس چیز کا اندیشہ ہوتا ہے وہی

اندیشہ محبت کی بنا پر کی گئی تعدیل کے بارے میں ہوتا ہے۔

کبھی کوئی شخص روایت حدیث میں ضعیف ہوتا ہے لیکن دین داری کے اعتبار سے صالح ہوتا ہے، (مثلاً ابان بن ابی عیاش) یا سنت کے سلسلے میں باخیرت ہوتا ہے (مثلاً مؤمل بن اسماعیل) یا تقیہ ہوتا ہے (مثلاً محمد بن ابی لیلیٰ) جب ایسے لوگوں کی اہل علم تعریف کرتے ہیں تو روایت میں ان پر شکاہت کا حکم لگانا مقصد نہیں ہوتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی کسی پر جرح میں مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے تو دوسرا رد عمل کے طور پر اس کی مدح سرائی کرتا ہے جیسا کہ حماد بن سلمہ نے جب شعبہ کا کلام ابان کے بارے میں سنا تو انہوں نے کہا کلان خیر من شعبہ

اسی طرح جب کبھی کوئی شخص جب اپنے کسی شیخ یا امام کے متعلق کسی حقیقت کو سناتا ہے تو فرط محبت میں اپنے شیخ یا امام کی بڑی مدح سرائی کرنے لگتا ہے خصوصاً جب کہ اسے حصہ بھی آجائے۔ (قواعد فی

علوم الحدیث ص ۳۱۰، جرح و تعدیل (۲۰۴)

اس لیے باعث جب کسی کے متعلق جرح یا مدح سے یا پڑھے تو مذکورہ حالات کو بھی پیش نظر رکھے تاکہ جرح مقبول اور جرح غیر مقبول اور مدح مقبول اور مدح غیر مقبول میں امتیاز کر سکے۔

قاعدہ نمبر (۵)

ہر وہ شخص جس کی ثقاہت و عدالت یا ضعف کے بارے میں ائمہ فقہ کا اتفاق ہو مگر ایک شخص ان کی مخالفت کرتا ہے اور ان کے برخلاف حکم لگاتا ہے تو اس کا حکم شاذ ہوگا اور اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ اس کے پاس کوئی ایسی واضح دلیل قاطع ہو جس کا اعتماد انھیں چیزوں پر ہو جس پر اعتماد شاہد اپنی شہادت میں کرتا ہے۔ (قاعدۃ فی الجرح والتعدیل ص ۲۴)

حافظ مغرب ابن عبد البر قرطبی فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کی عدالت، دیانت داری، ثقاہت اور علم و سنی واضح ہو اس کے بارے میں کسی کا قول قابل توجہ نہ ہوگا الا یہ کہ جرح پر شہادت کی طرح دلیل موجود ہو جو حتمی مشاہدہ پر قائم ہو۔ (قاعدۃ فی الجرح والتعدیل ص ۲۲ بحوالہ جامع بیان العلم وفضلہ)

حافظ محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس کی عدالت ثابت شدہ ہے اس کے بارے میں کسی کی جرح قابل قبول نہیں الا یہ کہ جرح کوئی ایسی دلیل پیش کرے جس میں کسی قسم کا کوئی احتمال نہ ہو۔ (فتح المغیب)

یہی وجہ ہے کہ ابن ابی ذعب کی طرف سے امام مالک پر کی گئی جرح کو قبول نہیں کیا گیا، اسی طرح یحییٰ بن معین کی امام شافعی کے بارے میں اور امام نسائی کی احمد بن صالح مصری کے بارے میں کی گئی جرح کو محدثین نے قبول نہیں کیا ہے اس لیے کہ امام مالک، امام شافعی اور احمد بن صالح مشہور اہل علم میں سے ہیں، جرح کی خبر ان کے بارے میں خبر غریب کی حیثیت رکھتی ہے اگر یہ خبر صحیح ہوتی تو بکثرت لوگ اسے اٹھ کر لے والے ہوتے۔ (قاعدۃ فی الجرح والتعدیل ص ۳۰)

قائدہ نمبر (۶)

اگر جرح کی نسبت قاتل کی طرف مہج نہ ہو تو اس جرح کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ابن جوزی نے ابان بن یزید عطار کے بارے میں کدسی (محمد بن یونس بن موسیٰ) عن ابن المدینی کی سند سے سعید ابن القطان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سعید فرماتے ہیں کہ میں ابان بن یزید عطار سے روایت نہیں کرتا ہوں۔

حافظ ابن حجر اس پر فرماتے ہیں کہ ابان بن یزید کے بارے میں یہ جرح معتبر نہیں ہے اس لیے کہ اس قول کی قاتل کی طرف نسبت مہج سے منقول نہیں ہے اس لیے کہ کدسی ضعیف راوی ہے، بلکہ ابن معین کے واسطے سے ابن قطان کا جو قول ابان بن یزید کے بارے میں منقول ہے وہ معتبر ہے ابن قطان کا قول کان بدوی عنہ ہے، عداوی ابان بن یزید (حدی الساری ص ۵۴۷، جہزیب ج ۱ / ۵۷ ضوابط الجرح والتعدیل ص ۴۹)

اسی طرح علی بن عبد العزیز بغوی نے سلیمان بن احمد کے واسطے سے ابن مہدی کا یہ قول فرج بن فضالہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ما رأیت شامیا اثبت من فرج بن فضالہ میں نے کسی شامی کو نہیں دیکھا جو فرج بن فضالہ سے زیادہ ثقہ ہو

اس قول پر حافظ ابن حجر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن مہدی کی فرج بن فضالہ کی توثیق سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیوں کہ یہ قول سلیمان بن احمد واسطی کے واسطے سے منقول ہے اور سلیمان بن احمد کذاب ہے۔ (جہزیب ج ۱ / ۳۸۳ ضوابط الجرح والتعدیل ص ۴۹)

اس جرح کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جس کے حلق قالب گمان پہ ہو کہ اس جرح کا مصدر و ماخذ ضعیف ہے۔

جیسے عبد الرحمن بن شرح معافری بالاتفاق ثقہ ہے لیکن ابن سعد نے ان پر منکر الحدیث کا حکم لکھا ہے، اس پر حافظ ابن حجر نے تبصرہ کیا ہے کہ عبد الرحمن کے بارے میں ابن سعد کے قول کی طرف کوئی

التفات نہیں کیا جائے گا اس لیے ابن سعد اکثر واقعی سے قفل کرتے ہیں اور واقعی قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب ابن سعد کسی راوی پر کلام کرے تو دیکھ لیا جائے کہ وہ واقعی سے تو قفل نہیں کر رہے ہیں اگر واقعی سے قفل کرے تو احتیاط برتنی چاہیے خاص طور پر جب ابن سعد اہل عراق کے کسی راوی پر جرح کرے اور یہ بات ظاہر ہو جائے کہ ماخذ واقعی ہے تو نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابن سعد واقعی کے نقش قدم پر چلے ہیں اور واقعی اہل مدینہ کی روش پر چلتے ہوئے اہل عراق سے منحرف تھے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۰، ۵۱)

قاعدہ نمبر (۷)

اس جرح کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جو جرح کسی مجروح سے صادر ہو یا اگر جرح اس فن کا امام ہو اور راوی کسی کی توفیق سے خالی ہو اور کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ جرح مجروح پر زیادتی کر رہا ہے تو پھر اس مجروح (در حقیقت اب وہ جرح ہوگا) کا قول قبول کر لیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمہ ”حدی الساری“ کی نویں فصل میں صحیحین کے رجال کے بارے میں کی گئی جرح کا جواب دیتے ہوئے ہاربا لکھا ہے کہ جرح کرنے والا خود مجروح ہے اس لیے اس کی جرح قابل قبول نہیں ہے مثلاً انھوں نے لکھا ہے کہ لا عبرة بقول الأزدي لانه هو ضعيف فكيف يعتمدني تضعيف الثقات کہ ازدی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ وہ خود ضعیف ہے تو پھر ثقات کے بارے میں ان کا قول کیوں کر معتبر ہوگا؟ (حدی الساری ص ۵۳۴، ۵۳۵ ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۰)

اسی طرح ابوالفتح نے احمد بن حنبل کی جرح کے بارے میں منکر الحدیث غیر مرضی کہا تو ابن حجر نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ابوالفتح ازدی کے قول کی طرف کوئی التفات نہیں کیا جائے گا

بلکہ خود ازدی غیر مرضی ہے۔ (حدی الساری ص ۵۳۵ ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۰)
 لیکن حافظ ابن حجر نے ابوالفتح کی جرح کا کبھی کبھی اعتراف بھی کیا ہے جیسے حافظ صاحب نے
 ابراہیم بن اسماعیل بن عہد الملک بن ابو محمد ورہ کے بارے میں یہ کلام نقل کیا ہے: جہول ضعفہ
 الازدی (جہدیب الجہدیب ص ۱۰۴ ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۰)
 تطبیق کی شکل یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ حافظ ابن حجر ابوالفتح ازدی کی جرح کو اس وقت قبول
 نہیں کرتے جب وہ صحیحین کے رجال پر جرح کرتے ہیں، ورنہ بصورت دیگر وہ ابوالفتح ازدی کی جرح کو
 قبول کر لیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

قاعدہ نمبر (۸)

اگر کسی راوی کے بارے میں ائمہ محدثین میں سے کسی امام نے توثیق کی ہو اور ائمہ متأخرین
 میں سے کوئی اس کی مخالفت کرے تو ایسی صورت میں امام متأخر کی بات کو اس وقت تک قبول نہیں کیا
 جائے گا جب تک اس کی بات کی اصل اور قابل اعتبار وجہ کا علم نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ امام حقدم نے
 اس راوی کو بذات خود دیکھا اور اس سے معلومات حاصل کی ہے جو جو زمانہ گزرتا جاتا ہے غلطی کا
 امکان بڑھتا جاتا ہے۔

جیسے ابان بن صالح قرشی کی ابن معین، علی، ابن ابی شیبہ، ابو زرہ، ابو حاتم رازی اور نسائی نے
 توثیق کی ہے لیکن ابن عبد البر نے ابان کو ضعیف کہا ہے اور ابن حزم نے کہا کہ ابان مشہور نہیں ہے۔
 حافظ ابن حجر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر اور ابن حزم کی یہ بہت بڑی
 غفلت ہے اس لیے کہ ابان کو ان دونوں سے پہلے کسی نے ضعیف نہیں کہا ہے، ابان کے بارے میں ابن
 معین اور ان جیسے ائمہ محدثین کا قول کافی ہے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۱)

قاعدہ نمبر (۹)

کبھی جرح نسخہ میں غلطی واقع ہونے سے بھی ہو جاتی ہے اس لیے اسے بھی دیکھ لینا چاہئے کہ

کہیں نسخہ میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی ہے۔

جیسے امام بخاری نے بشر بن شعیب بن ابی حمزہ حمصی کے بارے میں التاريخ الکبیر میں لکھا کہ
ترکناہ حمانہ انتی عشرة ومانعین کہ بشر بن شعیب ۲۱۲ھ تک زندہ تھے اب ابن حبان کے
پاس التاريخ الکبیر کا جو نسخہ تھا اس میں درمیان میں لفظ ”حیا“ ساقط ہو گیا تھا جس کی وجہ سے عبارت اس
طرح ہو گئی ترکناہ سنۃ انتی عشرة سنۃ اس ساقط کی وجہ سے ابن حبان نے سمجھ لیا کہ امام بخاری نے
بشر کو متروک قرار دیا ہے اس لیے ابن حبان نے بشر کو ضعفا میں شمار کر لیا۔

اس بات کی وضاحت امام ذہبی نے بشر کے بارے میں اپنے اس قول کے ذریعہ کی ہے بشر
صدوق، اخطا ابن حبان فی ذکرہ فی الضعفاء اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی ہدی الساری میں اس پر
تنبیہ کی ہے۔ (ضوابط المخرج والاختلاف ص ۵۴)

قاعدہ نمبر (۱۰)

جس راوی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ صرف ثقہ ہی سے روایت کرتا ہے تو وہ اگر کسی وصف
کے ساتھ کسی راوی سے روایت کرے تو وہ راوی ثقہ ہی سمجھا جائے گا جیسے امام مالک، شعبہ، سعید
القطان، عبد الرحمن بن مہدی، امام احمد، یحییٰ بن مخلد، حریر بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ وغیرہ
لیکن یہ قاعدہ کلی نہیں ہے بلکہ قطعی ہے اس لیے ان لوگوں کا ضعفا سے نقل کرنا بھی ثابت ہے
جیسے شعبہ نے جابر جعفی، ابراہیم الحمری، محمد بن حبیہ اللہ عزری وغیرہ سے روایت کی ہے حالاں کہ یہ سب
ضعفا میں سے ہیں، اسی طرح امام مالک نے عبد الکریم بن ابی الخطاب سے روایت کی ہے حالاں کہ
عبد الکریم ضعیف ہے۔ (ضوابط المخرج والاختلاف ص ۵۴)

قاعدہ نمبر (۱۱)

کتب حدیث میں صحیحین کا درجہ سب سے بڑا ہے ائمہ کا ان کی صحت پر اجماع ہے حتیٰ کہ ان

کتابوں کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ تعالیٰ کہا گیا ہے۔ ان دو کتابوں میں جن روایات کی روایتیں لی گئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ روایات جن کی روایتیں اصول میں لی گئی ہیں۔ (۲) وہ روایات جن کی روایتیں متابعات اور شواہد کے طور پر ذکر کی گئی ہیں۔

پہلی قسم کے روایات کی دو قسمیں ہیں

(۱) وہ روایات جن پر مطلقاً جرح نہیں کی گئی ہے ایسے روایات تو ثقات شمار کئے جائیں گے اور ان کی احادیث قوی ہوگی اگرچہ کسی نے ان کی ٹھاہٹ کی صراحت نہ کی ہو، اس لیے کہ شیخین یا شیخین میں سے کسی ایک کا ان کی روایت کردہ روایت کو بحیثیت استدلال پیش کرنے سے ضمان ان کو ٹھاہٹ حاصل ہو جاتی ہے اس لیے کہ شیخین نے صحیح روایت کو ذکر کرنے کا التزام کیا ہے اور راوی میں عدالت اور تمام الغلط ہونے کی شرط لگائی ہے۔

(۲) صحیحین کے وہ روایات جن پر جرح کی گئی ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) کبھی کلام تشدد کی وجہ سے ہوتا ہے حقیقت میں جمہور نے ان کی توفیق کی ہوئی ہے ایسے روایات کی احادیث قوی شمار کی جائے گی۔

(ب) کبھی ان روایات پر کلام کمزوری اور حفظ کی وجہ سے کیا گیا ہے لیکن اس طرح کے کلام کی وجہ سے ان کی روایت حسن لذاتہ کے درجہ سے کم نہ ہوگی، اس بات کی وضاحت حافظ ابن حجرؒ کے قول سے ہوئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مناسب ہے کہ حدیث صحیح کی تعریف میں کچھ اضافہ کر دیا جائے

هو الحديث الذي يتصل اسناده بنقل العدل التام الضبط او القاصر عنه اذا اعتضد عن مثله الى

متناه ولا يكون شاذاً ولا معللاً کہ حدیث کے صحیح ہونے کے لیے اتنی باتوں کا ہونا ضروری ہے

(۱) سے حاصل ہو (۲) اہل کرنے والا عادل ہوں (۳) اہل کرنے والے تمام الغلط ہو اور اگر

ناقص الغلط ہوں تو انہیں کے مانند روایات سے قوت حاصل ہوئی ہوں (۴) حدیث شاذ نہ ہو (۵)

حدیث معلل نہ ہو۔

حافظ صاحب نے صحیح کی تعریف میں لوالقاصر عنہ اذا اعتضد عن مثله کا اضافہ کر دیا ہے
 اضافہ اسی وجہ سے کیا گیا کہ صحیحین کے بہت سے روایات وہ ہیں جب تک ان کی روایت کے ساتھ متابعات
 و شواہد کو نہ جوڑا جائے تب تک ان کی روایت صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی۔ (ضوابط الجرح والتعديل
 ص ۵۳)

دوسری قسم

صحیحین کے وہ روایات جن کی روایتیں شواہد، متابعات اور تعالیق کے طور پر ذکر کی گئی ہیں۔
 یہ ایسے روایات ہیں جن کے ضبط و ذخیرہ کے اعتبار سے درجات متفاوت ہیں اگر ان روایات پر کسی
 امام کی طرف سے جرح کی گئی ہو تو وہ جرح امام بخاری و امام مسلم کی تعدیل کے متعارض ہوگی اور جب
 جرح و تعدیل میں تعارض ہو جائے تو جرح اسی وقت قبول کی جائے گی جب کہ وہ منسخر ہو یعنی اس جرح
 کے ساتھ کوئی ایسا سبب بیان کیا گیا جو حقیقتاً اس راوی کی عدالت میں عیب پیدا کر دے۔ اس لیے
 اسباب جرح کبھی قادر ہوتے ہیں اور کبھی قاصر نہیں ہوتے ہیں۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص
 ۵۳)

لہذا اگر کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل میں تعارض ہو جائے تو پہلے بھی دیکھ لیا جائے کہ
 وہ راوی صحیحین کا ہے یا نہیں ہے اگر صحیحین کا ہو تو پہلے بھی دیکھ لیا جائے کہ اس کی روایت اصول میں ہے یا
 متابعات اور شواہد میں ہے پھر نہ کو وہ قاعدہ کے مطابق اس کے حلق کوئی فیصلہ کیا جائے۔

قاعدہ نمبر (۱۲)

الفاظ جرح و تعدیل کے استعمال میں ائمہ جرح و تعدیل کی اصطلاحات کو بھی پیش نظر رکھا
 جائے جیسے یحییٰ بن معین کسی راوی کے بارے میں کہے لائن لاہاس مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہے
 اگر کوئی دوسرا آدمی لاہاس بہ کہے تو اس سے راوی کی حدیث حسن درجہ کی ہوگی اور یحییٰ بن معین لاہاس بہ

کہے تو اس کی حدیث صحیح درجہ کی ہوگی۔

اسی طرح یحییٰ بن معین اگر کسی راوی کے بارے میں فلاں لبس ہشتی کہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس راوی کی مرویات بہت تھوڑی ہیں۔

اگر کوئی دوسرا عالم لبس ہشتی کہے تو اس سے راوی کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور یہی لفظ یحییٰ بن معین کے نزدیک راوی کے قلیل الروایت ہونے کی طرف مشیر ہوتا ہے۔ (ضوابط الحجرج والتعدیل ص ۵۴)

اس لیے ائمہ جرح والتعدیل کے الفاظ جرح والتعدیل کے استعمال کرنے میں کیا طریقہ کار ہے اسے بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ آئندہ مختلف ائمہ جرح والتعدیل کی خاص اصطلاحات کو بیان کیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر (۱۳)

کبھی لفظ کے ضبط کے اختلاف کی وجہ سے جرح والتعدیل کے اعتبار سے لفظ کی دلالت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جیسے راوی کے بارے میں جرح کے لیے خلاصہ مودعہ استعمال کیا جاتا ہے اگر یہ لفظ مختلف ہو تو حالک کے معنی دیتا ہے یلودی یودی اہلک اے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی حالک کے آتے ہیں۔ اور اگر یہی لفظ مشدد (مؤنث) پڑھا جائے اس کے معنی حسن اداء (روایت کے ادا کرنے اور سننے میں بہتر) کے آتے ہیں۔ (ضوابط الحجرج والتعدیل ص ۵۴)

اس لیے ائمہ جرح والتعدیل کے اقوال کو چاہتے وقت ان کے صحیح تلفظ کے جاننے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

قاعدہ نمبر (۱۴)

ائمہ جرح والتعدیل کی طرف سے کی گئی توثیق اور تضعیف کبھی مقید ہوتی ہے۔ اس طرح کے طرز عمل سے راوی کی علی الاطلاق تضعیف یا توثیق کرنا مقصود نہیں ہوتا ہے، اس کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) مثلاً ایک شخص ایک شہر یا ایک اقلیم میں ثقہ ہوتا ہے اور وہی راوی دوسرے شہر یا دوسرے اقلیم میں ضعیف ہوتا ہے، وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شہر میں اس نے اس طرح احادیث بیان کی کہ اس کے پاس کتاب نہیں تھی اس نے اپنی یادداشت کے مطابق احادیث بیان کی جس کی وجہ سے معاملہ خلط ملط ہو گیا اور جب وہی راوی دوسرے شہر یا اقلیم میں گیا تو کتاب ساتھ موجود تھی جس کی وجہ سے اس نے احادیث کو محفوظ طریقہ سے روایت کیا یا ایسا ہوتا ہے کہ ایک جگہ اس نے کسی شیخ سے احادیث سنی تو وہ اسے محفوظ نہ رکھ سکا اور کسی دوسرے شہر میں جا کر احادیث سنی تو ان احادیث کو اس نے محفوظ کر لیا۔

مثالیں : معمر بن راشد از دی کی بصرہ میں روایت کی گئی احادیث میں بہت زیادہ اضطراب ہوتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ بصرہ میں ان کے پاس اپنی کتابیں موجود نہیں تھیں اور یمن میں روایت کردہ ان کی احادیث جید اور قابل اعتبار ہوتی ہے۔

یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن المدینی سے سنا کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد کی عراق میں روایت کردہ روایتوں میں ان کی تضعیف کی جاتی ہے اور مدینہ میں روایت کردہ روایتوں میں ان کی توثیق کی جاتی ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق کی سفیان سے مکہ میں سنی ہوئی روایتوں میں بہت زیادہ اضطراب ہے اور یمن میں جو احادیث سنی وہ سب صحیح احادیث ہیں۔

اسماعیل بن عیاش حمصی اگر شامیوں سے روایت کرے تو ان کی احادیث جید ہوتی ہے اور شامیوں کے علاوہ دیگر لوگوں سے روایت کرے تو ان روایتوں میں اضطراب ہوتا ہے۔

فرج بن فضالہ حمصی کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ جب فرج شامیوں سے روایت کرے تو ان کی روایتیں درست ہوتی ہیں اور جب یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت کرے تو ان میں اضطراب ہوتا ہے۔

(۲) ایک راوی کسی شخص سے روایت کرتا ہے تو ثقہ ہوتا ہے لیکن جب وہی اگر کسی دوسرے شیخ سے

روایت کرتا ہے تو ضعیف ہوتا ہے، یہ اس لیے ہوتا ہے کہ راوی فی نفسہ ثقہ ہوتا ہے لیکن بعض شیوخ سے روایت کرنے میں غفلت کا شکار ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس شیخ سے روایت کرنے میں ضعیف ہو جاتا ہے باقی شیوخ سے روایت کرنے میں وہ اپنی حالت پر ثقہ ہوتا ہے۔

جیسے جریر بن حازم بصری پہ ثقہ راوی ہیں لیکن جب قتادہ سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بقول امام احمد کہ جعفر بن برقان الجزری فی نفسہ ثقہ ہیں لیکن جب زہری سے روایت کرتے ہیں تو ان کی تضعیف کی جاتی ہے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۶، ۵۵)

اس خاص موضوع سے متعلق صالح بن حامد الرقاعی نے ”الثقات الذین ضعفوا فی بعض شہوخہم“ نامی کتاب تالیف کی ہے۔

(۳) کچھ راوی ایسے ہیں جن کی روایتیں بعض حالات میں صحیح اور بعض حالات میں ضعیف ہوتی ہیں مثلاً وہ رواۃ جو آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے یا کسی عارضہ کی وجہ سے سوء حفظ کے شکار ہو گئے تھے۔

جیسے صالح بن جہان مولی التوامہ سے جن لوگوں نے ابتدا میں سنا (جیسے محمد بن ابی زعب) ان کا سماع درست ہے اور جن لوگوں نے آخری عمر میں اختلاط کے بعد سنا (جیسے سفیان ثوری) تو ان کے سماع کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اور جیسے سعید بن ایاس جریری سے اختلاط سے پہلے سفیان ثوری، ابن طیب، بشر بن الفضل نے سنا اس لیے ان لوگوں سے مروی سعید کی روایات درست ہوں گی اور یزید بن ہارون نے اختلاط کے بعد سنا ہے اس لیے یزید بن ہارون کی سند سے سعید کی روایات درست نہ ہوں گی۔

(۴) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راوی جب کتاب سے روایت کرتا ہے تو ثقہ ہوتا ہے اور جب حفظ سے روایت کرتا ہے تو ضعیف ہوتا ہے، مثلاً یونس بن یزید ابلی کے بارے میں ابو زرہ کا قول ہے کہ یہ کتاب سے روایت کرنے میں ثقہ تھے لیکن جب حفظ سے روایت کرنے لگے تو ضعف میں شمار کئے جانے لگے۔

اسی طرح سدید بن سعید الحدادی کے بارے میں ابو زرہ کا قول ہے کہ جہاں تک ان کی

کتابوں کی بات ہے تو وہ سب درست اور صحیح ہیں، میں ان کے اصل کو تلاش کرتا تھا اور ان میں سے لکھا کرتا تھا لیکن جب وہ اپنے حفظ سے ان احادیث کو نقل کریں تو ان کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے (ضوابط الجرح والتعديل از ص ۵۳ تا ص ۵۸)

اس لیے باعث کو چاہیے کہ وہ اس مذکورہ بالا اصول کو بھی تحقیق حدیث کے وقت یاد رکھے۔

قاعدہ نمبر (۱۵)

کبھی ائمہ جرح و تعدیل ایک راوی کو ثقہ اور دوسرے کو ضعیف کہتے ہیں جس سے ان کا مقصد قطعی حکم لگانا نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسرے کے مقابلہ میں حکم لگانا مقصد ہوتا ہے۔ مثلاً امام دارمی نے جب یحییٰ بن معین سے علاء بن عبد الرحمن اور سعید مقبری کے بارے میں سوال کیا کہ دونوں میں کون بہتر ہے تو یحییٰ بن معین نے کہا کہ سعید اوثق ہے اور علاء بن عبد الرحمن ضعیف ہے یعنی سعید کی بہ نسبت علاء ضعیف ہیں۔

اسی طرح محمد بن ابراہیم بن ابی حدی اور ازہر بن سعد سمان دونوں ثقہ ہیں ان دونوں کے بارے میں امام احمد کا قول ہے ابن ابی حدی احب الی من ازہر کہ ابن حدی ازہر کے مقابلہ میں میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، اس قول سے ازہر کی تضعیف مقصود نہیں ہے بلکہ صرف یہ بتلانا ہے کہ ابن حدی ازہر کے مقابلہ میں اوثق ہیں۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۸)

اس قاعدہ کی وجہ سے باعث پر ضروری ہے کہ وہ ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کو نقل کرتے وقت الفاظ جرح و تعدیل کے سیاق و سباق اور قرائن کو بھی ملحوظ رکھے۔

قاعدہ نمبر (۱۶)

اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ حنفیین کبھی ثقہ اور صدوق دونوں کے لیے ثقہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کبھی راوی پر حکم لگاتے ہوئے دونوں الفاظ کو ملا کتبہ صدوقی کہتے ہیں، حالاں کہ

ثقة کی حدیث کو صحیح شمار کی جاتی ہے اور صدوق کی روایت حسن شمار کی جاتی ہے۔ اس بات کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ متقدمین کے یہاں حدیث کی دو ہی قسمیں تھیں صحیح اور ضعیف اس لیے وہ ثقہ اور صدوق کو ایک قرار دیتے تھے اور اس کے مقابلہ میں ضعیف استعمال کرتے تھے جب کہ متأخرین کے نزدیک تین قسمیں ہیں صحیح، حسن، ضعیف، ثقہ کی روایت کو صحیح، صدوق کی روایت کو حسن اور ضعیف کی روایت کو ضعیف کہتے تھے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۵۸)

اس قاعدہ کے پیش نظر بحث پر ضروری ہے کہ جب کوئی امام کسی راوی پر صدوق کا اطلاق کریں تو یہ دیکھ لے کہ صدوق سے صدوق ہی مراد ہے یا ثقہ مراد ہے اس کے بعد راوی کے حعلق کوئی فیصلہ کرے۔

قاعدہ نمبر (۱۷)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی فن میں اپنی محنت اور مجاہدہ کی وجہ سے امامت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور اس فن میں اس کی بات حجت ہوتی ہے لیکن فن حدیث میں اس کی حدیث قابل احتجاج نہیں ہوتی بلکہ کبھی اس کی روایت درجہ اعتبار سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

جیسے مامم بن ابی انجود مرقی کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ مامم فن قرأت میں ثقہ اور ثبت ہے لیکن فن حدیث میں صدوق ہے، ابو زرہ اور ایک جماعت نے مامم کی توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے مامم کے بارے میں محله الصدق کہا ہے یعنی ان کی روایت حسن درجہ کی ہے دارقطنی نے کہا کفی حفظہ شیخ یعنی حدیث کی روایت میں ان کا حافظہ قوی نہیں تھا۔

اسی طرح حفص بن سلیمان علم قرأت میں امام و حجت تھے لیکن فن حدیث میں دای تھے برخلاف اعمش حدیث میں ثبت و ثقہ تھے لیکن قرأت میں کمزور تھے۔

اسی طرح محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے امام المغازی، صدوق بدلس و رسمی بالتشیع والقندر محمد بن اسحاق سمر و مغازی کے امام تھے لیکن حدیث کی

روایت میں صدوق اور مدلس تھے ان پر تصحیح اور قدری ہونے کی جھٹ لگائی گئی ہے۔ امام بخاری نے محمد بن اسحاق کی روایت کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے محمد بن اسحاق کی روایت کی تخریج بطور متابعت کر کے ہے اور احادیث احکام کے بارے میں ان کی روایت حسن درجہ کی ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ سماع کی صراحت کر دے اور اپنے سے زیادہ اولیٰ کی مخالفت نہ کرے، حدیث کی روایت میں ان کا یہ حال ہے حالانکہ یہ مغازی کے امام شمار کئے جاتے ہیں۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۶۰)

الفاظ جرح کا جائزہ لیتے وقت باحث کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو بھی پیش نظر رکھے۔

قاعدہ نمبر (۱۸)

الفاظ جرح و تعدیل کے نقل کرنے کے بارے میں اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ محدثین کی اصل کتابوں سے ہی الفاظ جرح و تعدیل نقل کئے جائیں اس لئے کہ کبھی متاخرین اختصار اور روایت بالمعنی سے کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے کبھی غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

جیسے ابو حاتم نے شہر بن حوشب کے بارے میں اپنی کتاب "الجرح والتعديل" میں یہ لکھا ہے

شہر بن حوشب احب الی من ابی ہارون العبیدی ومن بشر بن حرب ولیس بدون ابی الزبیر
لا یحتج بحديثه

امام ذہبی نے اس عبارت کا اپنی کتاب میزان الاحتمال میں اس طرح اختصار کیا ہے ابو

حاتم لیس بدون ابی الزبیر۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۶۰)

اس طرح اختصار کرنے کی وجہ سے بات واضح نہیں ہو رہی ہے اس لیے باحث کو چاہیے کہ

اصل کتابوں کی طرف بھی مراجعت کرے۔

قاعدہ نمبر (۱۹)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ متاخرین میں سے کوئی کسی راوی کے بارے میں محدثین کے کلام پر مطلع

نہیں ہوتا تو اس کے پاس اس راوی کے حلق جتنا علم ہوتا ہے اسی کو بیان کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ راوی متأخرین کے نزدیک صدوق یا ضعیف ہو جاتا ہے حالانکہ حنفیین سے اس کی ثقاہت منقول ہوتی ہے اس لیے حنفیین کی کتابوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جیسے عبد اللہ بن ابی سلیمان اموی مولا حم کے بارے میں عثمان بن سعید داری نے ابن معین سے توثیق نقل کی ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبد اللہ بن ابی سلیمان کے بارے میں ابو حاتم کا قول ”شیخ“ نقل کیا اور لکھا ہے کہ ابن حبان نے عبد اللہ بن ابی سلیمان کو اپنی کتاب ”کتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہے پھر حافظ صاحب نے تقریب التہذیب میں عبد اللہ بن ابی سلیمان کے بارے میں صدوق ہونے کا فیصلہ کیا، اگر ابن معین کی توثیق کا ابن حجر کو علم ہوتا تو وہ ضرور عبد اللہ کی توثیق کر دیتے۔

اسی طرح زبیر بن جنادہ بھری کے بارے میں ابن الجہید نے ابن معین سے توثیق نقل کی ہے، حافظ ابن حجر نے جب زبیر کا تہذیب التہذیب میں ترجمہ نقل کیا تو ابو حاتم کا قول نقل کیا شیخ لیس بالمشہور اور لکھا ہے کہ ابن حبان نے زبیر کو ”کتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہے اور حاکم نے بھی زبیر کو ثقہ کہا ہے پھر تقریب میں فیصلہ کیا کہ زبیر مقبول ہے اگر ابن معین کی توثیق کا علم ہو جاتا تو وہ زبیر کو ثقہ قرار دیتے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۶۲)

قاعدہ نمبر (۲۰)

حنفیین کے بارے میں جس ضبط و اتقان کی شرط لگائی گئی ہے متأخرین رواد میں اس طرح کا ضبط و اتقان کا ہونا ضروری نہیں ہے، اب صرف صحیح اور مشہور کتابوں سے سند مسلسل کے ساتھ روایت کر دینا کافی شمار کیا جائے گا، حافظ ذہبی نے حنفیین اور متأخرین کے درمیان فاصلہ ۳۰۰ کو قرار دیا ہے، یعنی ۳۰۰ سے پہلے وفات پانچکے وہ حنفیین اور بعد والے متأخرین شمار کیے جائیں گے۔ (ضوابط الجرح والتعديل ص ۶۲)

قاعدہ نمبر (۲۱)

یہ بات معلوم ہوتی چاہیے کہ جرح کے جتنے بھی اصول ہیں یہ سب غیر صحابی کے لیے ہیں اس لیے کہ سارے صحابہ بلا تفصیل و تقریق عادل ہیں ان کی عدالت امر مسلم ہے، کتاب و سنت اور اجماع امت اس کی دلیل ہے اس لیے جب بھی کسی راوی کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ صحابی رسول ہیں چاہے ان کا نام و نسب معلوم ہو یا نہ ہو، صحابی کا علم ہوتے ہی سارے اصول معطل ہو جائیں گے اسی لیے یہ مشہور مقولہ ہے کہ جہالة الصحابة لا تنضر

قاعدہ نمبر (۲۲)

چونکہ جرح ایک شرعی ضرورت کی بنا پر کی جاتی ہے اس لیے للضرورة تنفسر بقدر الضرورة کے قاعدہ کے مطابق اسے ضرورت کی حد تک ہی استعمال کرنا چاہیے بہت زیادہ مبالغہ آرائی اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے، امام سخاوی فرماتے ہیں کہ لا يجوز التعرّيج بشيئين اذا حصل الواحد یعنی اگر کسی ایک سبب سے جرح ثابت ہو جائے تو دوسرا سبب ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جو لوگ کتابوں سے جرح یا تعدیل قتل کرتے ہیں ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح قتل کر رہے ہیں اور اس راوی کی تعدیل بھی کی گئی ہے تو تعدیل بھی ضرور قتل کریں تاکہ قاری یہ نہ سمجھے کہ اس راوی کے بارے میں صرف جرح ہی وارد ہے، تعدیل وارد نہیں ہے۔

اسی وجہ سے علامہ ذہبی نے ابن الجوزی کی کتاب "الموضوعات الکبریٰ" پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ يسرد الجرح ويسكت عن التعديل کہ وہ جرح تو بیان کرتے ہیں لیکن تعدیل کے ذکر سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں علما من عيوب كتابه يذکر طعن الراوی ولا يذکر من وثقه۔

ابن الجوزی کی کتاب کا یہ ایک عجیب ہے وہ راوی کے بارے میں جرح تو ذکر کر دیتے ہیں لیکن راوی کی عدالت و توثیق کے اقوال اہل فہم نہیں کرتے۔ (میزان الاحتدال، تہذیب احمد عب، جرح و تعدیل ص ۱۹۹)

قاعدہ نمبر (۲۳)

کسی راوی کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے سے قبل راوی کے سلسلے میں ہر قسم کی شہادت اور اس کی زندگی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لینی چاہیے، نیز اس کے بارے میں منقول اقوال پر ایک تنقیدی نظر ڈال لینی چاہیے اور جب یقین ہو جائے کہ ناقد جو کہہ رہا ہے وہی پہلو رائج ہے تب ہی اس راوی پر کوئی حکم صادر کرنا چاہیے۔ (تہذیب الراوی، جرح و تعدیل ص ۲۰۵)

قاعدہ نمبر (۲۴)

ہر وہ جرح جو بطور مذاق صادر ہو اس کا بھی کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ عفان بن مسلم، علی بن مدینی اور ابو بکر بن ابی شیبہ ایک جگہ بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے دوران گفتگو عفان بن مسلم نے کہا کہ ثلاثۃ یضعفون فی ثلاثۃ علی بن المدینی فی حماد بن زید واحمد فی ابراہیم بن سعد وابن ابی شیبہ فی شریک تین افراد تین افراد سے روایت میں ضعیف ہیں علی بن مدینی حماد بن زید سے روایت کرتے ہیں، احمد، ابراہیم بن سعد سے روایت کرتے ہیں اور ابن ابی شیبہ، شریک سے روایت کرتے ضعیف ہیں تو عفان کی یہ بات سن کر علی بن المدینی نے فرمایا و عفان فی شعبۃ اور عفان، شعبہ سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے بطور مذاق ایک دوسرے پر اس طرح کلام کیا تھا اور یہ اس لئے کہا تھا کہ یہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مذکورین (حماد بن زید، ابراہیم بن سعد اور شریک) سے کم سنی میں روایت کیا تھا۔ (جرح و تعدیل ص ۲۰۵ بحوالہ میزان الاحتدال)

قاعدہ نمبر (۲۵)

جرح میں ایسے اسباب کا سہارا لینا جو مجروح کرنے کے لیے کافی نہ ہوں تو ان سے جرح ثابت نہ ہوگی مثلاً بعض راویوں پر اس لیے جرح کی گئی کہ وہ بادشاہوں اور امرا کی مجالس میں شریک ہوتے تھے، علی بن حامر پر اس لیے جرح کی گئی کہ وہ چھوٹے بڑے ہر ایک سے روایت کرتے تھے حالانکہ اپنے سے چھوٹے آدمی سے روایت کرنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

حکم بن عتبہ سے دریافت کیا گیا کہ زاذان سے کیوں روایت نہیں کرتے؟ تو فرمانے لگے کان کثیر الکلام یعنی وہ بہت زیادہ بولتے ہیں۔

اس جیسی دیگر بہت سے مثالیں موجود ہیں کہ جب محدث سے کسی کی جرح کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس طرح کی پھسپی دلیل بیان کی، ظاہر ہے کہ اس طرح کے اسباب راوی کو مجروح کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتے اس لیے باعث کو چاہیے کسی راوی کے متعلق جرح کا علم ہو تو سبب بھی دیکھ لیا کرے تاکہ کسی ایسے کمزور سبب سے راوی کو مجروح کرنا لازم نہ آئے جو درحقیقت جرح کا سبب نہ بن سکتا ہو۔ (جرح و تعدیل حذف و اضافہ کے ساتھ ص ۲۰۸)

قاعدہ نمبر (۲۶)

محدثین کا قول ہذا حدیث صحیح الاسناد یا ہذا حدیث حسن الاسناد یہ ان کے قول ہذا حدیث صحیح اور ہذا حدیث حسن سے کم درجہ کا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سی مرتبہ ہذا حدیث صحیح الاسناد کہا جاتا ہے لیکن متن حدیث صحیح نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ حدیث شاذ یا معلل ہوتی ہے۔

ہاں اگر کوئی قابل اعتماد محدث اپنے قول ”صحیح الاسناد“ پر اکتفا کرے اور حدیث کے بارے میں کسی علت قاعدہ کا ذکر نہ کرے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ حدیث فی نفسہ بھی صحیح ہوگی اس لئے کہ حدیث میں علت قاعدہ کا نہ ہونا ہی اصل ہے جیسا کہ حافظ ابن صلاح نے مقدمہ میں ص ۴۳ پر ذکر کیا

ہے۔

زمین عراقی فرماتے ہیں کہ اسی طرح اگر کوئی قابل اعتماد محدث کسی حدیث کے بارے میں اپنے قول ”حسن الاسناد“ پر اکتفا کر لے اور اس کے بعد حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگانے سے سکوت اختیار کرے تو اس حدیث پر حسن ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۸۷/۱۸۸/۱۸۹)

قاعدہ نمبر (۲۷)

اگر احکام کے موضوع سے متعلق کسی کتاب میں کسی حدیث کے بارے میں لایصح یا لایثبت هذا الحدیث کہا گیا ہو تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث احکام میں قابل استدلال نہیں ہے، اس سے حدیث کا باطل یا موضوع ہونا لازم نہ آئے گا۔

اور اگر موضوع احادیث سے متعلق کسی کتاب میں مذکورہ دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کا اطلاق کسی حدیث کے بارے میں کیا گیا ہو تو اس سے یہ مراد ہوتا ہے کہ یہ حدیث باطل یا موضوع ہے۔ اس پر دلیل کے طور پر شیخ عبدالحق البیاض نے المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع لعلی القاری اور قواعد فی علوم الحدیث للہانوی کی تعلیقات میں بکثرت مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۱۹۴)

قاعدہ نمبر (۲۸)

اگر ائمہ جرح و تعدیل کسی راوی کی توثیق و تضعیف سے سکوت اختیار کریں تو ان کا سکوت اختیار کرنا اس راوی کی توثیق پر دلالت کرے گا۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۲۳۶، ۲۳۷)

قاعدہ نمبر (۲۹)

جب فقہ راوی کسی ایسے راوی سے روایت کرے جو معروف بالضعف ہو تو فقہ سے اس سے

روایت کرنے کی وجہ سے اس ضعیف راوی کو کسی قسم کی تقویت حاصل نہ ہوگی۔ اور اگر ثقہ راوی کسی مجہول سے روایت کرے تو اس مجہول کو تقویت حاصل ہو جائے گی۔ (حاشیہ ارفع والکھمیل ص ۲۳)

قاعدہ نمبر (۳۰)

امام ابو حاتم رازی کا کسی راوی کو مجہول قرار دینا اس وقت تک حجت نہیں ہوگا جب تک دیگر ائمہ جرح و تعدیل ان کو موافقت نہ کریں۔ اس لئے کہ امام ابو حاتم رازی نے بہت سے ایسے رواۃ کی تجویز کی ہیں جو درحقیقت معروف و ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حکم بن عبداللہ کے بارے میں ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم سے مجہول کا قول نقل کیا ہے حالانکہ حکم بن عبداللہ مجہول نہیں ہے اس لئے کہ حکم بن عبداللہ سے نقل کرنے والے چار ثقہ راوی ہیں اور امام ذہلی نے حکم بن عبداللہ کی توثیق کی ہے۔ اس طرح اور بھی چند مثالیں ہیں جو ارفع والکھمیل ص ۲۵۴ پر نقل کی گئی ہیں۔

قاعدہ نمبر (۳۱)

میزان الاعتدال میں بہت سے رواۃ کے بارے میں ابن القطان کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے لا يعرف له حال یا لم تکتب عدالتہ اس قول سے یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ راوی مجہول ہے یا ثقہ نہیں ہے۔ یہ ابن القطان کی خاص اصطلاح ہے جس میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی ہے۔ ابن القطان یہ دو الفاظ ان رواۃ کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جن کے بارے میں ان رواۃ کے معاصرین نے کوئی ایسی بات نقل نہیں کی ہوئی ہے جو ان کی عدالت پر دلالت کرے۔ اس طرح کے رواۃ صحیحین میں بھی بکثرت ہیں جن کی نہ کسی نے تضعیف کی ہیں اور نہ وہ مجہول ہیں۔ جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن رواۃ سے ایک جماعت نقل کریں اور ان سے کوئی منکر روایت منقول نہ ہو تو ان کی احادیث صحیح شمار کی جائے گی۔ (الرفع والکھمیل ص ۲۵۶-۲۶۰)

نوٹ : ابن القطان سے مراد ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الملک القاسی مشہور بہ ابن القطان (م: ۲۲۸) مؤلف کتاب الوصم والاصحاح ہیں۔

قائدہ نمبر (۳۲)

اگر میزان الاحتمال، جہذیب التجذیب اور دیگر کتابوں میں کسی راوی کے حلقہ یہ نقل کیا جائے کہ ”مگر کہہ بھی القطان“ تو وہ راوی قابل حجاج ہونے سے خارج نہ ہوگا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ابو سعید مخمّی بن سعید القطان (م: ۱۹۸) بقول علی المدنی مستند تھے۔ خاص طور پر اپنے معاصرین کے بارے میں ان کا تشدد مشہور ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مخمّی بن سعید کسی راوی کو اس کے متہم بالکذب ہونے کی وجہ سے ترک نہیں کرتے تھے بلکہ جب وہ کسی راوی کو دیکھتے کہ وہ اپنے حافظہ سے کبھی ایک بات نقل کرتا ہے اور کبھی اسی حدیث میں کچھ تقدیم و تاخیر کر دیتا ہے اور ایک الفاظ پر باقی نہیں رہتا تو وہ اس سے روایت لینا ترک کر دیتے تھے۔ (الرفع والحکم ص ۲۶۰، ۲۶۱)

قائدہ نمبر (۳۳)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخمّی بن معین اور دیگر ائمہ جرح و تعدیل کی طرف سے ایک ہی راوی کے بارے میں مختلف و متعارض اقوال منقول ہوتے ہیں۔ کبھی وہ جرح کرتے ہیں اور کبھی توثیق کرتے ہیں۔ جیسے بکر بن خنیس کوئی کے بارے میں مخمّی بن معین سے تین اقوال منقول ہیں (۱) لیس ہشٹی (۲) ضعیف (۳) شیخ صالح لا بأس بہ اس تعارض کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہے۔

(۱) راوی کی جس وقت جس طرح کی روایت نظر آئی اس کے مطابق حکم جاری کیا ہو۔ جیسے ایسا ہو سکتا ہے کہ مخمّی بن معین کے سامنے بکر بن خنیس کی کسی وقت ایسی روایت پیش کی گئی جو مخمّی بن معین کے نزدیک درست ہوگی تو انھوں نے بکر پر شیخ صالح لا بأس بہ کا حکم لگایا۔ کبھی بکر کی ایسی روایت پیش کی گئی ہوگی

جو دہائی اور منکر ہوگی جس کی وجہ سے بھی بن معین نے بکر پرئس ہشٹی کا حکم لگایا۔ کبھی بکر کی ایسی روایت پیش کی گئی ہوگی جس میں ثقات کی مخالفت کی گئی ہوگی جس کی وجہ سے بھی بن معین نے ضعیف کا حکم لگایا۔ (۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راوی فی نفسہ ثقہ ہوتا ہے، اس لئے اس کی توثیق کی جاتی ہے لیکن کسی خاص شیخ سے نقل کرنے میں ضعیف ہوتا ہے اس لئے اس کی تضعیف کی جاتی ہے اور اس کے بارے میں دو قول ہو جاتے ہیں۔

(۳) کبھی راوی فی نفسہ ثقہ ہوتا ہے تو اس کی توثیق کی جاتی ہے لیکن اپنے کسی معاصر کے مقابلہ میں ضعیف ہوتا ہے تو اس کی اس معاصر کے مقابلہ میں تضعیف کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے بارے میں دو قول ہو جاتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۳۴)

چند محدثین احادیث اور احادیث کے روات پر جرح کرنے میں متشدد تھے جنہوں نے جلد بازی میں راوی میں معمولی عیب یا حدیث کے گج حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے احادیث پر وضع یا ضعف کا حکم لگا دیا۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) ابن الجوزی مؤلف کتاب الموضوعات، العلل المتناہیة فی الاحادیث الواہیة
- (۲) عمر بن ہدیر الموصلی مؤلف رسالة فی الموضوعات یہ رسالہ ابن الجوزی کی الموضوعات کی تلخیص ہے۔

یہ رسالہ ”المغنی عن الحفظ والکتاب فیما لم یصح فیہ شیء من الاحادیث“ کے نام سے مطبوع ہے۔

- (۳) رضی الدین الحسن بن محمد صافانی ان کے موضوع احادیث کے بارے میں دو رسالے ہیں۔

(۴) الحسین بن ابراہیم جوزقانی مؤلف کتاب الابطال

(۵) شیخ ابن تیمیہ حرانی مؤلف منہاج السنہ

(۶) محمد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی مؤلف کاموس المحيط اور سفر السعاده وغیرہ محدثین جنہوں نے بہت سی صحیح احادیث پر ضعف یا وضع کا حکم لگا دیا ہے اور معمولی ضعیف احادیث پر وضع کا حکم لگا دیا ہے۔ اس لئے باحث پر ضروری ہے کہ ایسے مشہورین کے احادیث پر کئے گئے کلام کو بغیر تحقیق و تنقیح کے قبول نہ کرے۔ (الرفع والتکمیل ص ۳۲۰ تا ۳۳۱)

قائدہ نمبر (۳۵)

کتب اسمائے رجال میں بہت سے رواق پر مرجعہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے جیٹلان مرجعی رمی بالارجلہ فیہ رجاء وغیرہ، کبھی ارجا کی حقیقت سے ناواقف باحث راوی کو فرقہ خالہ سے تعلق رکھنے والا سمجھ لیتا ہے حالانکہ واقعہ وہ ایسا راوی نہیں ہوتا ہے۔ دراصل ارجا کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ گروہ ہے جو مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں سکوت اختیار کرتے ہیں اور دونوں جماعتوں میں سے کسی کی تصویب نہیں کرتے ہیں گویا وہ مشاجرات صحابہ میں تصویب احدی الطائفتین کو مؤخر کرتے ہیں۔ یہ استہائی ورع و تقویٰ کی بات ہے اس جماعت اور گروہ کو مرجعہ اہل سنت کہا جاتا ہے۔

(۲) دوسرا وہ گروہ جو یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی مصیبت معر نہیں۔ اگر ایمان موجود ہے تو آدمی نافرمانی کے باوجود جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس اعتقاد رکھنے والے گروہ کو فرقہ خالہ میں شمار کیا گیا۔

باحث کو چاہیے کہ جب کسی راوی کے بارے میں مرجعہ ہونے کا کلام دیکھے تو اس بات کی تحقیق کر لے کہ اس راوی کا تعلق مرجعہ اہل سنت سے تھا یا مرجعہ خالہ سے تھا۔ (الرفع والتکمیل ص ۳۵۲)

الفاظ جرح و تعدیل کی بحث و تحقیق کے وقت ان سب اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

جرح و تعدیل کے لیے مستعمل الفاظ کے معانی

جب باحث اسماء الرجال پر لکھی گئی کتابوں کی مراجعت کرے گا تو اس کے سامنے جرح و تعدیل کے لیے مستعمل الفاظ آئیں گے۔ ائمہ جرح و تعدیل نے رواقہ پر جرح یا ان کی تعدیل و توثیق کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان میں سے بعض الفاظ تو وہ ہے جو بہت زیادہ متداول اور کثیر الاستعمال ہیں، پھر یہ متداول جو الفاظ ہیں ان میں سے بعض عام ہیں جو سب کے نزدیک ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور بعض الفاظ وہ ہیں جو بعض ائمہ کی اپنی خاص اصطلاح ہیں، جنہیں مخصوص اصطلاحات کہا جاسکتا ہے۔ الفاظ جرح و تعدیل کی دوسری قسم وہ ہے جو نادر ہے کبھی کبھی خاص مواقع پر ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ائمہ جرح و تعدیل کسی راوی کی جرح یا عدالت، الفاظ میں بیان کرنے کے بجائے اشارات اور حرکات کے ذریعہ ظاہر کیا کرتے تھے، اب یہاں پانچوں طریقوں کے الفاظ جرح و تعدیل۔ ”مواہبات الجرح والتعدیل۔“ کتاب سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بیان کیے جائیں گے۔

(۱) تعدیل پر دلالت کرنے والے عام الفاظ (۲) جرح پر دلالت کرنے والے عام الفاظ (۳) مخصوص اصطلاحات (۴) نادر کلمات (۵) حرکات

نوٹ: الفاظ جرح و تعدیل اور ان کے بدلولات کو جاننے کے لئے مندرجہ ذیل دو کتابیں بہت زیادہ مفید ہیں۔

(۱) معجم الفاظ الجرح والتعدیل

تالیف: سید عبدالماجد القوری

(۲) کتاب السلسلہ فی شرح الفاظ و عبارات الجرح والتعدیل

تالیف: خلیل بن محمد عربی (م: ۷۳۸)

(۱) تعدیل پر دلالت کرنے والے عام الفاظ

(۱) ثقہ : لفظ ثقہ سے اس راوی کے عادل اور ضابط ہونے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کبھی کبھی اس لفظ کا اطلاق اس راوی پر بھی ہو جاتا ہے جو مقبول و عادل تو ہوتا ہے لیکن ضابط نہیں ہوتا ہے۔

(۲) ثقات

لفظ ثقہ کو کو مکرر لانے کے ذریعے اس راوی کی توثیق کو مؤکد طریقہ سے بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، جتنی زیادہ تکرار ہوگی راوی کی ثقاہت کا مرتبہ اتنا ہی بلند ہوگا جیسے ابن سعد نے شعبہ کے بارے میں ان کی ثقاہت کے بلند مرتبہ ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے لفظ مامون ثبت حجة صاحب حدیث سب سے زیادہ تکرار کے ساتھ لفظ ثقہ ابن عیینہ نے عمرو بن دینار کے بارے میں کہا، انھوں نے نو مرتبہ ثقہ ثقہ ثقہ۔۔۔ کہا اور سلسلے ٹوٹ جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

(۳) کأنه مصحف : اس لفظ سے راوی کے حفظ و اتقان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۴) حافظ ضابط : ان دونوں الفاظ کے ذریعہ راوی کی توثیق اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ ان کے ساتھ لفظ عادل یا عدل کا اضافہ کر دیا جائے اس لیے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی راوی حافظ و ضابط ہو لیکن عادل نہ ہو اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ راوی عادل ہو لیکن حافظ و ضابط نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راوی حافظ و ضابط ہونے کے ساتھ ساتھ عادل بھی ہو۔

(۵) حجة : لفظ ثقہ سے زیادہ قوی شمار کیا جاتا ہے جیسے آجری نے ابو داؤد سے سلیمان بن ہبت ورمیل کے بارے میں دریافت کیا تو ابو داؤد نے کثقة یخطی کما یخطی الناس آجری فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے حجة؟ تو امام ابو داؤد نے فرمایا الحجة احمد بن حنبل اس سے معلوم ہوا کہ حجة کا لفظ، لفظ ثقہ سے بڑھا ہوا ہے، اسی طرح عثمان بن ابی شیبہ کا احمد بن عبد اللہ بن یونس کے بارے

میں یہ قول ہے ثقہ ولبس بحجة اسی طرح محمد بن اسحاق کے بارے میں ابن معین کا یہ قول ہے ثقہ ولبس بحجة اس سے معلوم ہوا کہ جب لفظ ثقہ سے قوی تر ہے۔

(۶) **صديق** : یہ لفظ صدق کے معنی میں مبالغہ کے معنی بیان کرنے کے لیے ہے، اس لفظ سے راوی کے ثقہ سے کم درجہ ہونے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جیسے اس فن کے امام عبدالرحمن بن حمدی نے حدیث کی روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ ہم سے ابوخلدہ نے بیان کیا، عبدالرحمن سے دریافت کیا گیا کہ کیا ابوخلدہ ثقہ ہیں، تو عبدالرحمن نے فرمایا کہ ابوخلدہ صدوق، مامون اور خضر ہیں ثقہ تو شعبہ اور سفیان ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدوق کا لفظ ثقہ سے کم درجہ راوی پر بولا جاتا ہے۔

(۷) **محلہ الصدق** : اس لفظ سے راوی کے مطلق صادق ہونے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۸) **مقارب الحدیث** : (مقارب راہ کے کسرہ کے ساتھ) اس لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس راوی کی روایات دیگر ثقات کی روایات کے قریب قریب ہوتی ہے، اور اگر راہ کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ دوسرے لوگوں کی روایات اس کی روایت کے قریب قریب ہیں یعنی دونوں قول (بکسر الراء وفتح الراء) کے مطابق اس کی احادیث نہ شاذ ہیں اور نہ منکر ہیں۔

(۹) **ثبت** : (باء کے سکون کے ساتھ) اس لفظ کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ یہ راوی ثابت القلب واللسان والکتاب اور حجت ہیں۔

(۱۰) **لا بأس به، لبس به بأس** : یہ دونوں لفظ صدوق کے مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱۱) **فلان ما اعلم به بأساً** : ابن صلاح کے قول کے مطابق یہ کسی راوی کی تحصیل میں لا بأس سے کم درجہ کا لفظ ہے اور عراقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ لا بأس بہ کا درجہ ما اعلم به بأساً کے برابر ہے یا

پہلا لفظ (لو جو انا لا ہاں بہ) ما اعلم بہ ہاں کے مقابلہ میں بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ علم نہ ہونے سے بہتر ہونے کی امید کا ہونا ضروری نہیں ہے برخلاف لو جو انا لا ہاں بہ میں بہتر ہونے کی امید ظاہر ہو رہی ہے۔

(۱۲) **صالح، صالح الحدیث:** حافظ ابن حجر نے ذکر کیا کہ ائمہ جرح و تعدیل کی عادت یہ رہی ہے کہ جب مطلق صالح کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے راوی کی دیانت داری مراد لیتے ہیں اور جب حدیث میں اس کی صلاحیت و قابلیت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو صالح کے ساتھ الحدیث کو مقید کر کے صالح الحدیث لکھتے ہیں۔

(۱۳) **الی الصدق ما هو:** اس لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ راوی صداقت سے دور نہیں ہے بلکہ قریب ہے۔

(۱۴) **شیخ:** ابن ابی حاتم کے نزدیک یہ تعدیل کا تیسرا مرتبہ ہے جس کے حلق شیخ کہا گیا ہو اس کی روایت قابل کتابت اور قابل نظر ہوگی۔

ابو الحسن ابن القطان فرماتے ہیں کہ ابو حاتم سے عبد الحمید بن محمود کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ابو حاتم نے عبد الحمید کے حلق ”شیخ“ کہا، اس لفظ سے ابو حاتم نے عبد الحمید کی تضعیف نہیں کی بلکہ اس بات کی خبر دی کہ عبد الحمید بڑے علما میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ ایسے شیخ ہیں جن کی روایتیں قبول کی گئی ہیں۔ لیکن حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابو حاتم کے نزدیک لفظ شیخ نہ جرح کی عبارت ہے اور نہ توثیق کی عبارت ہے، استقرا سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ کے معنی ان کے نزدیک اہل بحجة کے ہے۔ (خواہد الجرح والتعدیل از ص ۱۱۳ تا ۱۱۸)

جرح پر دلالت کرنے والے عام الفاظ

(۱) **لیس بقوی:** اس لفظ سے مطلقاً قوت کی نفی کرنا مقصود ہوتا ہے اگرچہ راوی میں ضعف ثابت

نہ ہو اور لبس بالقوی کے ذریعہ قوت کے کامل درجہ کی نفی مقصود ہوتی ہے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ روایت کی ایک جماعت کے بارے میں لبس بالقوی کہا گیا ہے اور ان کی روایات سے استدلال و احتجاج بھی کیا گیا ہے۔ امام نسائی ہی کو لے لیجئے انھوں نے روایت کی ایک جماعت کے بارے میں لبس بالقوی کہا ہے اور ان روایت کی مرویات کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، استفراے معلوم ہوا ہے کہ جب ابو حاتم کسی راوی کے بارے میں لبس بالقوی کہتے ہیں تو اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ یہ راوی قوی ثبوت کے درجہ پر پہنچا ہوا نہیں ہے۔

(۲) **للضعف ما هو** : اس لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ یہ راوی ضعف سے دور نہیں ہے بلکہ قریب ہے۔

(۳) **تغیر یا نحو** : اس لفظ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس راوی کا حافظہ اور قوت ضبط آخر عمر میں محل ہو گئی تھی، یہ لفظ مختلف طریقہ سے کتابوں میں ملتا ہے (۱) تغیر یا آخر الف مدہ اور آخر میں حاء کے ساتھ (۲) تغیر یا آخر الف مدہ غاء کے کسرہ اور گول تاء کے ساتھ (۳) تغیر یا آخر ہمزہ مفتوحہ غاء مفتوحہ اور آخر میں گول تاء کے ساتھ۔

(۴) **تعرف و تنکر** : یہ لفظ واحد مذکر حاضر اور واحد مذکر غائب (بمعرف و بکنکر) دونوں طرح کتابوں میں ملتا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ راوی کبھی مشہور و معروف روایتیں پیش کرتا ہے اور کبھی غیر معروف روایتیں پیش کرتا ہے، ایسے روایت کی احادیث ثقات کی احادیث کے ساتھ موازنہ کی محتاج ہوتی ہیں ایسے لوگوں کی روایات کو مطلقاً ترک کر دیا جاتا نہیں ہے۔ (لمراسات فی الجرح و التعلیل ص ۲۷۵)

(۵) **نزکوہ** : اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل نے اس راوی پر طعن کیا ہے اور اسے مجروح قرار دیا ہے۔

(۶) روی مناکیر: یعنی یہ راوی منکر احادیث کو روایت کرتا ہے اس لفظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ

اس راوی کی تمام مرویات مردود ہیں، اس کی تمام روایات کے مردود نہ ہونے کی چند وجوہات ہیں۔

(۱) یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وصف اس راوی کی تمام مرویات کے ساتھ

لازم نہیں ہے۔

ابن دقیق العید کا قول ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل کا قول ”روی مناکیر“ راوی کی تمام مرویات کے ترک کر دینے کا تقاضا نہیں کرتا ہے ہاں اگر اس راوی کی مرویات میں منکر روایتوں کی کثرت ہو جائے اور اس راوی پر منکر الحدیث کا اطلاق کیا جانے لگے تو اس کی روایات مردود ہو جائے گی اس لیے کہ منکر الحدیث ہونا یہ راوی کا وصف ہے جو اس کی احادیث کے ترک کئے جانے کا تقاضا کرتا ہے برخلاف ”روی مناکیر“ یہ تمام روایات کے ہمیشہ ترک کا تقاضا نہیں کرتا ہے۔ (یہ ابن دقیق العید کا خاص قول ہے اس کی وضاحت آنکھ ہوگی)

(۲) امام احمد نے محمد بن ابراہیم ثنی کے بارے میں ”روی احادیث مناکیر“ کا جملہ

کہا ہے اس جملہ سے ان کی مرویات کا مردود ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ اس لیے کہ محمد بن ابراہیم بخاری و مسلم کے راوی ہیں اور حدیث بانما الاعمال بالنیات کے مرتجع ہیں، خاص طور پر امام احمد کے نزدیک تو ان کی روایات مردود نہیں ہیں، اس لیے کہ امام احمد اور ایک جماعت منکر کا اطلاق اس حدیث پر کرتے ہیں جس کی روایت میں راوی متفرد ہو اور اس کا کوئی متابع نہ ہو۔

(۳) یہ لفظ کبھی ایسے ثقہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو ضعفا سے منکر روایتیں روایت کرے

جیسے حاکم نے دارقطنی سے سلیمان بن بنت شریحیل کے بارے میں دریافت کیا تو دارقطنی نے جواب دیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کیا ان کے پاس منکر روایتیں نہیں ہیں؟ اس پر دارقطنی نے جواب دیا کہ وہ منکر روایات ضعفا سے نقل کرتے ہیں ورنہ ہذا ات خود وہ ثقہ ہیں۔ (ضوابط الجرح

والتعديل ص ۱۱۸ تا ۱۲۰)

(۷) منکر الحدیث : منکر الحدیث کا مدلول ذکر کرنے سے پہلے منکر کی مختلف تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) منکر وہ حدیث ہے جیسے ضعیف راوی ثقہ کے خلاف روایت کرے یعنی اگر کسی حدیث کو روایت کرنے میں ضعیف سے ثقہ کا اختلاف ہو جائے کہ ضعیف راوی ایک طرح روایت کرے اور ثقہ راوی دوسری طرح، خواہ یہ اختلاف سعد میں ہو یا متن میں، خواہ زیادتی کے اعتبار سے ہو یا کمی کے اعتبار سے تو ضعیف کی روایت جو مرجوح ہے اسے منکر کہتے ہیں۔

(۲) منکر وہ حدیث ہے جس کو اضعف ضعیف کے خلاف روایت کرے یعنی اگر کسی حدیث کی روایت میں دو آدمیوں کے درمیان اختلاف ہو اور ایک زیادہ ضعیف ہو اور دوسرا کم ضعیف ہو تو زیادہ ضعیف والے کی روایت کو منکر کہا جاتا ہے۔

(۳) وہ حدیث مردود ہے جس میں کوئی ایسا راوی ہو جس کی غلطیاں فاحش یا غفلت بکثرت یا فسق ظاہر ہو، یہ تعریف ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو منکر میں مخالفت کی قید نہیں لگاتے ہیں۔
(نزهة النظر شرح نخبه الفكر)

تجیبہ : یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جب لفظ منکر کے ذریعہ حدیث کی صفت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس طرح کہا جاتا ہے ہذا حدیث منکر اور جب لفظ منکر سے راوی کی صفت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس طرح کہا جاتا ہے منکر الحدیث یا روی المناکیر۔

اب لفظ منکر الحدیث کا مدلول بیان کیا جاتا ہے۔

امام احمد لفظ منکر الحدیث کا اطلاق ایسے راوی پر کرتے ہیں جو ایسی احادیث بیان کرے جو غیر معروف ہوں وہ اس لفظ کے ذریعہ راوی کی تضعیف نہیں کرتے ہیں، اسی طرح امام احمد ایسے راوی کے متعلق یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ احادیث مناکیر اس سے مراد وہ ان احادیث کو لیتے ہیں جن کی روایت میں وہ راوی منفرد ہوتا ہے گویا امام احمد منکر کے لغوی معنی مراد لیتے ہیں، یعنی غیر معروف۔

امام بخاریؒ کسی راوی کے ہارے میں منکر الحدیث کہے تو یہ جرح شدید ہو جاتی ہے ان کے یہاں ایسے راوی سے روایت کرنا درست نہیں ہوتا ہے۔

(۳) سخاوی کے عراقی سے نقل کردہ قول کے مطابق منکر الحدیث یا بروی المناکیر کا لفظ بعض محدثین کے نزدیک راوی کے روایت کرنے میں نفرد کو بتلانے کے لیے ہے۔

(۴) جب کوئی راوی بعض روایات منکر بیان کرے تو اس پر منکر الحدیث کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

(۵) جب کوئی ثقہ ضحط سے مناکیر روایت کرے تو اس پر بھی منکر الحدیث کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ امام دارقطنی کے حوالے سے پہلے بات بیان کی گئی۔ (کشف المغنی فی شرح مقدمۃ الحدیث ص ۱۵۷، ۱۵۸)

یہ بات بھی یاد رہے کہ ابن دقیق العید کے نزدیک فلان بروی المناکیر اور منکر الحدیث کے درمیان فرق ہے، ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ کسی راوی کے متعلق بروی المناکیر یا بروی مناکیر کا لفظ اس کی حرام روایات کو مردود قرار دینے کا تقاضا نہیں کرتا ہے ہاں اگر اس سے بکثرت منکر روایتیں مروی ہوں یہاں تک کہ اس پر منکر الحدیث کا اطلاق کیا جائے لگے تو پھر وہ راوی مستحق ترک ہوگا۔ ابن دقیق العید کی دوسری عبارت یہ ہے کہ کسی راوی کے متعلق بروی مناکیر کا لفظ استعمال کیا جائے تو یہ لفظ ہمیشہ اس کی روایات کے ترک کا تقاضا نہیں کرے گا اس دوسری عبارت کے مطابق ابن دقیق العید اور امام احمد قول کے درمیان تطبیق ہو جائے گی، اس لیے کہ امام احمد کے قول کے مطابق ایسے راوی کی حرام روایتیں متروک نہیں ہوتی ہے۔ (کشف المغنی اضافہ کے ساتھ ص ۱۵۸)

ابن دقیق العید کے علاوہ حلا کے نزدیک منکر الحدیث بروی مناکیر، بروی مناکیر ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں، ابن دقیق العید نے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اس لیے یہاں دونوں کو الگ الگ بیان کیا گیا، حلا کے نزدیک عینوں الفاظ کے متحد المعنی ہونے کی وجہ سے یہاں اقوال کی ہل

میں تکرار ہو گئی۔ اور اگر لفظ منکر کو حدیث کی صفت بنا کر ”حدیث منکر“ کہا جائے تو اس سے کبھی حدیث پر وضع کا حکم لگانا مقصود ہوتا ہے، شیخ عبدالفتاح لکھنا مصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع ص ۲۰ میں اس کی حدود مثالیں دی ہیں۔

(۸) واہموة: اس لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ یہ راوی انتہائی درجہ کا ضعیف ہے، جس کی روایت اعتبار کے لائق نہیں ہے اور اس راوی کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے صرف یہی ایک قول ہے اور اس میں کوئی تردد نہیں ہے۔

(۹) ليس بثقة ولا مأمون: اس لفظ کے ذریعہ راوی پر شدید جرح کی جاتی ہے، جب کسی راوی کے بارے میں ليس بثقة کہا جائے تو اس سے جرح شدید مراد ہوتی ہے لیکن اگر کسی دوسرے معنی میں استعمال کا کوئی قرینہ ہو تو پھر اس دوسرے معنی پر محمول کر دیا جائے۔

(۱۰) يسرق الحديث: راوی کے متعلق یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی حدیث کی روایت کرنے میں متروک ہو اور کوئی راوی اس بات کا (لفظ) دعویٰ کر دے کہ وہ شیخ سے اس حدیث کے سماع اور اس سے روایت کرنے میں اس متروک راوی کا شریک ہے، حالاں کہ حقیقت میں اس نے وہ حدیث شیخ سے سنی نہ ہو یا حدیث کسی ایک راوی کے روایت کرنے سے مشہور و معروف ہو اور وہ راوی خود اپنے طبقہ کے کسی آدمی کو اس روایت کی روایت میں اپنے ساتھ شریک کرے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے کی وجہ سے حدیث کے وضع کرنے کے گناہ سے کم گناہ ہوگا۔

(۱۱) متروک: یعنی وہ راوی جسے اور جس کی روایات کو چھوڑ دیا گیا ہو۔

احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ راوی کی احادیث اس وقت تک ترک نہیں کی جائے گی جب تک کہ حرام ائمہ جرح و تعدیل اس کی احادیث کے ترک کرنے پر حلق نہ ہو جائے۔

لین مہدی فرماتے ہیں کہ شعبہ سے دریافت کیا گیا کہ کس کی احادیث کو ترک کر دیا جائے؟ امام

شعبہ نے جواب دیا کہ جب راوی معروف و مشہور لوگوں سے غیر معروف اور غیر مشہور روایات بکثرت روایت کرنے لگے اس وقت اس کی احادیث کو ترک کر دیا جائے اور جب راوی بکثرت غلطیوں کا ارتکاب کرنے لگے تو اس کی احادیث کو ترک کر دیا جائے اور جب راوی متهم بالکذب ہو تو اس کی مرویات کو ترک کر دیا جائے اور جب وہ کوئی ایسی غلط روایت بیان کرے کہ جس کے غلط ہونے پر علمائے حق ہو اور پھر بھی وہ اپنے آپ کو متهم نہ سمجھے تو اس کی روایات کو ترک کر دیا جائے، ان کے علاوہ جو روایات ہیں ان سے روایت کرو۔

علمائے جرح و تعدیل کے کسی راوی کے متعلق یہ لفظ ”فلان“ استعمال کرنے سے اس راوی کا مطلقاً متروک ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ اس امام نے اس راوی کو کسی ایسے سبب سے چھوڑ دیا ہو جو جرح کا سبب بننے کے قابل نہ ہو، یا اس وجہ سے کہ یہ عبارت کبھی متروک کے اصطلاحی معنی کے سوا دوسرے معنی میں استعمال ہوتی ہے، جیسا کہ علی بن المدینی نے عطاء بن ابی رباح کے متعلق فرمایا کہ کان عطلاً اختلط باخرة ترکہ ابن جریج و قیس بن سعد یہاں ”ترکہ“ کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ خاص سبب سے چھوڑنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۱۲) **معهم بالكذب** : یہ لفظ کسی راوی پر دو وجہ سے بولا جاتا ہے۔

(۱) جب کوئی راوی ایسی روایت کے روایت کرنے میں متفرد ہو جو روایت دین کی اصولی باتوں اور عام قواعد کے مخالف ہو اور سند میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا متهم نہ ہو۔

(۲) جب راوی اپنی عام بول چال میں دروغ گوئی کا عادی ہو، حدیث نبوی ﷺ اس سے کبھی دروغ گوئی کا ظہور نہ ہوا ہو۔

(۱۳) **کذاب** : اس لفظ کا اطلاق اس آدمی پر ہوتا ہے جس نے حدیث نبوی ﷺ میں دروغ

گوئی سے کام لیا ہو اور کسی بات کی آپ ﷺ کی طرف غلط نسبت کر دی ہو۔

اس لفظ کا دوسرے معنی پر بھی اطلاق ہوتا ہے چنانچہ ابن ابی الزر نے الروض الباسم میں لکھا

ہے کہ فن جرح و تعدیل کی ایک لطیف بات یہ ہے کہ بہت سے متشددین لفظ کذاب کا اطلاق ایسے راوی پر بھی کرتے ہیں جو حدیث کی روایت کرنے میں وہم اور خطا کا شکار ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے عملاً غلطی نہ کی ہو اور نہ یہ بات واضح ہوئی ہو کہ اس کی غلطیاں درستگی سے بڑھی ہوئی یا غلطیاں اور درست باتیں برابر ہیں۔ ابن الوزیری کی یہ بات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لفظ کذاب ان مطلق الفاظ میں سے ہے جس کا سبب بیان نہ کیا گیا ہو اسی وجہ سے بہت سے اہل صدق و امانت ثقات کی جماعت پر اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس لیے اس لفظ کے کسی ہارے میں استعمال ہونے سے دھوکہ کھا کر اس کی روایات کو موضوع نہیں قرار دینا چاہیے بلکہ مکمل تحقیق کے بعد کوئی فیصلہ کرنا چاہیے کہ کذب کا لفظ لغوی معنی کے اعتبار سے وہم اور خطا پر بھی بولا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب کسی راوی کے ہارے میں کتب جرح و تعدیل میں کذاب کا اطلاق کیا جائے تو تحقیق کر لی جائے کہ اس سے کذب کے پہلے معنی مراد ہے یا دوسرے معنی مراد ہے۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔

(۱۴) فلان اوثق منہ، لیس مثل فلان، فلان احب الی منہ

ان الفاظ کے ذریعہ نسبتی تضعیف کی طرف اشارہ کرنا مقصد ہوتا ہے بد مقابل کی مطلقاً تضعیف مراد نہیں ہوتی ہے۔ برخلاف غیرہ اوثق منہ کا لفظ یہ راوی پر جرح سے کنا ہے اس لیے کہ اس لفظ میں ایک غیر معین راوی اور موجودہ راوی کے درمیان فرق کیا جاتا ہے اور اس غیر معین راوی کی اس معین راوی پر فضیلت ظاہر کی جاتی ہے۔ اس طرح تمام رواۃ کے اس سے بڑھے ہوئے ہونے سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ جب تمام رواۃ اس سے بڑھے ہوئے ہوں گے تو یہ راوی ان کے مقابلہ میں ضعیف ہو جائے گا۔

(۱۵) مجہول العین

اس راوی کو کہتے ہیں جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کیا ہو اور کسی نے اس کی توثیق

نہ کہ ہرچہ کہ اس کے نام کی صراحت کر دی گئی ہو۔

مجہول العین کی حدیث کا حکم

اس میں متعدد اقوال ہیں

(۱) مبہم کی حدیث کی طرح مجہول العین کی حدیث بھی نامقبول ہے لیکن اگر اس سے روایت کرنے والا یا اس کے علاوہ کوئی اس کی توثیق کر دے تو واضح قول کے مطابق اس کی حدیث مقبول ہوگی بشرطیکہ دونوں توثیق کے اہل ہوں، پیرائے ابوالحسن بن القطان کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح معجم میں اسی کو واضح قرار دیا ہے۔

(۲) جمہور علما کے نزدیک مجہول العین کی روایت مطلقاً نامقبول ہے۔

(۳) بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے۔

(۴) بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اس سے چہار روایت کرنے والا ایسا ہو کہ وہ صرف عادل سے روایت کرتا ہو جیسے یحییٰ بن سعید اور ابن مہدیؒ وغیرہ تو اس کی حدیث مقبول ہوگی ورنہ مردود ہوگی۔

(۵) ابن البرکاءؒ کا قول ہے کہ اگر وہ شخص علم کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً زہد اور سخاوت وغیرہ میں مشہور ہو تو اس کی حدیث مقبول ہوگی ورنہ تو نہیں۔ (تدریب الراوی ۱/ ۲۶۹)

(۶) حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ حقیقی بات یہ ہے کہ اس کی روایت میں توقف کیا جائے جب تک کہ اس کی حالت ظاہر نہ ہو جائے۔ امام الحرمین نے بھی اسی پر اکتفا کیا ہے۔

(۱۶) مجہول الحال

مجہول الحال سے مراد وہ شخص ہے جس کے نام کی صراحت کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ عادل لوگوں نے اس سے روایت کی ہو مگر کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو بقول حافظ ابن حجرؒ مستور کہلاتا ہے۔ حافظ ابن صلاح، علامہ عراقی اور علامہ نووی وغیرہ نے مجہول الحال کی دو قسمیں کی ہیں۔

(۱) مجہول العداۃ فی الظاہر والباطن معا۔ عدالت ظاہرہ سے مراد وہ عدالت ہے جو ظاہر حال

سے معلوم ہو اور عدالت باطنہ سے مراد وہ عدالت ہے جس کے لیے ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کی ضرورت پڑتی ہو۔

(۲) مجهول العدالة فی الباطن دون الظاهر اور انہوں نے صرف دوسری قسم کا نام مستور رکھا ہے حافظ ابن حجرؒ کے یہاں ہر دو قسم مستور کہلائی ہے۔

مجهول الحال کی حدیث کا حکم

اس میں تعدد اقوال ہیں

- (۱) ایک جماعت نے مجهول الحال کی روایت کو مطلقاً قبول کیا ہے ان میں حافظ ابن حبانؒ کا شمار ہوتا ہے۔
- (۲) جمہور کے نزدیک مجهول الحال کی روایت مقبول نہیں ہے۔
- (۳) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ خیر القرون کا ہو تو اس کی حدیث مقبول ہے ورنہ تو مردود ہے۔

(۴) بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے والے ایسے ہوں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہوں تو مقبول ہے ورنہ مقبول نہیں۔

(۵) تحقیقی بات جس پر امام الحرمینؒ نے اعتماد کیا ہے یہ ہے کہ مجهول الحال کی روایت کے بارے میں توقف کیا جائے گا جب تک کہ اس کی حالت یعنی عدالت وغیرہ ظاہر نہ ہو جائے پھر عیسیٰ حالت ظاہر ہوگی اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا حالت کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کی روایت نہ مقبول ہوگی اور نہ مردود ہوگی۔ (نزهة النظر فی شرح منہج القلم ص ۱۳۹ شرح شرح نزهة النظر لعلی القاری)

جہالت صین اکثر اہل علم کے نزدیک دو یا دو سے زیادہ ثقہ دویوں کے روایت کرنے سے ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ جہالت حال کسی محدث کی توثیق سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں لا فرقی فی

جہالة الحال بین رواة احدثوا الثمن مالم یصرحوا احدلوا غیرہم بل انتہ نعم کثر فروایة الثقات عن

الشخص تقوی حسن الظن فیہ جہالت حال میں ایک یا دو راوی کی روایت سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے

جب تک کہ کسی نے اس کی عدالت کی تصریح نہ کی ہو یا اس پر بات ضرور ہے کہ راویوں کی کثرت سے اس کے بارے میں حسن ظن قائم ہو جاتا ہے۔ (فتح المصنیع ۱/ ۲۹۷ بحوالہ جرح و تعدیل ص ۱۳۷)

امام دارقطنی کے نزدیک جہالت حال بھی دو یا دو سے زائد ثقہ راویوں کی روایت سے ختم ہو جاتی ہے۔ (الرفع والتکمیل ص ۲۲۸)

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کسی شخص کو کسی امام نے مجہول کہہ دیا ہو تو ضروری نہیں کہ وہ سب کے یہاں مجہول ہی ہو اس لیے کہ مجہول وہی ہو سکتا ہے جس کی کسی نے توثیق نہ کی ہو مثلاً حکم بن عبد اللہ بصری کو ابو حاتم نے مجہول کہا ہے، حافظ ابن حجر قمرائے ہیں کہ وہ مجہول نہیں ہے کیوں کہ ابن سے چار ثقہ راویوں نے روایت کی ہے اور امام ذہبی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ (حدی الساری ص ۳۹ جرح و تعدیل ص ۱۳۷)

نوٹ : جرح و تعدیل کے عام الفاظ ”ضوابط الجرح والتعدیل“ سے نقل کیے گئے۔ صرف منکر الحدیث فتح المصنیع سے نقل کیا گیا ہے، جن روایات پر ان الفاظ کا اطلاق ہوں ان کی احادیث کس درجہ کی ہوگی اس کا بیان آئندہ ہوگا۔

الفاظ جرح و تعدیل اور ان کے بدولات کے لئے سید عبد الماجد غوری صاحب کی کتاب ”معجم الفاظ الجرح والتعدیل“ انتہائی مفید ہے۔

(۳) مخصوص اصطلاحات

جرح و تعدیل کے جو کلمات گذرے ہیں یہ عام استعمال کے اعتبار سے ہیں، اس کے برخلاف کچھ ایسے مخصوص کلمات ہیں جو عام قاعدے کے برخلاف مخصوص مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں اور یہ صاحب قول کی خصوصی مصطلحات ہیں، صاحب قول نے اس سے کیا مراد لیا ہے، جب یہ واضح ہو جائے تب ان کلمات سے مراتب کی تعیین ہو سکتی ہے، لہذا ان کلمات اور اصطلاحات کا جانتا بھی ضروری ہے، وہ کلمات یہ ہیں۔

امام بخاری کی خاص اصطلاحات

(۱) منکر الحدیث

یہ لفظ امام بخاریؒ نے جرح شدید کے لئے استعمال کیا ہے جس کی جانب انھوں نے خود اشارہ فرمایا ہے کہ جب میں کسی راوی کے بارے میں ”منکر الحدیث“ کہتا ہوں تو اس سے روایت کرنا درست نہیں ہوتا ہے۔

ظاہر یہی ہے کہ امام بخاریؒ یہ لفظ ایسے راوی کے متعلق استعمال کرتے ہیں جو ہمیشہ ٹکات کی مخالفت کرتا ہے اور کبھی موافقت نہیں کرتا، نیز وہ راوی عدالت و ضبط کے اعتبار سے بھی حاکم فیہ ہوتا ہے۔ ایسے راوی کا کوئی متابع نہیں ہوتا ہے۔

(۲) فیہ نظر

ظاہری معنی و مفہوم سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس پر کچھ کلام ہے اور راوی مشتتبہ ہے حالانکہ یہ مقصد نہیں بلکہ جب امام بخاریؒ کسی راوی کے بارے میں فیہ نظر کہتے ہیں تو اس سے مراد ان کے نزدیک متروک ہوتا ہے جو جرح کا بدترین درجہ ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ انہ ادنیٰ المنازل عندہ وارد آھا

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کسی راوی پر فیہ نظر کا اطلاق عموماً اس وقت کرتے ہیں

جب وہ مشتبہ بالکذب ہو۔ امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ لاذقلت لفلان فی حدیثہ نظر فہو متہم و اہ۔

کچھ محققین کا خیال ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ عموماً ایسا ہوتا ہے، کبھی اس کے برعکس بھی ہوا

ہے کہ وہ راوی جرح کے اس درجہ میں نہیں ہوتا۔

(۳) مسکوا عنہ

اس کلمہ کو امام بخاری اکثر و بیشتر استعمال کرتے ہیں اور اس کا جو ظاہری معنی سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے اس راوی کے سلسلہ میں کچھ نہیں کہا بلکہ جرح و تعدیل کے اعتبار سے سکوت اختیار کیا ہے ایسی صورت میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جرح کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

لیکن حقیقت میں امام بخاری کے یہاں یہ مراد نہیں ہے بلکہ جب وہ کسی کے بارے میں مسکوتاً عندہ کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ متروک ہے جو جرح کا چوتھا مرتبہ ہے، بلکہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ امام بخاریؒ کے نزدیک جرح کا سب سے بدترین مرتبہ ہے۔

اور امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ مستقرا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ کوا کے معنی میں ہے۔
امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اکثر و بیشتر امام بخاریؒ نے اس سے متروک مراد لیا ہے۔

(۴) یس بالقوی

ظاہری اعتبار سے یہ لفظ راوی کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
حافظ ذہبی الموقظۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کسی راوی یس بالقوی فرما کر اس کے ضعیف ہونے کو مراد لیتے ہیں۔

ایسے راوی کی روایت اعتبار کی غرض سے لکھی جاسکتی ہے، اگر اس کی حدیث کی ثقات موافقت کر دیں تو اس کی حدیث صحیح شمار ہوگی ورنہ منکر و مردود ہوگی۔ (تیسیر علوم الحدیث ص ۱۷۸)

(۵) مقارب الحدیث

یہ لفظ معنی اٹھنی کے اعتبار سے الفاظ تعدیل میں سے ہے، لیکن ”ثقة“ سے کم درجہ کا ہے۔
امام بخاریؒ نے اس لفظ کا اطلاق عبداللہ بن محمد بن عقیل کے بارے میں کیا ہے اور ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۶) فی حدیثہ عجائب

اس لفظ میں راوی کی تسلیم کا احتمال موجود ہوتا ہے لیکن ایسے راوی کے بارے میں جرح مفسر ہی قبول کی جائے گی، ظاہر یہی ہے کہ امام بخاریؒ اس لفظ کا اطلاق ایسے راوی پر کرتے ہیں جس کی مرویات میں انوکھی احادیث پائی جاتی ہے۔

جیسے امام بخاریؒ نے سعید بن جہان کے بارے میں لکھا ہے ”فی حدیثہ عجائب“ حالانکہ سعید کی امام احمدؒ و طبرہ نے توثیق کی ہے اور امام احمدؒ نے سعید سے مروی سفینہ کی روایت للتحلیف ثلاثون سنة کی تصحیح کی ہے۔

امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء (۶۳۴/۱۰) میں لکھا ہے کہ ابو بکر جہانی کا قول ”عندہ عجائب“ اس لفظ میں راوی کی تسلیم کا احتمال ہے، پس جرح مفسری قبول کی جائے گی۔ (تیسرے علوم الحدیث ص ۷۷)

امام محمبی بن معین کی خاص اصطلاحات

(۱) یککب حدیثہ

یہ کلمہ عام قاعدہ کے اعتبار سے تعدیل کے آخری مرتبہ پر دلالت کرتا ہے، لیکن جب امام محمبی بن معین کسی کے بارے میں یککب حدیثہ فرماتے ہیں تو اس سے وہ قابل تحمل ضعف مراد لیتے ہیں۔

ابن ہدیؒ نے ”الکامل“ (۲۴۲/۱) میں ابن معین کا قول نقل کیا ہے ابراہیم بن ہارون لیس

بہ یأس یککب حدیثہ

ابن ہدیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن معین کے قول یککب حدیثہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی من جملہ ان ضعفا میں سے ہے جن کی روایات لکھی جاتی ہے۔ (یعنی ضعف قابل تحمل ہے)

(۲) ۱۱۹

یہ لفظ عام استعمال کے اعتبار سے تعدیل کے ساتھ خاص ہے لیکن محمبی بن معین کبھی اس لفظ کا اطلاق ایسے راوی پر کرتے ہیں جو عادل تو ہوتا ہے لیکن ضابطہ نہیں ہوتا اور وہ راوی من جملہ ضعفا میں شمار

کیا جاتا ہے۔

ای وجہ سے باعث کے لئے ضروری ہے کہ امام یحییٰ بن معین کے کسی راوی کے بارے میں اقوال کی تحقیق کر لے خاص طور پر جب کہ دیگر اکثر ائمہ نے راوی پر جرح کی ہو اور ابن معین نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہو۔ (تیسر علوم الحدیث ص ۱۸)

(۳) لیس بہ ہأس

جب یحییٰ بن معین کسی راوی کے بارے میں لیس بہ ہأس یا (لا ہأس بہ) کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ راوی ثقہ ہے۔

چنانچہ ابن ابی خنیسہ نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ”فلان لیس بہ ہأس“ اور ”فلان ضعیف“ تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ تو یحییٰ بن معین نے جواب دیا کہ جب میں کسی کے بارے میں ”لیس بہ ہأس“ کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہے، یہی اصطلاح ابن المدینی، احمد بن حنبل، دحیم، ابو زرہ رازی، ابو حاتم رازی، یعقوب بن سفیان وغیرہ کی بھی ہے۔ (الرفع ص ۲۲، ۲۲۳)

(۴) لا اعرفه

جب یحییٰ بن معین کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ لا اعرفه تو اس سے ان کا مقصد راوی پر جہالت کا حکم لگانا نہیں ہوتا ہے بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی روایتیں ان کو معلوم نہیں، چنانچہ جب عبد الخالق بن منصور نے ابن معین سے حاجب بن ولید کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ لا اعرفه واما احادیثہ فصحبہ (جرح و تعدیل ص ۲۳۲ بحوالہ تاریخ بغداد ۸/ ۲۷۱)

ابن عدی فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یحییٰ بن معین کے پاس راوی کی احادیث کے بارے میں معلومات نہیں ہوتی تھی تو فرماتے تھے لا اعرفه (جرح و تعدیل ص ۲۳۲ بحوالہ تصانیف ص ۲۵۸)

امام احمد بن حنبلؒ کی خاص اصطلاحات

(۱) ہو کذا و کذا

امام احمد بن حنبل اس لفظ کے ذریعہ راوی کے لٹین ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔
حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال (۳/ ۲۸۳) میں یونس بن اسحاق کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ
عبداللہ بن احمد کا قول ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے یونس بن ابوالاسحاق کے بارے میں
دریافت کیا تو امام احمد نے جواب دیا ہو کذا و کذا

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے اس لفظ کو بہکثرت نقل کیا
ہے استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد اس لفظ کے ذریعہ راوی کے لٹین ہونے کی طرف اشارہ کرتے
ہیں۔ (تیسرے علوم الحدیث ص ۱۸۲ / الرفع والتکلیل ص ۲۲۳، ۲۲۴)

امام ابو حاتم رازیؒ کی خاص اصطلاحات

(۱) یکعب حدیثہ

امام ابو حاتم اس لفظ کا اطلاق ایسے راوی پر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک محبت نہیں ہوتا ہے۔

(۲) شیخ

امام ابو حاتم اس لفظ کا اطلاق ایسے راوی پر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک محبت نہیں ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم رازیؒ کی خاص اصطلاحات

ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل ۱/ ۳۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ الفاظ جرح والتعدیل کے مختلف
درجات و مراتب ہیں۔

- (۱) جب کسی راوی کے بارے میں کہا جائے ثقہ یا متقن ثبت تو اس کی روایات قابل اعتبار ہوگی۔
- (۲) جب کسی راوی کے بارے میں کہا جائے صدوق یا محلة الصدوق یا لا بأس بہ تو اس کی روایات قابل کتابت ہوگی اور اس کے بارے میں مزید غور و خوض کیا جائے گا۔ یہ تعدیل کا دوسرا مرتبہ ہے۔
- (۳) جب کسی راوی کے بارے میں کہا جائے سیخ تو یہ تعدیل کا تیسرا مرتبہ ہے اس کی روایات بھی قابل کتابت ہوگی اور اس کے بارے میں مزید غور و خوض کیا جائے گا لیکن اس راوی کا مرتبہ دوسرے مرتبہ کے راوی سے کم ہوگا۔
- (۴) جب کسی راوی کے بارے میں صالح الحدیث کہا جائے تو اس کی روایات اعتبار کے لئے لکھی جائے گی۔
- (۵) جب کسی راوی کے بارے میں لین الحدیث کہا جائے تو اس کی روایات اعتبار کے لئے لکھی جائیں گی اور مزید غور و خوض کیا جائے گا۔
- (۶) جب کسی راوی کے بارے میں یس بقوی کہا جائے تو اس کا مرتبہ کتابت حدیث کے بارے میں ما قبل کے مرتبہ کے مانند ہوگا لیکن اس مرتبہ سے کچھ کم ہوگا۔
- (۷) جب کسی راوی کے بارے میں ضعیف الحدیث کہا جائے تو اس کی احادیث متروک نہ ہوگی بلکہ قابل اعتبار ہوگی۔
- (۸) جب کسی راوی کے بارے میں متروک الحدیث یا ذاہب الحدیث یا کذاب کہا جائے تو وہ راوی ساقط الاعتبار ہوگا اس کی احادیث لکھی نہیں جائے گی۔ (تیسرے علوم الحدیث ص ۱۸۵)

دیگر ائمہ کی خاص اصطلاحات

- (۱) جب امام مسلم کسی راوی کے بارے میں اسکتب عنہ فرماتے ہیں تو اس سے راوی کی ثقاہت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ (جرح و تعدیل ص ۲۲۹ بحوالہ تہذیب الکمال ۱/۲۵۸)

(۲) امام علیؑ لفظ ثقہ سے مددق بلکہ اس سے بھی نیچے کا درجہ مراد لیتے ہیں۔ (جرح و تعدیل ص ۲۲۹ بحوالہ معرفۃ النقات ۱/۱۲۵) اسی طرح امام علیؑ لا باس بہ سے ضعیف مراد لیتے ہیں۔ (جرح و تعدیل ص ۲۳۳ بحوالہ معرفۃ النقات ۱/۵)

(۳) جب ابن القطان کسی راوی کے بارے میں لا یعرف یا لم یثبت عدالۃ فرماتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی معاصر امام نے اس شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہی ہے جس سے اس کی عدالت ثابت ہو۔ (جرح و تعدیل ص ۲۳۲ بحوالہ میزان الاعتدال ۱/۵۵۶) ایسا راوی ثقہ شمار کیا جاتا ہے۔

(۴) عبدالرحمن بن ابراہیم، وحیم، کسی راوی کے بارے میں لا باس بہ کہتے ہیں تو اس سے مراد ثقہ لیتے ہیں، امام ابو زرہ دمشقی نے وحیم سے سوال کیا کہ علی بن حوشب فزاری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ”لا باس بہ“ تو انھوں نے کہا کہ آپ ثقہ کیوں نہیں کہتے؟ تو وحیم نے جواب دیا کہ کہہ تو دیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ (جرح و تعدیل ص ۲۳۲ بحوالہ فتح المغیب ۲/۱۱۷)

(۵) جب امام نسائی کسی راوی کے بارے میں یس بالقوی کہتے ہیں تو جرح مفسد مراد نہیں لیتے ہیں کیوں کہ اس طرح کے راویوں کی احادیث وہ اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں۔ (جرح و تعدیل ص ۲۳۲ بحوالہ الموقطع ص ۸۲)

(۴) نادر کلمات

اب تک جن کلمات کے بارے میں بات ہو رہی تھی وہ ایسے کلمات ہیں جو بکثرت مستقل ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسے کلمات بھی ہیں، جو بہت کم مستقل ہوتے ہیں، حدیث کے ساتھ ساتھ ان کا مفہوم بھی قدرے غامض ہوتا ہے اس لئے مدلول کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اور یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ کہنے کا مقصد کیا ہے اور اس راوی کا شمار کس طبقہ میں کیا جائے اور اس کلمہ کو کس درجہ میں رکھا جائے اس سلسلہ میں کچھ کلمات بطور مثال کے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اتق حیات سلم لا تلسعک : سلم کے سانپوں سے بچتے رہنا کہیں تم کو ڈس نہ لیں۔

یہ تعبیر صرف عبداللہ بن مبارک نے سلم بن سالم ابو محمد بلخی کے بارے میں بطور جرح استعمال کی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ راوی کذاب ہے ان کی مرویات کی مثال سانپوں سے دی گئی ہے گویا کہ سانپ جس طرح ضرر رساں اور ناقابل اعتماد ہوتا ہے یہی کیفیت ان کی حدیثوں کی ہوتی ہے، چنانچہ خود خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ بے بنیاد حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

(۲) اعور بین العمیان (اندھوں میں کانارا جا) یہ تعبیر امام دارقطنی کی ہے جس کو انھوں نے ابو یوسف کے بارے میں ذکر کیا ہے جنھوں نے ”غورک“ سے روایت کیا ہے اور جن سے لیث بن حماد نے روایت کیا ہے، امام دارقطنی کی مراد یہ ہے کہ ابو یوسف اگرچہ ضعیف ہیں لیکن غورک اور لیث بن حماد سے بہتر ہیں۔

(۳) جمازات المحامل

(۴) جمال المحامل

(۵) الجمال التي تحمل المحامل

جمال و مجازات اونٹ کو کہتے ہیں، محامل بوجھ اٹھانے والے یا ہودج اٹھانے والے کو کہتے ہیں یعنی ایسے اونٹوں میں سے ہیں جن پر بوجھ لاداجا سکتا ہے، عربی میں اونٹوں کو بطور تشبیہ و استعارہ بکثرت استعمال کیا گیا ہے اس سے اشارہ ایسے شخص کی طرف کیا جاتا ہے جو مشقتوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور صحیحہ مقامات میں نہ گھبراتا ہو بلکہ ان کو حل کرنے کی جرأت رکھتا ہو۔

محمد ثنین نے یہ کلمہ جرح و تعدیل دونوں کے لئے استعمال کیا ہے، تعدیل کے لئے لان من جمال المحامل اور جرح کے لئے لیس من جمال المحامل

مطلب یہ ہوا کہ جس طرح سے ہودج اور ساز و سامان اٹھا کر دور دراز مقامات پر پہنچانا باہت، طاقتور اور مضبوط اونٹ کا کام ہے اسی طرح حدیثوں کے لئے رخت سفر باندھنا اور ان کو محفوظ رکھنا باہت قوی حافظہ اور صبر آزمائوں کا کام ہے۔

سب سے پہلے یہ تعمیر امام مالک نے عطاء بن خالد مدنی کے لئے استعمال کی ہے انھوں نے ان کے بارے میں لیس من جمال المحامل فرمایا تھا۔

اسی طرح یحییٰ بن سعید قطان نے مسلم بن قتیبہ خراسانی کے بارے میں اور یحییٰ بن معین نے رشد بن سعد کے بارے میں استعمال کیا ہے۔

اس معنی میں جمادات المحامل اور لیس من اهل القباب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ لیس من اهل القباب یا لیس من جمال المحامل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی روایت بیان کی جاسکتی ہے لیکن اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۶) سداد من عیش (۷) سداد من عوز

ابوبکر بن اصمین نے سدید بن سعید کے بارے میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ سداد من عیش۔

سداد اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی غل کی اصلاح کی جائے، سداد من عیش کا مطلب یہ ہوا کہ تھوڑی سی ضرورت پوری ہو سکتی ہے یا جیسے اردو زبان کا محاورہ ہے کہ نہ ہونے سے ہونا بہتر "وہ معنی سداد من عیش کا ہے۔ یعنی متابعت و شواہد میں قابل اعتبار ہو سکتے ہیں۔

(۸) عصا موسیٰ تلقف ما یا فکون

موسیٰ کی لاٹھی ہے ہر گھڑی ہوئی چیزوں کو نگل لیتی ہے۔ یہ جملہ محمد بن عبداللہ مطہر نے حافظ محمد بن حنان بن ابی شیبہ کے بارے میں استعمال کیا ہے، انھوں نے یہ جملہ فرما کر ان پر جرح کی ہے۔

یہ جملہ انھوں نے قرآن کریم کی آیت سے لیا ہے جو موسیٰ اور جادو گروں کے مقابلہ میں وارد ہوئی ہے، جس میں بحکم الہی عصائے موسیٰ علیہ السلام اژدہا کی شکل میں نمودار ہوا اور جادو گروں کے خیالی سانپوں کو نکل گیا۔ مطمئن کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے عصائے موسیٰ نے جادو گروں کے وضع کردہ باطل چیزوں کو نکل لیا تھا اسی طرح سے ابن ابی شیبہ باطل اور کذب روایتوں کو نکل لیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں۔

گویا کہ یہ جملہ جرح کے بدترین درجہ کے لئے انھوں نے استعمال کیا ہے ان کے اس قول کو محدثین نے کلام الاقران بعضہم فی بعض پر محمول کیا ہے۔

(۹) علی بدی عدل : عدل کے ہاتھ میں ہے۔

اس تعبیر کو سب سے پہلے ابو حاتم رازی نے بطور جرح استعمال کیا ہے۔ جبارہ بن مغلس حمائی کے بارے میں انھوں نے کہا کہ وہ علی بدی عدل اس کلمہ کے مدلول کے بارے میں بعض محدثین کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اس سے وہ راوی کی غماہت و عدالت سمجھتے تھے اور اس کو اس طرح پڑھتے تھے کہ علی بدی عدل یعنی وہ میرے نزدیک عادل ہے۔ حالاں کہ صحیح عبارت جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کیا ہے اسی طرح ہے وہ علی بدی عدل یعنی ہالک۔

اس کلمہ کا پس منظر جیسا کہ ابن سکیت نے ابن کلبی سے اصلاح منطق میں ذکر کیا ہے کہ جزء بن سعد کی اولاد میں ایک شخص کا نام عدل تھا جو جمع کا پولیس انسپکٹر تھا۔ جب جمع کسی کو قتل کرنا چاہتا تو عدل کے ہاتھ میں اس کو دے دیتا، یہی سے یہ مقولہ لوگوں کے درمیان مشہور ہو گیا کہ وضع علی بدی عدل یعنی عدل کے ہاتھ میں چلا گیا پھر اس جملہ کو ہر اس شخص کے بارے میں استعمال کیا جانے لگا جو ہلاک ہونے والا ہوتا۔

امام ابو حاتم نے اس کلمہ کو اس معنی میں استعمال کر کے اس سے ہالک مراد لیا ہے، جو جرح کے صیغوں میں سے ایک صیغہ ہے اور بدترین درجہ کا صیغہ ہے۔

(۱۰) کان ممن اخرجت له الارض افلاذا کباده

ایسے لوگوں میں سے تھے جن کے لئے زمین نے اپنا خزانہ اگل دیا۔ علامہ ابن حبان نے یہ تعبیر محمد بن عبدالرحمن بھلمانی پر جرح کے لئے استعمال کی ہے۔

افلاذ من الارض زمینی خزانوں کے لئے بطور مجاز استعمال کیا جاتا ہے، جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایسے لوگوں میں سے تھے جن کے لئے زمین نے اپنا خزانہ اگل دیا تھا۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محمد بن عبدالرحمن بھلمانی نے مشائخ سے حدیثوں کو روایت نہیں کیا بلکہ موضوع اور ضعیف روایتوں کو روایت کیا ہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، گویا کہ زمین ان کے لئے پھٹ گئی اور اپنا خزانہ اگل دیا تھا اور انھوں نے بغیر کسی مشقت کے اس کو حاصل کر لیا یعنی یہ ضعیف اور موضوع روایات نقل کرتے ہیں۔

(۱۱) کذا و کذا : یہ کلمہ امام احمد بن حنبلؒ نے متعدد دروہوں پر جرح کے لئے استعمال کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ استقرا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس سے لیکن کی جانب اشارہ کیا ہے۔

(۱۲) ليس من اهل قباب : یہ تعبیر امام مالکؒ کی حطاف بن خالد کے بارے میں ہے اور اس سے ضعف کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ جمازات المحامل میں گذر چکا۔

(۱۳) ما اشتهه حديثه بقباب نيسابور : نيساپوری کپڑوں سے ان کی حدیث زیادہ مشابہ ہے، علامہ ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے محدث شام اسماعیل بن عیاش حمصی کے بارے میں یہ کلمہ بطور جرح کے استعمال کیا ہے، انھوں نے کہا کلا شہ اسماعیل بقباب نيسابور رقم باہعہ علی الثوب مأقولہ اشترأه بعشرة او بدونها یعنی اسماعیل بن عیاش نيساپوری کپڑوں سے بہت مشابہ ہے کہ ان کا بائع اس کپڑے پر جس کو دس درہم یا اس سے بھی کم قیمت میں خریدا ہوتا ہے، سو درہم کا لیبل لگا دیتا ہے تاکہ مشتری دھوکہ میں پڑ جائے۔

پھر اس جملہ کو محدثین نے بطور جرح استعمال کیا اور ایسے لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے جو

کذب بیانی اور احادیث میں کی ذریعہ دینی سے کام لیتے تھے۔ حالاں کہ اسماعیل بن عیاش ایسے نہیں تھے۔ بلکہ ان کی روایات اہل شام سے صحیح ہوتی ہیں اور غیر اہل شام سے مختلط ہوتی ہیں۔

(۱۴) میزان (ترازو) : یہ تعبیر امام سفیان ثوریؒ نے عہد الملک بن ابی سلیمان کے لئے استعمال کی ہے۔ اور اس سے انھوں نے ان کی قوت حفظ اور ضبط کی جانب اشارہ کیا ہے۔

(۱۵) یسبح الحدیث

(۱۶) یزرف الحدیث

یہ دونوں کلمات وضع حدیث اور دروغ گوئی کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

(۱۷) یکتب عند زحفا

یہ تعبیر امام ابو حاتم نے بعض راویوں کے ضعف کو بیان کرنے کے لئے استعمال کی ہے۔ مثلاً خالد بن ایاس، عبد الحکیم بن عبد اللہ قسملی، عبد الخالق بن زید، جب ان کے بیٹے عبد الرحمن نے سوال کیا کہ ان کی احادیث تحریر کی جاسکتی ہے؟ فرمایا زحفا۔

علامہ معلیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ تکلف ان سے حدیث تحریر کرنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسے بچہ یہ تکلف سرین کے بل چلتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حاتم کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی روایت قابل تحریر نہیں بلکہ قابل اعتبار ہے۔ (شرح الفاظ التحریج النادرة اوقلیلة الاستعمال، جرح و تعدیل)

(۵) حرکات

حرکات و اشارات مثلاً ہاتھ چلا نا، پیر چلا نا، منہ بسور نا، چہرہ بگاڑ نا وغیرہ یہ بھی بہت کم استعمال کیا گیا ہے۔

ان کی حرکات کا معنی و مفہوم سمجھنا مشکل ہوتا ہے، جب تک ان کے علامہ جملوں نے ان حرکات کو دیکھا اور سمجھا ہے وہ اس کا مفہوم نہ بتائیں، ویسے نتیجہ اور جستجو سے پتہ چلتا ہے کہ عموماً یہ اشارات راویوں کے ضعف بیان کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

مراتب جرح و تعدیل

ائمہ جرح و تعدیل نے روادۃ کے مراتب متعین کرنے کے لئے جن کلمات جرح و تعدیل کا استعمال کیا تھا ان کے بیان کے بعد اب مراتب جرح و تعدیل کو بیان کیا جاتا ہے۔

ائمہ جرح و تعدیل نے راویوں کے حالات اور ان کے مراتب بیان کرنے کے لئے جرح و تعدیل کے کلمات کا استعمال کیا ہے، ان میں سے بعض کثیر الاستعمال ہیں اور بعض قلیل الاستعمال، اسی طرح ان کلمات کے علاوہ حرکات و اشارات کا بھی استعمال کیا ہے، انہیں کلمات و اشارات سے روادۃ کی ثقاہت اور ضعف نیز ان کے مراتب کی وضاحت کی گئی ہے اور انہیں مراتب کے اعتبار سے ان کی روایتوں پر امح، محج، حسن، اور ضعف کا حکم لگایا جاتا ہے۔

لیکن چوں کہ یہ علماء مختلف دور اور مختلف مزاج کے تھے اس لئے لازمی طور سے ان کے زمانہ اور مزاج کا گہرا اثر ان کلمات کے انتخاب پر بھی ہوا ہے، ایک محدث کے یہاں ایک کلمہ کسی خاص مرتبہ پر دلالت کرتا ہے، بعینہ وہی کلمہ دوسرے محدث کے یہاں دوسرے مرتبہ پر دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان کا ضبط کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ (جرح و تعدیل ص ۲۲، بحوالہ الباعث الحشیت ص ۱۰۵)

ہر فرد نے اپنی سمجھ کے مطابق ایسے کلمات کا انتخاب کیا ہے، جو مدلول پر واضح طور سے دلالت کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی اس پر کامل اتحاد نہ ہو سکا، خصوصاً چوتھی صدی سے ان میں نمایاں فرق پایا جاتا تھا امام عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی (م ۳۲۷) نے کلمات تعدیل کو چار مرتبوں میں محدود کیا۔ (الجرح والتعدیل: ۱/ ۳۲۳)

حافظ ابن صلاح (م: ۶۳۳)، امام مزنی (م: ۷۲۲) وغیرہ نے بھی انہیں کے موقف کو اختیار کیا ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ص ۱۷)

آٹھویں صدی میں امام ذہبی (م: ۷۴۸ھ) نے کچھ اور اضافہ کیا اور انہوں نے تعدیل کو چار اور جرح کو پانچ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے، حافظ عراقی (م: ۸۰۶) نے بھی ان کی موافقت کی، صرف چند الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ (التعجید والایضاح: ص ۱۳۰)

علامہ سخاوی (م: ۹۰۲ھ) جو حافظ ابن حجر (م: ۸۵۲) کے شاگردوں میں سے ہیں، انہوں نے بھی ان مراتب کو چھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے، لیکن دوسرے مرتبوں میں انہوں نے صرف ایک کلمہ فلان لایستل عنہ رکھا اور پہلا درجہ جو صحابہ کے بارے میں تھا اسے حذف کر دیا جائے۔ (فتح البصیۃ: ۱/۳۹۰)

علامہ سخاوی سے پہلے حافظ ابن حجر نے ہر ایک کو چھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے، جس میں انہوں نے صحابہ کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے، اگر صحابہ کو نکال دیا جائے تو ان کے یہاں بھی تعدیل کے پانچ مرتبے اور جرح کے چھ مرتبے ہوتے ہیں۔ (نہج النظر فی شرح منہج الفکر ص ۱۸۳)

حافظ سیوطی (م: ۹۱۱ھ) جو ان میں سب سے زیادہ متاخر ہیں انہوں نے بھی دسویں صدی ہجری میں چھ مرتبوں میں ان کو برقرار رکھا لیکن انہوں نے بھی صحابہ کو خارج کر دیا ہے، افلان لایستل عنہ کو درجہ اول میں رکھا ہے۔

کلمات جرح و تعدیل میں اگرچہ فرق ہے لیکن ان کو امام قاعدہ کے تحت مختلف مراتب میں تقسیم کرنے سے جرح و تعدیل میں سے ہر ایک کے چھ مرتبے بنتے ہیں اور ہر مرتبہ کے لئے مختلف کلمات ہوتے ہیں جو اس مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے۔

مراتب تعدیل اور ان کے کلمات

(۱) پہلا مرتبہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ ہے جس میں راوی کی ثقاہت بذریعہ اسم تفصیل یا صیغہ مبالغہ یا جوان کے مشابہ اور ہم معنی ہوانا سے بیان کیا گیا ہو جیسے اوثق الناس، احدا الاحدین، الیہ المحتسب فی

الثبت، أثبت الناس، لا يعرف له نظير، فلان لا يسئل عنه، امهر المؤمنين في الحديث وغيره۔

(۲) دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ راوی کی ثقاہت کی تاکید تکرار لفظی یا معنوی سے کی گئی ہو، جیسے ثقہ، ثقہ، ثقہ، ثبت، ثبت، حجة، ثقة، حافظ، ثقة مامون وغيره۔

اس بنیاد پر جس کی ثقاہت بیان کرنے میں مزید تکرار ہوئی ہے، وہ اس درجہ میں سب سے اعلیٰ ہوگا، جیسے ابن سعد کا امام شعبہ کے بارے میں کہنا ثقة مامون ثبت حجة کثیر الحديث۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تکرار جو مقول ہے وہ نوہار کی ہے، جو سفیان بن عیینہ کے قول عمرو بن دینار کے بارے میں ہے، جب انھوں نے لفظ ثقہ کی تکرار نو مرتبہ کی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ کہتے کہتے وہاں پر سانس ٹوٹ گیا۔ (فتح المصنف ۲/۳۹۲)

(۳) تیسرا مرتبہ یہ ہے جس میں راوی کی ثقاہت بغیر تاکید کے بیان کی گئی ہو، جیسے ثقہ، ثبت، حجة، متقن، حافظ، ضابط، امام، عادل وغيره اور (کناہ مصحف) کو بھی اسی کے ملحق قرار دیا گیا ہے، حالاں کہ یہ مبالغہ کے مشابہ ہے۔ قاعدے کے اعتبار سے پہلے درجہ میں رکھنا زیادہ مناسب تھا۔ (۴) چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ جس میں راوی کی عدالت واضح ہو لیکن ضبط غیر واضح ہو جیسے صدوق، مامون، لا باس بہ، نیس بہ باس، محله الصدوق، خيار وغيره۔

(۵) پانچواں مرتبہ یہ ہے جس میں راوی کی عدالت اور ضبط کو واضح طور سے بیان نہ کیا گیا، جیسے شیخ وسط، جيد الحديث، حسن الحديث، مقارب الحديث، صالح الحديث، الی الصدوق ماہون رووا عنه وغيره۔

نیز جن لوگوں پر کسی قسم کی بدعت یا اختلاط وغیرہ کا الزام ہے، ان کو بھی اس کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے، جیسے صدوق رمی بالتشیع، صدوق سب الحفظ، صدوق تغیر، صدوق یوم۔

(۶) چھٹاں مرتبہ یہ ہے جس میں راوی پر حکم لگانے میں ناقد کے تردد و شبہ کا پتہ چلے اور اس کی عدالت کے بہ نسبت جرح سے زیادہ قریب ہو جیسے صریح، یکتب حديثه، صدوق ان شاء الله،

مقبول، ار جوان لا بائس بہ وغیرہ

اصحاب مراتب تعدیل کا حکم

ان مراتب میں پہلے تین مراتب والوں کی روایتیں حدالت اور ضبط کی بنیاد پر قابل قبول اور قابل حجت ہوتی ہے اگرچہ قوت میں بعض بعض سے قوی ہوتی ہیں، صحیحین کی روایتیں پہلے مرتبہ والوں میں شمار ہوتی ہے، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایتیں دوسرے مرتبہ والوں میں شمار ہوتی ہیں اور کتب سنن کی روایتیں تیسرے مرتبہ والوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

چوتھے مرتبہ والوں کے سلسلہ میں قدرے اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ یہ قابل احتجاج ہوتے ہیں اور ان کی روایتیں درجہ حسن کو پہنچتی ہیں، امام طبرانی سے اس طرح کی روایتیں سنن میں پائی جاتی ہے۔ پانچویں مرتبہ والوں کی روایتیں مطلق قابل احتجاج تو نہیں ہوتی ہیں البتہ قابل اعتبار ہوتی ہیں لیکن ان کی روایتیں اگر ثقات کے موافق ہوں تو قابل احتجاج ہو جاتی ہیں۔

چھٹے مرتبہ والوں کی بھی روایت قابل قبول نہیں ہوتی بلکہ قابل اعتبار ہوتی ہے لیکن مرتبہ میں کم ہوتی ہے اگر اس کی کوئی روایت شاہد ہے تو حسن الخیر ہوگی ورنہ ضعیف ہوگی لیکن ضعیف خفیف ہوگا۔

مراتب جرح اور ان کے کلمات :

(۱) پہلا مرتبہ جو سب سے کم تر ہے وہ راوی کے کمزور اور ضعیف ہونے کی جانب اشارہ کرتا ہے جیسے
لین الحدیث، فیہ مقال، سیء الحفظ، تکلموا فیہ، لیس بالقوی، تعرف وتکر، غیرہ اوثق منه،
مجہول وغیرہ

(۲) دوسرا مرتبہ یہ ہے جو راوی کے ضعیف اور مردود ہونے پر صراحت سے دلالت کرتا ہے جیسے
ضعیف، لا یحتج بہ، لہ مناکیر، مضطرب وغیرہ

(۳) تیسرا مرتبہ یہ ہے جو راوی سے استدلال کی ممانعت اور کثرت ضعیف پر دلالت کرتا ہے، جیسے

ضعیف جداً، واه بمرقہ، لا یکتب حدیثہ، لا تحل الروایۃ عنہ، تالف، رد حدیثہ، نیس بشی، لا یساوی شیاً وغیرہ

(۴) چوتھا مرتبہ یہ ہے جو راوی کے متہم بالوضع، متہم بالکذب، سارق الحدیث، ساقط، متروک، ذاہب الحدیث، (فیہ نظر، مسکوعا عنہ صرف امام بخاری کے یہاں)

(۵) پانچواں مرتبہ یہ ہے جو راوی کے حدیث رسول میں دروغ گو ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے کذاب، دجال، وضاع، یکتب، یضع وغیرہ

(۶) چھٹا مرتبہ یہ ہے جو راوی کے دروغ گو ہونے پر اسم تفضیل یا صیغہ مبالغہ کے ذریعہ دلالت کرے جیسے اکذب الناس، رکن الکذب، الہ المکتہ فی الکذب وغیرہ

اصحاب مراتب جرح کا حکم

ان میں پہلے اور دوسرے مرتبہ والوں کی روایتیں ضعیف ہوتی ہیں لیکن درجات میں فرق ہوتا ہے، یہ روایتیں قابل احتجاج نہیں ہوتی ہیں البتہ قابل استیساں ہوتی ہیں بوقت ضرورت ان کا ذکر کیا جاسکتا ہے اور دوسرے ہم مرتبہ والوں سے مل کر کام چلاؤ ہو سکتی ہیں اور دوسرے کی تائید کر سکتی ہیں ان کے علاوہ بقیہ چار مراتب والوں کی روایتیں مردود ہوتی ہیں، ان کا تحریر کرنا بھی درست نہیں ہوتا بلکہ آخری تین مراتب والوں کی روایتوں کا بیان کرنا بھی بغیر وضاحت کے حرام ہوتا ہے، اس طرح کی روایتیں کتب موضوعات میں پائی جاتی ہیں یہ ترمذی، دار ضعیف، انتہائی ضعیف، متروک اور موضوع ہوتی ہیں۔ (جرح و تعدیل ص ۲۲۲ تا ۲۲۶ بحذف)

نقشہ جات آخر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب سوم

علم اسماء الرجال

حضرات صحابہ کرامؓ اور اکابرین تابعین کے دور میں جرح و تعدیل اور کتب رجال کی چھداں ضرورت نہیں تھی، اس لیے کہ احادیث روایت کرنے والے حضرات صحابہ کرامؓ تھے جو تمام حادل و ثقہ تھے ان میں سے کسی ایک بھی فرد نے کبھی بھی آنحضرت ﷺ کے حلقہ کوئی غلط بیانی نہیں کی، اور کبار تابعین کے عہد میں برائے نام ضعف پایا گیا، البتہ اوساط تابعین میں بلاشبہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت ملتی ہے مگر ان کا ضعف بھی کذب و ہد یا غبی کی بنا پر نہیں تھا بلکہ قلت ضبط، حافظہ کے ضعف یا روایت میں تساہل کی بنا پر تھا، بہر حال اس دور تک کسی دروغ گوئی یا ضعیف الروایۃ شخص کا وجود بہت کم تھا اس لیے فن اسماء الرجال کو قلمبند کرنے کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی گئی لیکن جب دوسری صدی کے وسط میں بعض لوگوں نے کذب بیانی سے کام لیا تو ائمہ محدثین نے ہاتھ باندھ کر جرح و تعدیل سے کام لیا اور تاریخ کی روشنی میں روات کے بیانات کو جائز اور پرکھا چناں چہ سفیان ثوری (م ۱۶۰) فرماتے ہیں کہ

لما استعمل الرواة الکذب استعملناہم التاریخ (الکفایۃ فی علم الروایۃ)

جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ استعمال کی۔

قاضی حنفی بن غیاث فرماتے ہیں اذا اتهمتم الشیخ فحاسبوہ بالسنین (الکفایۃ)

جب تم لوگ کسی شیخ کو متہم خیال کرو تو سنین کے حساب سے اس کی جانچ کرو۔

یعنی شیخ کے سن اور جس سے وہ روایت کر رہا ہے اس کے سن کو معلوم کر کے حساب لگاؤ کہ اس

نے اس سے ملاقات کی ہے یا ویسے ہی ان سے روایت کا دعویٰ کر رہا ہے۔

حسان بن زید کہتے ہیں کہ ۰ کذا بین کے مقابلے میں تاریخ سے بہتر کوئی چیز مددگار نہیں

ہو سکتی ہے یہ اس طرح کہ پہلے اس راوی سے دریافت کیا جائے کہ تم کب پیدا ہوئے؟ جب وہ اپنا سال

ولادت ہم سے بیان کر دے اور جس شخص سے وہ روایت کر رہا ہے اس کا سن وفات ہمیں معلوم ہو تو پھر ہمیں اس کے جھوٹ سچ کا پتہ چل سکتا ہے۔ چنانچہ اسماعیل بن عیاش نے ایک مرتبہ ایک شخص سے امتحاناً سوال کیا کہ بتاؤ تم نے خالد بن معدان سے کس سن میں حدیث لکھی تھی؟ کہنے لگا ۱۱۳ھ میں، اس پر اسماعیل نے اس شخص سے کہا کہ تم تو اس بات کے مدعی ہو کہ خالد کی وفات کے سات سال کے بعد تم نے اس سے حدیث سنی ہے۔ (فن اسماء الرجال بحوالہ الاعلان بالتوثیح اور جامع بیان العلم)

مرد زمانہ کے ساتھ ساتھ رواۃ کے حالات دیگر گوں ہونے لگے تو ائمہ محدثین اور علمائے امت نے دین مبین کی حفاظت اور اس کو خاریجی مداخلت سے محفوظ رکھنے کے لیے فن جرح و تعدیل ایجاد کیا جس کی جھلک کتاب اللہ میں فاسق، کذاب اور سنت رسول ﷺ اور ہمس کی شکل میں نظر آتی ہے۔ پھر تابعین اور قبیح تابعین کے دور میں بتدریج رجال پر نقد اور ان پر کلام کا فن حسب ضرورت وسیع تر ہوتا گیا۔ چوں کہ یہ دور راویان حدیث کا دور اور ائمہ محدثین کا ایک دوسرے سے قربت اور ہم عصری کا دور تھا اس لیے طلبائے علوم نبوت کو رجال حدیث پر کئے گئے کلام کی معرفت اور اس کے حفظ و فہم میں زیادہ وقت نہیں ہوتی تھی۔

تیسری صدی کی ابتدا تک یہ کلام جو راویان حدیث پر جرح و تعدیل کے سلسلے میں وارد ہوئے تھے زبانی کلام تھے جسے خدام سنت نبوی ﷺ اور طالبان علوم نبوت یا تو اپنے مشائخ اور ان کے اساتذہ سے (مشائخ کے واسطے سے) سن کر معلوم کرتے تھے یا وہ سوال و جواب کی شکل میں ہو یا عمومی درس کی صورت میں ہو یا بذات خود انھوں نے اپنے معاصرین کو دیکھا ہو۔

تاریخ تدوین کتب جرح و تعدیل

تقریباً اس دو سو سال کے دوران جرح و تعدیل کی مصطلحات متعارف، اصول و ضوابط متعین اور اہل علم کے یہاں متبادل و معمول پر ہو چکے تھے۔ کلمات جرح و تعدیل کے زیر و بم دریغ و غم اور ان کے مدلول واضح ہو چکے تھے۔ اب انھیں قلم بند کرنے کی ضرورت تھی تاکہ اس پر بحث و تمحیص، نقد

دوازہ اور مختلف آراء کا تقابلی جائزہ آسانی سے لیا جاسکے اور ان اقوال کی روشنی میں مختلف فیہ راویوں پر
 دقیق سے دقیق ترقیہ کیا جاسکے۔ (المجرح والتعديل ابوالبہاہ حسین)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے قلوب میں جن کو حفاظت حدیث رسول کے لیے
 منتخب فرمایا تھا یہ الہام کیا کہ اس فن کی تصنیف اور اقوال جرح و تعدیل کی تدوین ہونی چاہیے۔ چنانچہ
 انھوں نے اس علمی خزانہ کو محفوظ کرنا شروع کر دیا اور سب سے پہلے محیی بن سعید قطان (م: ۱۹۸) نے
 راویان حدیث کے بارے میں معلومات کو قلم بند کرنا شروع کیا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کفاول من
 جمع کلامہ فی ذلک الامام (یحیی بن سعید القطان) الذی قال عنہ الامام احمد ما رأیت مثل
 یحیی (میزان الاحتمال / ۱۱۰) یعنی سب سے پہلے راویان حدیث کے سلسلہ میں کئے گئے کلام کو امام
 محیی بن سعید قطان (م: ۱۹۸) نے جمع کیا جن کے بارے میں امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱) کا فرمان
 ہے کہ میں نے اپنی نگاہوں سے اس جیسی شخصیت کو نہیں دیکھا۔

محیی بن سعید قطان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے تلامذہ مثلاً امام محیی بن یحییٰ (م: ۲۳۳)
 امام علی بن مدینی (م: ۲۳۴)، امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱)، عمرو بن علی فلاس (م: ۲۴۹) اور ابو نعیم
 حرب (م: ۲۳۴) رحمۃ اللہ علیہم جمعین وغیرہ نے یہ مسداری سنجالی اور جاہل حدیث پر معلومات کو تحریری
 شکل میں جمع کیا۔ ان کی تالیفات اس فن کی ابتدائی اور بنیادی تصنیفات تصور کی جاتی ہے۔

آہستہ آہستہ اس فن کی تالیفات میں کثرت اور کیفیت دونوں اعتبار سے اضافہ ہوا اور راویان
 حدیث کے سلسلے کی وہ گنگو جو کبھی سوال و جواب کی شکل میں انتہائی مختصر ہوا کرتی تھی ترقی کر کے مکمل
 سوانح حیات کی شکل اختیار کر گئی اور اس سلسلے کی متنوع تالیفات منظم اور مرتب ہونے لگیں۔ چنانچہ
 مذکورہ محدثین کے شاگردوں میں امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م: ۲۵۶) نے ایک علمی
 شاہکار چاند کی روشنی اور درخشندہ اقدس کے جوار میں بیٹھ کر "کنز الدقائق" کے نام سے تحریر کیا۔

ایسے ہی امام ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب سعدی (م: ۲۵۹)، امام مسلم بن حجاج نیشاپوری

(م: ۲۶۱) اور امام احمد بن عبد اللہ عجلی (م: ۲۶۴) نے راویان حدیث کے احوال و کوائف کو مختلف شکلوں میں جمع کیا، انھیں نفوس قدسیہ کی روش کو اپناتے ہوئے امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱)، امام ابو جعفر عقیلی (م: ۳۲۲)، امام ابن ابی حاتم رازی (م: ۳۲۷)، امام ابن حبان بسبی (م: ۳۵۴) اور علامہ ابن حدی (م: ۳۶۵) نے اس فن کو جلائخشا اور راویان حدیث کے بارے میں اپنے فیصلوں کے ساتھ دوسرے ائمہ فقہ کے اقوال کو بطور مقارنہ ذکر کیا۔ ان اقوال کو انھوں نے اپنی سندوں سے اسی طرح بیان کیا جس طرح حدیث شریف کو سند سے بیان کیا جاتا ہے اور بطور نمونہ ان ائمہ کی احادیث کو مع اسانید کے ذکر کیا۔ (میزان الاحتمال / ۱۱۱، ۱۱۲)

اس طرح سے فن جرح و تعدیل و اسمائے رجال کے بارے میں تالیفات مؤلف کے دور، مزاج، ذوق اور ضرورت کے مطابق ترقی پذیر ہوتی رہیں اور انواع و اقسام کی تصانیف وجود میں آئیں جس نے ہر ایک راوی کی حیثیت کو واضح کر دیا۔ یہ کتابیں اس امت کی بقا کی ضمانت دیتی ہیں اور اس دین کی حفاظت اور حدیث پاک سے دفاع کے لیے تلخ بے نیام بنا کر آج بھی کتب خانوں کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہیں یہاں تک کہ دشمنان اسلام کو بھی یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ دنیا میں کوئی قوم آج تک ایسی نہیں گذری اور نہ موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسمائے رجال پر ایسا فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (جرح و تعدیل ص ۳۸۶)

کتب جرح و تعدیل کے تالیفی مراحل اور کیفیت

اسمائے رجال پر جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں ان کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- (۱) پہلے مرحلہ کی کتابیں انتہائی مختصر ہوا کرتی تھیں، جس میں راوی کا مختصر نام اور ایک نقطہ میں اس کے بارے میں حکم ذکر کر دیا جاتا تھا خواہ وہ مؤلف کا اپنا قول ہو یا ان کے کسی استاد یا کسی امام کا قول ہو اس طرز کی مختصر کتابیں اہل علم نے بعد میں بھی تحریر کی ہیں، اس طرح کی کتابوں میں امام بخاری کی کتاب ”الضعفاء الصغیر“ امام زرعد رازی اور امام نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکیں۔ امام دارقطنی کی

کتاب الضعفاء اور کتب اسناد وغیرہ کو مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

(۲) دوسرے مرحلے کی کتابیں عموماً متوسط ہوا کرتی تھیں ان کتابوں میں تراجم کے بیان میں قدرے وسعت دی گئی راوی کا حسب و نسب، اس کے بعض اساتذہ و تلامذہ، اس کے بارے میں علما کے اقوال اور مثال کے طور پر ایک یا چند ایسی احادیث مع اسناد ذکر کی جاتی تھیں جو اس راوی کے واسطے سے مروی ہوتی تھیں، اس مرحلے کی کتابوں کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس میں راویوں کے بارے میں کئے گئے ائمہ کے اقوال کو سند کے ساتھ بیان کیا گیا تھا، اس سلسلہ میں جن کتابوں کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) التاريخ الكبير: امام بخاری

(۲) تاريخ الضعفاء: امام ابو جعفر عقیلی

(۳) المعجروحين من المحدثين: ابن حبان

(۴) الكامل في ضعفاء الرجال: ابن حادی

(۵) الجرح والتعديل: ابن ابی حاتم رازی

(۶) کتاب الثقات: ابن حبان

(۳) تیسرے مرحلے کی کتابیں کافی مفصل ہیں، راوی کے بارے میں جو ضروری معلومات دستیاب ہو سکی تقریباً سب معلومات کا احاطہ کر لیا گیا خاص طور سے ائمہ جرح و تعدیل کے مختلف اقوال کو حتی المقدور ذکر کر دیا گیا، مؤلف کے ذوق کے مطابق کسی خاص چیز کی طرف توجہ زیادہ دی گئی جیسے جذبہ الکمال میں راوی کے حرام اساتذہ و تلامذہ کو جمع کر دیا گیا اور جذبہ حب میں راوی کے بارے میں حرام ائمہ کے اقوال کو کافی حد تک ذکر کر دیا گیا۔

اس تیسرے مرحلے کی کتابوں میں اقوال ائمہ کو اسانید کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا بلکہ ساہقان کتابوں پر اعتماد کیا جو مستند تھیں۔ ما قبل کی کتابوں میں مذکور اسانید کو ہی کافی سمجھا گیا اور بعض کتابوں میں ان احادیث کو بھی حذف کر دیا گیا جس میں مترجم راوی کا واسطہ ہوتا تھا۔

اقسام کتب جرح و تعدیل

اسمائے رجال کی ان جملہ تالیفات کو دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) کتب عامہ (عام کتابیں) (۲) کتب خاصہ (خاص کتابیں)

(۱) کتب عامہ

ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں ہر قسم کے ہر مقام اور ہر صفت کے راویوں کا ذکر ہو خواہ وہ مغرب کے رہنے والے ہوں یا مشرق کے، صحابی ہوں یا تابعی، ثقہ ہوں یا ضعیف، کنیت سے معروف ہوں یا نام سے، لقب سے مشہور ہوں یا نسبت سے مشہور ہوں۔

(۲) کتب خاصہ

ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں کسی خاص صفت سے متصف راویوں کا تذکرہ ہو مثلاً صرف ثقہ راویوں کا ذکر ہو یا صرف ضعیف کا ذکر ہو یا کسی خاص مقام و جگہ کے راویوں کے حالات ہوں یا کسی خاص کتاب یا چند کتابوں میں وارد شدہ راویوں کا بیان ہو یا صرف اصحاب کئی یا اصحاب لقب یا مدلسین یا مختلطین کا تذکرہ ہوں۔

کتب جرح و تعدیل کی جملہ اقسام اور جملہ کتابوں کا احاطہ بہت مشکل ہے اس لیے یہاں صرف مشہور اقسام اور ان میں معروف کتابوں کا اجمالی تذکرہ اور ان میں سے اہم کتابوں کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

اہم کتابیں

(۱) الطبقات الکبریٰ

تالیف : محمد بن سعد (متوفی ۲۴۰ھ)

تعارف

یہ کتاب طبقات کی موجودہ کتابوں میں سب سے بہتر، جامع مشہور اور وسیع کتاب ہے۔ ان سے پہلے صرف واقدی (متوفی ۱۲۰۷ھ) اور نیشم بن حدی (متوفی ۱۲۰۷ھ) نے طبقات پر کتابیں تحریر کی ہیں۔

ترتیب

یہ کتاب اس فن کی بنیادی کتاب ہے جس میں سیرت رسول، تذکرہ صحابہ و تابعین پر توجہ دی گئی ہے۔ یہ کتاب ترتیب زمانی و مکانی دونوں اعتبار سے مرتب ہے، صحابہ کرام اور دیگر حضرات کو شہروں پر تقسیم کر کے طبقات پر مرتب کیا ہے، مثلاً مدنی صحابہ، پھر یہاں کے رہنے والے تابعین، تبع تابعین، مکی صحابہ اور مکہ میں رہنے والے تابعین، تبع تابعین۔ علیٰ حد القیاس

نوعیت تراجم

اس کتاب میں صحابہ و تابعین کے تراجم کو مؤلف نے اپنے ہم عصروں کے بہ نسبت زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور چوں کہ یہ انساب اور اخبار کے ماہر فن تھے لہذا اخبار و انساب کا تذکرہ غالب ہے، صاحب ترجمہ کے نام و نسب کے ساتھ ساتھ لقب و کنیت نیز اخلاقی حالت، علمی مقام، اداری کام، مفتی و قاضی ہونا وغیرہ کی جانب اشارہ کیا ہے، مترجم لکے بعض روایتوں کو بذریعہ اسناد ذکر کیا ہے، قلت و کثرت روایت کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ (مقدمہ محقق)

ترجمہ کے آخر میں راوی سے متعلق جرح و تعدیل کا بھی ذکر کیا ہے، جس کے لیے مختلف مراتب کے کلمات کا استعمال کیا ہے، اہل علم نے ان کے جرح و تعدیل کو قابل قبول اور قابل اعتناء دیتا ہے۔ (الاعلان بالتوضیح)

علماء کی نظر میں

اہل علم نے اس کتاب کی کافی تعریف کی ہے، خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ نصف کتب اہل

طبقات الصحابة والتابعين الخلفاء الى واقعه فاجاد فيه واحسن طبقات صحابة التابعين اور اپنے زمانے تک گذرے ہوئے لوگوں پر ایک کتاب تصنیف کی ہے، جو انتہائی مختصر اور مفید ہے۔ (تاریخ بغداد)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ : ”من نظر فی کتاب الطبقات خضع لعلمہ“ جو ان کی کتاب طبقات کو دیکھے گا تو ان کے علم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گا۔ (سیر اعلام النبلاء)

طریقہ استفادہ

کتاب سے استفادہ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان فہارس سے مدد لی جائے جو مطبوعہ نسخوں کے ہر جلد کے آخر میں مطبوع ہے، اس کی ایک فہرست الگ سے بھی مطبوع ہے، جس کو شیخ محمد علی اولیٰ نے ترتیب دیا ہے، اس فہرست میں کتاب کے دونوں طبقات کا حوالہ دیا ہے، جس سے کافی آسانی ہوتی ہے، اس ترتیب کا نام ”فہرسة الاعلام المترجمين في الطبقات الكبرى لابن سعد“ ہے۔ (جرح و تعدیل ص ۳۹۳ تا ۳۹۶)

(۲) التاريخ الكبير

تالیف: امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)

تعارف

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ وہ مایہ ناز تصنیف ہے جس پر یہ امت جتنا فخر کرے کم ہے، فن جرح و تعدیل کا یہ شاہکار اپنے فن میں سب سے پہلی موضوعی اور جامع کتاب ہے، جس کو مؤلف نے بذات خود تحریر کیا ہے۔

اسی وجہ سے اس کو فضل استیثت کے ساتھ اساسی حیثیت بھی حاصل ہے۔ امام بخاریؒ نے تاریخ کے نام سے تین کتابیں تالیف کی ہیں۔ التاريخ الكبير، التاريخ الاوسط اور التاريخ الصغير

ان میں سب سے اہم مقام ”التاریخ الکبیر“ کو حاصل ہے، اس لیے کہ یہ کتاب ان دونوں کے مقابلہ میں جامع اور مفصل ہے۔

اہل علم کی نگاہ میں

جب یہ تالیف منظر عام پر آئی تو علمی حلقہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، محدثین نے اس کو بڑی حیرت و تعجب سے دیکھا، اس زمانے میں وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اتنی عظیم کتاب اس طرح ترقیب کے ساتھ تالیف کی جاسکتی ہے، جس میں راویان حدیث کے مجموعی حالات یکجا مل سکیں، چنانچہ جب اس کتاب کی خبر آپ کے استاد اعلیٰ بن راہوچہ کو ہوئی (جن کے مشورہ سے آپ نے جامع صحیح لکھی تھی) تو ان کے حیرت و خوشی کا یہ عالم تھا کہ وہ امیر وقت عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے امیر! کیا میں آپ کو کوئی جادو نہ دکھاؤں پھر انھوں نے ان کے سامنے تاریخ الکبیر“ رکھ دی۔ (طبقات الشافعیہ)

ابو احمد حاکم نے فرمایا ہے کہ ”انہلم یسبق الیہ ومن الف بعدہ فی تاریخ اوالا سماعہ والکتابی لم یستغن عنہ“ اس طرح کی کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی ہے اور جس نے بھی آپ کے بعد راویان کی تاریخ واسائے رجال میں جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کی کتاب کا محتاج رہا۔ (طبقات الشافعیہ) آگے فرماتے ہیں ”فمنہم من نسبہ الی نفسہ مثل ابی زرعة و ابی حاتم و مسلم، ومنہم من حکاہ عنہ فاللہ یرحمہ فانہ اصل الاصول“

ابوالعباس بن سعید کہتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص تیس ہزار حدیثیں بھی لکھ ڈالے تو امام بخاری کی کتاب تاریخ الکبیر کا محتاج رہے گا۔ (فتاویٰ ابن حجر)

اہم خصوصیت

جس وقت آپ نے یہ کتاب تالیف کی اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی، اور سب سے اہم عجب یہ ہے کہ آپ نے اس کتاب کو چاند کی روشنی میں روضہ طاہر کے پاس بیٹھ کر تحریر کیا ہے، آپ کا فرمان

ہے کہ جتنے بھی نام اس کتاب میں موجود ہیں تقریباً ہر ایک کے بارے میں میرے پاس کوئی نہ کوئی واقعہ اور قصہ موجود ہے، لیکن کتاب کے طویل ہونے کے خوف سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ (تاریخ بغداد)

عظیم اور نوعیت

یہ کتاب کتب جرح و تعدیل کے نوعیت کے اعتبار سے کتب عامہ میں شامل ہے، اس لیے کہ امام بخاری نے اس میں ہر قسم کے راویوں کا تذکرہ کیا ہے، چاہے وہ ثقہ ہوں یا ضعیف، صحابی ہوں یا تابعی، حجاز کے رہنے والے ہوں یا عراق کے، اس کتاب میں مطبوعہ نسخہ کے نمبرات کے اعتبار سے کل بارہ ہزار تین سو پندرہ افراد کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

بطور تتمہ ”کتاب الکفی“ بھی تحریر فرمائی ہے، جس میں ان راویوں کا ذکر ہے جو اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، اس میں تقریباً ایک ہزار افراد کا تذکرہ ہے۔

امام بخاریؒ نے اس کتاب میں سب سے پہلے رسول پاک ﷺ کا ذکر کیا ہے، آپ ﷺ کے اسم پاک کی مناسبت سے محمد نام کے رواق کو مابقیہ رواق پر مقدم کیا ہے۔

ترتیب

اس کے بعد پوری کتاب کو حروف معجم (ا ب ت ث) کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، اس لیے سب سے پہلے باب الف کا ذکر ہے اس باب میں ان سارے راویوں کا ذکر ہے، جن کا نام حرف ”الف“ سے شروع ہوتا ہے، اس میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے، یوں لگتا ہے کہ جن کے نام بکثرت استعمال ہوتے ہیں، ان کو مقدم کیا ہے اور جس نام میں بہت سے افراد مشترک ہیں ان کو ایک باب کے ضمن میں اکٹھا کر کر دیا ہے، مثلاً ابراہیم میں وہ سارے راوی موجود ہوں گے جن کا نام ابراہیم ہے اور باب اسماعیل میں وہ راوی ملیں گے جن کا نام اسماعیل ہے۔ پھر ان ناموں کو ان کے والد کے نام کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، یعنی باب ابراہیم میں ان راویوں کا نام پہلے ملے گا جن کے والد کا نام حرف ”الف“ سے شروع ہوتا ہے، اس کے بعد وہ ابراہیم نامی راوی ہوں گے جن کے والد کا نام حرف ”ب“۔

سے شروع ہوتا ہے۔ وہی ہذا القیاس

سارے حروف میں امام بخاری نے صحابہ کرام کے نام کو (اگر اس نام کے صحابی ہیں تو) مقدم رکھا ہے، اس کے بعد ہی دوسرے راویوں کے نام لکھے ہیں، ہر حرف میں مشترک اسماء کے ذکر کرنے کے بعد اس حرف کے آخر میں مفردات (یعنی وہ راوی جس نام کا کوئی دوسرا راوی نہ ہو) اور مہمات کا تذکرہ ”ومن افراد النام“ کے زیر عنوان کیا ہے۔

چوں کہ کتاب بنیادی اعتبار سے حروف معجم پر مرتب ہے، اس لیے استفادہ قدرے آسان ہے، لیکن چوں کہ ترتیب میں صرف پہلے حرف کا اعتبار کیا گیا ہے، لہذا نام کی تلاش میں کچھ وقت لگتا ہے، کتاب کے آخر یا شروع میں موجود فہرست سے مدد لینے میں مزید سہولت سے مطلوبہ نام دستیاب ہو سکتا ہے۔ راوی کا نام جس حرف سے شروع ہوتا ہے، اس میں تلاش کرنے سے سہولت مطلوب تک پہنچا جاسکتا ہے۔

نوعیت تراجم

حرجہ میں عموماً راوی کے نام و نسب، نسبت و کنیت کا ذکر کیا ہے، نیز اس کے مقام و زمانے کی تحدید کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے، کبھی کبھی سن و فوات کا ذکر مراحت یا کسی واقعہ کی جانب اشارے سے کیا ہے۔

اسی طرح سے راوی کے بعض شیوخ و علما کا بھی ذکر کیا ہے اور کہیں کہیں بطور مثال ایک یا ایک سے زائد روایت کا بھی تذکرہ کیا ہے، جن کی تعداد تقریباً ہزار ہے۔

اس کتاب میں عموماً تراجم متوسط ہیں، جب کہ کہیں کہیں بہت مختصر بھی ہو گئے ہیں، بلکہ بعض اوقات کوئی خاص معلومات نہیں رہتی۔

کلمات جرح و تعدیل میں تواریخ

امام بخاریؒ کے تقوی و پرہیزگاری کا اس کتاب کی تالیف پر بہت گہرا اثر پڑا ہے، اسی لیے

الفاظ جرح و تعدیل کو بڑے محتاط انداز میں استعمال کیا ہے، عموماً آپ نے مشکل کلموں کا استعمال کیا ہے، جس سے راوی پر حکم معلوم ہو جائے مثلاً جرح کے لیے آپ کہتے ہیں کہ فیہ نظر، مسکو اعنہ اور تعدیل کے لیے نقۃ، حسن الحدیث، آپ کا سب سے شدید کلمہ جو جرح کے لیے استعمال کیا ہے وہ منکر الحدیث کا کلمہ ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جو شخص امام بخاریؒ کے کلام کو جرح و تعدیل کے بارے میں غور سے دیکھے گا وہ خود بخود سمجھ لے گا کہ امام بخاریؒ نے کس طرح احتیاط سے کام لیا ہے، عموماً آپ نے مسکو اعنہ، فیہ نظر، نو کوہ جیسے کلمات کا استعمال کیا ہے، بہت کم کذاب یا وضع کا اطلاق کیا ہے بلکہ کذبہ فلان، دماہ فلان، دمی بالکذب کہہ کر کام چلا لیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری)

مسکوت عنہ کا حکم

اس کتاب میں بہت سے تراجم ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن میں آپ نے جرح و تعدیل کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ سکوت اختیار کیا ہے، کچھ علما نے سکوت بخاریؒ کو تعدیل پر محمول کیا ہے، حالاں کہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ بعض بڑے بڑے ائمہ پر امام بخاریؒ نے سکوت اختیار کیا ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، احمد بن احکاب وغیرہ جب کہ اس کے برخلاف کہیں کہیں مشہور ضعیف پر بھی سکوت اختیار کیا ہے جیسے محمد بن اسعد بن قیس کندی اور محمد بن ابراہیم یفکری، اور کہیں کہیں ایسے لوگوں پر سکوت اختیار کیا ہے جن کے تعیین میں شبہ ہے مثلاً محمد بن قیس اسدی، محمد بن قیس کفی، محمد بن کلیب مدنی۔ امام مزی نے عبد اللہ بن ابی عمار کے ترجمہ میں امام بخاریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ من لم یؤمن فیہ جر حافہو علی الاحتمال کہ میں نے جن پر جرح کی وضاحت نہیں کی ہے تو وہ محتمل ہیں۔ (یعنی ثقہ اور غیر ثقہ دونوں ہو سکتے ہیں۔)

لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ جن راویوں پر امام بخاریؒ نے سکوت اختیار کیا ہے وہ ثقہ ہیں، بلکہ ایسے راویوں پر حکم کے لیے دوسروں کے اقوال کو معلوم کرنا پڑے گا اور ان کے حالات کی بنیاد پر صحیح حکم لگانا

پڑے گا۔

مصادر الکتاب

اس کتاب میں امام بخاریؒ نے جمع مواد کے لیے اپنی ذاتی معلومات پر اعتماد کیا ہے، نیز اپنے اساتذہ اور ان کے واسطے سے ان کے مشائخ کے اقوال سے بھی استدلال کیا ہے، مثلاً ابن مبارکؒ، یحییٰ بن سعید قطانؒ، عبدالرحمن بن مہدیؒ، یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ، جس سے کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

خصوصی اصطلاح

بعض کلمات جرح و تعدیل جو آپ نے اس کتاب میں استعمال کیا ہے وہ عام محدثین کے استعمال سے جدا ہیں، جن کی معرفت ضروری ہے، مثلاً جب آپ کسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ”فیہ نظر“ تو اس سے مراد ”متروک“ لیتے ہیں۔ قریب قریب یہی معاملہ ”سکتوا عنه“ کا بھی ہے اور جب ”منکر الحدیث“ کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ راوی سے روایت کرنا جائز نہیں بلکہ وہ متروک ہے۔

ڈاکٹر ضیاء الرحمن فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے قول ”فیہ نظر“ سے ”متروک“ ہی مراد لینا یہ عام قاعدہ نہیں، اس طرح سے جب وہ ”منکر الحدیث“ کہتے ہیں تو اس سے ہمیشہ ”لا تحل الروایۃ عنه“ (متروک) ہی مراد لینا درست نہیں، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ راوی اس صورت متروک ہوتا ہے جب منفرد ہو، اسی وجہ سے بعض راویوں کو جس پر ”منکر الحدیث“ کا اطلاق کیا ہے، اور ان کو ضعف میں نہیں ذکر کیا ہے۔ (دراسات فی الجرح والتعدیل)

اور جب کسی راوی پر لفظ ”صدوق“ کا اطلاق کیا ہے، تو اس سے مراد ”نقہ“ لیا ہے۔

تاریخ گبیر پرائمر کا نقد اور اس کی حیثیت

اسمہ جرح و تعدیل کے کچھ مالی مرتبہ و صاحب نقد و بصیرت علما نے امام بخاریؒ کی کتاب تاریخ الکبیر پر نقد کیا ہے اور آپ کی لغزشوں کو جمع کیا ہے۔

ڈاکٹر سعدی ہاشمی کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے یہ کام ابو زرہ رازی نے ایک منفرد تالیف میں کیا ہے، اس کے بعد امام ابو حاتم رازی نے دوسری منفرد تالیف میں کیا ہے، پھر امام ابن ابی حاتم نے ان دونوں ائمہ کی تالیف کو یکجا کر کے اور اپنی معلومات کے سہارے سے الگ تیسری تالیف کی ہے اور اس کو اسی نام سے موسوم کیا ہے جس نام سے امام زرہ نے موسوم کیا تھا۔

سعدی ہاشمی نے جن نصوص کا سہار لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ ان تینوں ائمہ کی الگ الگ اس سلسلے میں تصانیف ہیں بظاہر وہ نصوص مدعا پر دلالت سے قاصر ہیں، لیکن واقعہ جو بھی ہوتیوں نے الگ الگ تصنیف کر کے لغزشات کی گرفت کی ہو یا ان لوگوں نے اشارہ کر دیا ہو اور ابن ابی حاتم نے جمع کیا ہو، سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ”ری“ کی تین اہم شخصیتوں نے اس عظیم کتاب پر نقد کیا ہے اور جو تالیف اس سلسلے میں کی ہے، اس کا نام ”بیان خطا ابی عبد اللہ البخاری فی تاریخہ“ رکھا ہے اس سے ملتی جلتی گرفت امام خطیب بغدادیؒ نے بھی کی ہے۔ جس کتاب کا نام انھوں نے ”الموضع لأوهام الجمع التفریق“ رکھا ہے، ان لغزشوں کی تعداد اس کتاب میں ۸۹ ہے، اس کتاب پر جو نقد و گرفت کی گئی ہے اس میں اکثر بیشتر محقول و جوابات کی بنا پر ناقابل قبول ہیں اور اپنی وسیع کتاب میں چند غلطیاں رہ جانا کتاب کی اہمیت کو کم نہیں کرتا ہے۔ (تعارف التاریخ الکبیر ماخوذ از جرح و تعدیل ص ۳ تا ۱۱۳ بحذف)

(۳) الجرح والتعديل

عبدالرحمن ابن ابی حاتم رازی (متوفی ۳۲۷ھ)

تعارف

کتاب کے نام سے اس کا موضوع واضح ہے، انواع کتب جرح کے اعتبار سے اسے کتب

عامہ میں شمار کیا جاتا ہے، یہ تالیف اپنے فن میں انتہائی اہم اور مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، اسے کتب عامہ میں ام الکتاب کی حیثیت حاصل ہے، طالبان علوم نبوت کے لیے یہ ایک گراں قدر علمی تحفہ اور بے مثال سرمایہ ہے۔

اس کے مؤلف نے صحابہ کرام سے لے کر اپنے عصر تک کے راویوں کا تذکرہ بغیر کسی خصوصیت کے کیا ہے، بنیادی طور پر یہ کتاب امام بخاریؒ کی کتاب ”تاریخ کبیر“ کی تکمیل ہے چوں کہ امام بخاریؒ کی کتاب اپنے فن کی اساسی کتاب ہے جس کو طوائف وقت نے حیرت و استعجاب سے دیکھا، لیکن اس کتاب میں عموماً راویان حدیث پر جرح و تعدیل کا حکم نہیں تھا، جو راویوں کے جرائم میں سب سے اہم مقصد ہوتا ہے۔

امام ابو زرہ اور امام ابو حاتم نے اسی کی کو محسوس کیا اور اس کی عظمت کا احترام کرتے ہوئے یہ سوچا کہ اس کتاب کو فنی اعتبار سے مکمل کر دیا جائے، انھوں نے یہ ذمہ داری امام عبدالرحمن بن ابو حاتم کو سونپ دی، کہ اس کتاب کے راویوں کے بارے میں ہم لوگوں سے معلومات لے کر اس کی تکمیل کریں، اب ان کے سامنے بطور قدوہ امام بخاریؒ کی کتاب تھی اور بحیثیت معلم امام ابو زرہ اور امام ابو حاتم تھے، امام ابن ابی حاتم ان سے سوالات کرتے اور یہ دونوں ائمہ رجال پر جرح و تعدیل کا حکم لگاتے جاتے تھے، اگر کہیں غلطی تھی تو اس کی اصلاح بھی فرماتے تھے اور مزید راویوں کا اضافہ بھی فرماتے رہتے تھے۔

ابن عساکرؒ نے فرماتے ہیں کہ ”اعلم ان ابا زرعة وأبا حاتم لما حمل اليهما هذا الكتاب قال هذا علم حسن لا يستغنى عنه ولا يحسن بنا ان نذكره عن غيرنا فاقعدنا ابا محمد عبدالرحمن فسألهم عن رجل بعد رجل وزادافيه ونقصا، ونسبه عبدالرحمن اليهما (تذكرة الحفاظ)

جب امام ابو زرہ اور ابو حاتم کو یہ کتاب للتاریخ الکبیر“ ملی تو انھوں نے کہا کہ یہ ایسا علم ہے جس سے بے نیاز نہیں ہوا جاسکتا اور ہمارے لیے یہ مناسب بھی نہیں کہ (اس کی تکمیل کے لیے)

دوسرے سے کہیں، چنانچہ ان دونوں نے ابو محمد کو بٹھا کر یہ کام شروع کر دیا، وہ فرداً فرداً ہر راوی کے بارے میں سوالات کرتے تھے اور یہ دونوں حضرات جواب دیتے تھے، اسی طرح سے کچھ حذف و اضافہ بھی کیا، اس تالیف کو ابو محمد نے ان دونوں ائمہ کی جانب منسوب بھی کر دیا۔

مصادر کتاب

اس کتاب میں اول و پہلے میں تین بڑے بڑے ائمہ وقت (امام بخاریؒ، امام ابو زرعہؒ، امام ابو حاتم جو اپنی مثال آپ تھے) کے علم کا نچوڑ جمع ہو گیا، جو اس کتاب کی عظمت کے لیے کافی ہے، مزید برآں امام ابن ابی حاتم اس پر چار چاند لگاتے ہوئے چوٹی کے نقادوں کی گراں قدر معلومات کو جمع کر کے انتہائی جامع بنادیا، مذکورہ ائمہ نقاد کے علاوہ جن ناقدین کے اقوال سے اس کتاب کو مزین کیا گیا ہے ان میں امام شعبہؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، اوزاعیؒ، یحییٰ بن سعید قطانؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، حماد بن زیدؒ، علی بن مدینیؒ، عبد الرحمن بن مہدیؒ، یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، عمرو بن علی فلاسؒ رحمہم اللہ تعالیٰ قابل ذکر ہیں، احتیاط کے سارے اصول کو اپناتے ہوئے ان ائمہ کے اقوال کو اپنی سند کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس سلسلہ میں ایک ایک محدث کے کئی کئی شاگردوں سے معلومات اکٹھا کی ہے۔ (مقدمہ تحقیق)

اس طرح یہ کتاب اہم ترین اہل فہم کے اقوال کی جامع، ایک حسین گلدستہ اور مستند ترین تصنیف ہو گئی جو بعد میں آنے والوں کو اپنا محتاج بنا گئی۔

امام مزنیؒ نے اس کتاب کو اقوال ائمہ کے جمع کرنے کے سلسلہ میں اپنی عظیم کتاب ”تہذیب الکمال“ کے لیے اہم مرجع بتایا ہے، فرماتے ہیں کہ ”ان ما کان فی هذا الكتاب من اقوال الامة الجرح والتعديل ونحو ذلك فعامته منقول من كتاب الجرح والتعديل لابی محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی بن الحافظ ومن كتاب الخ یعنی اس کتاب (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال) میں ائمہ جرح و تعذیل کے جو اقوال ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابو حاتم

کی کتاب ”الجرح والتعديل“ سے منقول ہیں۔

وقت نقل

نقل اقوال میں وقت کا یہ عالم تھا کہ راوی کے سلسلہ میں اگر کسی دوسرے ساتھی نے سوال کیا تو اس کی وضاحت کر دی ہے، جس کا سوال انھوں نے نہیں کیا ہے، وہاں ”سألت“ کے بجائے ”مثل“ کا کلمہ استعمال کیا ہے، چنانچہ طاؤس بن کيسان کے ترجمہ میں یہ جملہ ملاحظہ کریں کہ ”سألنا ابا محمد فقلنا هذا الذي تقول مثل ابو زرعة سأله غيره وانت تسأله؟ او سأله وانت لا تسمع؟ فقال قلنا اقول مثل ابو زرعه فاني قد سمعته منه الا انه سأله غيره يحضرني فلذلك لا اقول سألتہ۔“

اہم خوبی

امام ابن ابی حاتم نے صرف اقوال ہی کے جمع کرنے پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے اور خامض و متعارض اقوال سے صحیح حکم کا استخراج کیا ہے مشکل اور ناورد کلمات کی وضاحت بھی فرمادی ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب اس فن کی سب سے اہم اور جامع تصنیف بن گئی ہے، اس لیے فنی اعتبار سے یہ کتاب ”تاریخ کبیر“ پر فوقیت رکھتی ہے، اس کے علاوہ دوسری حیثیت سے بھی اس پر فوقیت حاصل ہے، وہ کتاب کا جامع مقدمہ ہے جو مکمل ایک جلد پر مشتمل ہے، جس میں علم جرح و تعدیل کے سچے دہم کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے، صحیح و سقیم حدیث میں تمیز کی اہمیت، معرفت رجال کی ضرورت، حدیث صحابہؓ اور راویوں کے طبقات کا ذکر، نیز مشہور ائمہ کا مبسوط ترجمہ بھی موجود ہے۔

تنظیم و ترتیب

اس کتاب میں اٹھارہ ہزار چالیس تراجم ہیں، کتاب کی ترتیب تقریباً تاریخ گمیر کی طرح ہے، جو حروف معجم پر مرتب ہے، ہر حرف میں مختلف ابواب ہیں، تاریخ گمیر میں محمد بن کا ترجمہ سب سے پہلے ہے، اس کتاب میں یہ تراجم حرف ”میم“ میں نہ کو رہیں، اس میں بھی ترتیب میں صرف حرف اول کا

اعتبار کیا گیا ہے، اس طرح سے حرف الف سے شروع ہونے والے نام ابتدائی کتاب میں یکجا ہیں، باب الف میں سب سے پہلے ”احمد“ کا ذکر ہے، پھر جو نام مشہور یا بکثرت استعمال ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے، اس طرح سے ہر حرف میں مختلف ذیلی ابواب پائے جاتے ہیں مثلاً باب ابراہیم، باب اسماعیل، اس میں جو اسماء مشترک ہیں اور ان کی تعداد زیادہ ہے ان کو راوی کے والد کے نام پر مرتب کر دیا گیا ہے، مثلاً ابراہیم نام کے بہت سارے راوی ہیں، اس میں سب سے پہلے وہ ابراہیم مذکور ہیں جن کے والد کا نام حرف الف سے شروع ہوتا ہے، پھر وہ ابراہیم ہیں جن کے والد کا نام حرف ب سے شروع ہوتا ہے۔
 دلی ہذا القیاس

جو اسماء مشترک نہیں ہیں بلکہ اس نام کا صرف ایک ہی راوی ہے یا غیر منسوب ہے تو ایسے راوی کو ہر حرف کے آخر میں ”باب الافراد“ کے تحت ذکر کیا ہے، ہر نام میں اگر اس نام کے کوئی صحابی ہیں تو ان کو مقدم کر دیا گیا ہے، اسی ترتیب پر یہ کتاب حرف الف سے ”ی“ تک مرتب ہے، آخری کتاب قدرے تنوع کرتے ہوئے اور مفید تر بنانے کے لیے پانچ ابواب کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔

- ۱۔ پہلا باب : ان راویوں کے لیے خاص ہے جو ابن فلاں سے مشہور ہیں۔
- ۲۔ دوسرا باب : ان راویوں کے لیے خاص ہے جو اخو فلاں سے مشہور ہیں۔
- ۳۔ تیسرا باب : ان راویوں کے لیے خاص ہے جو بہم ہیں۔
- ۴۔ چوتھا باب : ان راویوں کے لیے خاص ہے جو کنیت سے مشہور ہیں۔
- ۵۔ پانچواں باب : ان خواتین کے لیے خاص ہے جو کنیت سے مشہور ہیں۔

طریقہ استفادہ

اس طرح سے کتاب سے استفادہ آسان کرنے کے لیے اس کو بہت اچھی طرح منظم کیا گیا ہے، مطلوبہ راوی کا ترجمہ جس حرف سے شروع ہوتا ہے اس حرف میں اگر تلاش کیا جائے تو بہت جلد مل جائے گا، کتاب کی ہر جلد کے شروع یا آخر میں اس جلد کی فہرست بھی موجود ہے، اس سے مدد لی جائے تو

مزید آسانی ہوتی ہے، نیز اس کتاب کی مکمل فہرست الگ سے بھی مطبوع ہے، اس کے ذریعہ بھی مطلوبہ راوی اگر اس کتاب میں موجود ہے تو فوراً مل جائے گا۔

نوعیت تراجم

ترجمہ میں راوی کا نام، نسب و نسبت اور کنیت کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اس طرح سے بعض شیوخ اور بعض تلامذہ کا بھی ذکر پایا جاتا ہے، کہیں کہیں راوی کی رحلات علمیہ یا دیگر صفات خلقیہ یا خلقیہ کا ذکر بھی کیا ہے، نیز راوی پر حکم صادر فرمایا ہے، عموماً تراجم متوسط اور کہیں کہیں بہت مختصر ہیں اور کہیں ایسا بھی ہے کہ کوئی خاص معلومات نہیں ہے۔

کہیں کہیں صرف راوی کا نام ہے اور روی عن۔۔۔ اور روی عنہ۔۔۔ کہہ کر خالی چکے چھوڑ دی ہے، بعض مقامات پر راوی کا نام بھی نہیں بلکہ صرف روی عن۔۔۔ اور روی عنہ۔۔۔ موجود ہے۔

مسکوت عنہ کا حکم

اس کتاب میں بھی بہت سارے تراجم ایسے ہیں جو حکم سے یکسر خالی ہیں، جس کا بظاہر مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان ائمہ کو اس راوی کے بارے میں مکمل معلومات نہیں مل سکی، اس سکوت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ راوی ابن ابی حاتم کے نزدیک ثقہ ہے، جیسا کہ بعض علما کا خیال ہے ان کی تردید کے لیے امام ابن ابی حاتم کا یہ فرمان کافی ہے کہ ”انا قد ذکرنا اسامی مہملۃ عن الجرح والتعديل کتبناھا لیشتمل الکتاب علی کل من روی عنہ العلم رجاء وجود الجرح والتعديل فہم فنحن ملحقوھا بہم ان شاء اللہ۔ (الجرح والتعديل)

ہم نے کچھ ناموں کو جرح و تعديل سے خالی ذکر کیا ہے تاکہ یہ کتاب ان تمام راویوں کو شامل ہو جائے جن سے علم مروی ہے اس امید پر ایسا کیا ہے کہ ممکن ہے کہ جرح و تعديل کا آئندہ پتہ چل جائے تو ہم ان شاء اللہ اس کو لکھ لیں گے۔

شیخ حداد عمود الحش نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد خاتمے میں جو نتیجہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ”فمجرد سکوت ابن ابی حاتم والبخاری عن الراوی واخراج ابن حبان نہ فی ثقاتہ لیس ثوثیقاً“ یعنی ابن ابی حاتم، امام بخاری کا مجرد سکوت اختیار کرنا نیز ابن حبان کا اپنی کتاب ”اللیقات“ میں ذکر کرنا توثیق نہیں۔ (رواة الذین سکت عنهم ائمة الجرح والتعديل)

خصوصی اصطلاح

اس کتاب کے کچھ خصوصی مصطلحات ہیں مثلاً جب ابن ابی حاتم یہ فرماتے ہیں کہ ”فلاں مجہول“۔ تو ان کا مقصد اس سے ”جہالت حال“ ہوتا ہے جب کہ عام محدثین کے یہاں یہ کلمہ ”جہالت معین“ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (تعارف الجرح والتعديل ماخوذ از جرح والتعديل ص ۴۱ تا ۴۲۳ بحذف)

(۴) الضعفاء الکبیر

تالیف: حافظ ابو جعفر عقیلی (متوفی ۳۲۲ھ)

محتویات

یہ کتاب آپ کی ان گراں قدر تصانیف میں سے ہے جس کو فنی اعتبار سے مکمل اور جامع کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے، اس کتاب میں جملہ حکم فیہ راویوں کا تذکرہ مصنف نے اپنے علم کے مطابق کیا ہے، اس طرح اس میں کذاب، متہم بالکذب، مجہول، ضعیف، فیہ داعی بدعت راویوں کا تفصیلی تذکرہ پایا جاتا ہے، اس میں ان بعض راویوں کا بھی ذکر آگیا ہے جو صحیحین کے راوی ہیں، اور ان پر کلام کیا گیا ہے۔ (مقدمہ محقق)

ترغیب

اس کتاب کو امام عقیلی نے حروف معجم پر مرتب کیا ہے، لیکن یہ ترتیب حنفیوں کے طرز پر ہے جس میں نام کے صرف پہلے حرف کا اعتبار کیا جاتا تھا دوسرے حرف کا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔

لہذا حرف الف سے شروع ہونے والے تمام راویوں کے نام اور ان کے حالات اس کتاب کے بالکل ابتدا میں ملیں گے، البتہ داخلی ترتیب میں ناموں میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے، بکثرت استعمال ہونے والے ناموں کو ابواب پر تقسیم کر دیا گیا ہے، مثلاً باب ابراہیم، باب اسماعیل وغیرہ۔ حرف الف کے ختم ہونے کے بعد حرف ب سے شروع ہونے والے راویوں کے نام اور حالات مذکور ہیں، اسی طرح سے آخری حرف تک یہ کتاب اس ترتیب پر مرتب ہے۔

اس لیے راویوں کا نام تلاش کرنے میں کوئی دقت و پریشانی نہیں ہوتی، تلاش کے عمل کو مزید آسان بنانے کے لیے مطبوعہ جلدوں کے آخر میں ہر جلد کی فہرست منسلک کر دی گئی ہے جس سے بہت مدد ملتی ہے۔

نوعیت تراجم

ترجمہ میں راوی کا نام و نسب اور کنیت کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے بعد راوی پر حکم لگانے کے لیے ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کو بطور استدلال ذکر کیا گیا ہے، قابل قدر بات یہ ہے کہ ان محدثین ائمہ کے اقوال کو امام عقیلی نے اپنی سند سے ذکر کیا گیا ہے۔

جن علما کے اقوال کو اس کتاب میں بطور مصدر ذکر کیا گیا ہے ان میں مشہور ائمہ فن عبدالرحمن بن حمدی، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، امام بخاری رحمہم اللہ علیہ قابل ذکر ہیں، بہت سے راویوں پر اپنا ذاتی فیصلہ بھی سنایا ہے جس کی دلیل ذکر کر دی ہے۔

راوی کے ترجمہ میں ایک دو عدد و غریب اور منکر حدیثوں کا ذکر بطور نمونہ کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب ضعیف اور موضوع حدیثوں کی معرفت کے لیے اہم مصدر بن گئی ہے۔ بعض تراجم مختصر اور بعض کثرت اخبار کی بنا پر مطول بھی ہیں۔

خاص اصطلاح

ایک خاص بات یہ ہے کہ امام عقیلی کا موقف جرح رجال کے بارے میں قدرے وسیع ہے، اس لیے بہت سے راویوں کو خیر مسلماً سہاب جرح کی بنا پر انھوں نے ضعیف قرار دے دیا ہے، اس لیے مذکورہ راوی ان کے یہاں اگرچہ ضعیف سمجھا جائے گا لیکن ضروری نہیں کہ وہ حقیقت میں بھی ضعیف ہو، صحیحین کے جو راوی اس کتاب میں آگئے ہیں عموماً ان کا حال یہی ہے، کچھ ایسے افراد کو جو فضیلت غلق قرآن میں ابتلا و آزمائش سے بچنے کے لیے غلق قرآن کے قائل تھے یا جن کے یہاں کوئی بھی بدعت پائی جاتی تھی خواہ وہ جرح کے لائق ہو یا نہ ہو محض اس بنیاد پر ضعیف قرار دے دیا ہے۔ (دراسات فی المہرج والتحدیل)

اسی طرح سے بعض راویوں کو تفرّد کی بنیاد پر "لا یتابع علیہ" کہہ کر ضعیف قرار دے دیا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب میں انھوں نے علی بن مدینی جیسے امام فن کا تذکرہ کیا ہے۔

امام ذہبی کا تبصرہ

ان کا جواب حافظ ذہبی نے یہ کہہ کر دیا ہے کہ ہر تفرّد قابل گرفت نہیں ہوتا ہے، بلکہ ثقہ اور محقق کا تفرّد صحیح ہوتا ہے، صدوق اور اس سے نیچے درجے کے راوی کا تفرّد منکر ہوتا ہے۔

نیز فرمایا کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جو صاحب بدعت ہو یا جس سے کوئی لغزش یا غلطی پائی جائے تو اس کی روایت بھی مردود ہو اور نہ ثقہ ہونے کے لیے یہ شرط ہی ہے کہ آدمی مصوم عن الخطا ہو۔

غلام یہ ہے کہ ان روایات کی دیگر ائمہ کے اقوال کی روشنی میں مزید تحقیق کر لی جائے جن کے بارے میں "لا یتابع علیہ" کہا گیا ہے۔ (تعارف ماخوذ از جرح و تعدیل ج ۱ ص ۴۴۱، ۴۴۲)

(۵) المجرورین من المحدثین والضعفاء والمتروکین

تالیف : ابن حبان بُستی (متوفی ۳۵۴ھ)

تعارف و مشتملات

یہ کتاب امام ابو حاتم بن حبان بستی کی گراں قدر تالیف ہے جو کتب رجال کے فن ضعفا میں دوسری اہم اور بنیادی کتاب ہے، مؤلف کتاب نے اس کتاب کو امام بخاری کی عظیم تصنیف ”تاریخ کبیر“ سے مختصر کیا ہے۔ تاریخ کبیر میں ہر طرح کے راویوں اور ان کے حالات کا تفصیلی ذکر تھا، چوں کہ یہ کتاب بڑی طویل اور مفصل تھی اس کا حفظ کرنا مشکل تھا، اس لیے اس کو دو قسموں میں مختصر کر کے تقسیم کر دیا تاکہ اس کا حفظ کرنا اور اس سے استفادہ آسان ہو۔ پہلی قسم میں صرف ثقہ راویوں کو طبقات پر مرتب کیا۔ یہ کتاب ”الانجات“ کے نام سے مشہور ہے، دوسری قسم میں ضعیف راویوں کو جمع کیا ہے۔ یہی کتاب ”المجروحین من المحدثین“ کے نام سے مشہور ہے، جو ”الانجات“ کے بعد تصنیف کی گئی ہے۔

کتاب کو ایک طویل علمی مقدمہ سے شروع کیا ہے، جو صفحات پر مشتمل ہے اس مقدمہ میں جرح و تعدیل سے متعلق نہایت اہم و ضروری معلومات کا تذکرہ ہے، جس میں سنت رسول ﷺ کی حفاظت کی تاکید، کذب بیانی اور وضع حدیث پر وعید، ضعفا اور مجروحین کی معرفت کی ضرورت پر زور دیا ہے اور براہین سلطہ سے اس کو ثابت کیا ہے، اس کے بعد صحابہ اور ائمہ دین کی ان کو سبشوں کا ذکر کیا ہے جو شرع متین کی حفاظت کے لیے انھوں نے کی تھی، پھر مجروحین راویوں کو بیس قسموں میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کے بعد ان ثقہ راویوں کا ذکر کیا ہے جن کی روایت قابل احتجاج نہیں ہوئی، ان کی چھ قسمیں بتائی ہیں۔

ترتیب

اس طویل علمی مقدمہ کے بعد اصل کتاب کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے، لیکن اس ترتیب میں حنفیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حرف ثانی کا اعتبار نہیں کیا، بلکہ ہر حرف سے شروع ہونے والے ناموں کو اس کے باب میں ذکر کر دیا ہے، لہذا راویوں کا نام تلاش کرنے میں اس ناخجہ سے آسانی ضرور ہوئی ہے، کہ ایک حرف سے شروع ہونے والے نام اکٹھا مل جاتے ہیں لیکن تھکیم و تاخیر کی بنا پر ناموں

کی تلاش میں کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے، تلاش کے عمل کو آسان بنانے کے لیے ہر جلد کے آخر میں فہرست لکادی گئی، جو کتاب کی ترتیب پر مرتب ہے، اس سے قدرے آسانی ہو جاتی ہے، اس کو مزید آسان بنانے کے لیے تیسری جلد کے آخر میں پوری کتاب کی دقیق فہرست حروف تہجی پر مرتب کر دی گئی ہے۔

حرف "الف" کے بعد حرف "ب" کو مذکورہ ترتیب پر مرتب کیا ہے اسی طرح سے یہ کہ حرف "الف" سے "ی" تک مرتب ہے، ناموں کے ختم ہونے کے بعد کنیت کا ذکر کیا ہے۔

کتاب میں پہلا نام ابان بن ابی عیاش کا ہے اور آخری نام السیاح بن طلحہ کا ہے پہلی کنیت ابو بکر بن عبداللہ اور آخری کنیت ابو طیب حربی کی ہے، اس طرح اس کتاب میں تقریباً (۱۲۷) راویوں کا ترجمہ پایا جاتا ہے۔

نوعیت تراجم

ترجمہ میں راویوں کے نام و نسب، نسبت اور کنیت کا ذکر کیا ہے عموماً راوی کے بعض اساتذہ شاکردوں کا بھی ذکر کیا ہے، ہر راوی پر مختلف کلمات کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، بعض ائمہ فن کے اقوال سے بھی استدلال کیا ہے، جن کو بذریعہ سند اہل کیا ہے، راوی کے سبب ضعف کو بھی بتا دیا ہے اور بطور مثال کچھ منکر روایتوں کا بھی ذکر کیا ہے، اس لیے اس کتاب میں احادیث موضوعہ اور ضعیفہ کی اچھی خاصی تعداد ہے، اس میں سے تقریباً ساری روایتوں کو ابن الجوزی نے "الموضوعات الکبریٰ" میں جمع کیا ہے، اس کتاب کے تراجم عموماً، متوسط ہیں اور یہ کتاب اپنے موضوع کی سابقہ کتاب "الضعفاء الکبریٰ للعقلمی" سے کافی مشابہت رکھتی ہے۔

خصوصی اصطلاح

جرح و تعدیل کے سلسلہ میں امام ابو حاتم بن حبان کا خصوصی نقطہ نظر ہے جو عام محدثین سے مختلف ہے ان کا یہ خیال ہے کہ جس راوی کے بارے میں کوئی جرح معلوم نہ ہو تو وہ مادل سمجھا جائے گا،

کیوں کہ لوگوں کو اس کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے، کہ وہ نامعلوم اور غنی چیزوں کی جستجو کریں۔

ابن حجر کا تبصرہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن حبان کا یہ مذہب کہ راوی اگر مجہول صین نہ ہو تو عادل سمجھا جائے گا، یہاں تک کہ جرح کے بارے میں اس کا پتہ لگ جائے، عجیب نقطہ نظر ہے، جمہور اس کے خلاف ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ان کے یہاں جہالت صین ایک شخص کی روایت سے ختم ہو جاتی ہے، یہی مذہب ان کے شیخ ابن خزيمة کا بھی ہے حالانکہ دوسروں کے یہاں وہ مجہول ہوتا ہے، کیوں کہ جہالت حال باقی رہتی ہے۔ (لسان المیزان، تعارف، ماخوذ از جرح و تعدیل از ص ۴۴۲ تا ۴۴۴ بحذف)

(۶) الکامل فی ضعف الرجال

تالیف: حافظ ابن عدی (متوفی ۳۶۵ھ)

یہ کتاب ضعفاء رجال میں سب سے اہم اور جامع کتاب ہے، علمائے جرح و تعدیل نے اس کتاب کو اپنی تالیف کے لیے مرجع بنایا ہے اور راویوں کے بارے میں آپ کے اقوال کو بطور فیصل تسلیم کیا ہے، خاص طور پر امام ذہبی نے اپنی تالیف ”میزان الاعتدال“ کے لیے اس کتاب کو بنیاد بنایا ہے، دیگر علمائے جرح و تعدیل نے بھی اس کتاب کو بڑی اہمیت دی ہے۔

مشمولات

امام ابن عدی نے اس کتاب کو ایک گراں قدر علمی مقدمہ سے شروع کیا ہے، جو (۳۷۶) پر ختم ہوتا ہے، اس مقدمہ میں کذب بیانی کی فضیحت، حدیث رسول ﷺ میں دروغ گوئی پر وعید اور سزا، بعض صحابہ کی قلت روایت کے اسباب، کتابت حدیث کا جواز اور عدم جواز کا معاملہ، کا ذہین کی قسمیں، ائمہ جرح و تعدیل کے تراجم کا ذکر (صحابہ سے لیکر مؤلف کے زمانہ تک جو اس مقدمہ کا سب سے اہم جزو ہے) اس کے بعد خیر ثقات سے روایت کرنے کا نقصان، صالحین سے غفلت اور دروغ گوئی کا

صدور اور آخر میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جن سے علم حاصل کیا جاسکتا ہے اور جن سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے، اس کتاب میں ان قمام راویوں کا تذکرہ ہے جن پر کسی طرح کلام کیا گیا ہے، خواہ وہ قاذح ہو یا غیر قاذح، اسی وجہ سے بہت سے ائمہ اور صحیحین کے رجال کا تذکرہ بھی اس میں پایا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤلف نے جملہ منکلم فیہ راویوں کے جمع کرنے کا قصد کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ التزام کرنا پڑا کہ اس میں ہر شخص کا تذکرہ کیا جائے، جس پر کسی کا بھی کلام ہو، اسی وجہ سے بہت سے راویوں کا ذکر کرنے کے بعد ان کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کتاب میں ذکر کرنے کا مقصد ان پر عیب لگانا نہیں ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: لَمْ يَكْرِفِي الْكَامِلُ كُلَّ مَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ بِإِدْنِي شَيْءٍ وَلَوْ كَانَ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيحِينَ لَكُنْهُ يَنْتَصِرُ لَهُ إِذَا امْكَنَ، وَهِيَ فِي التَّرْجُمَةِ حَدِيثًا وَاحِدًا مِمَّا اسْتَشْكِرَ لِلرَّجُلِ، وَهُوَ مُنْصَفٌ فِي الرِّجَالِ بِحَسَبِ اجْتِهَادِهِ۔ (سير اعلام النبلاء)

ترجیب

کتاب کو حروف تہجی پر مرتب کیا گیا ہے، اس کی ترجیب بھی اس مرحلہ کی سابقہ دونوں کتابوں کی طرح ہے، یعنی صرف پہلے حرف کا اعتبار کیا گیا ہے، دوسرے کا نہیں، لہذا ہر حرف سے شروع ہونے والے نام اکٹھا باسانی دستیاب ہو سکتے ہیں، البتہ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے کچھ وقت لگ سکتا ہے، کتاب سے استفادہ کو مزید آسان بنانے کے لیے ہر جلد کے آخر میں فہرست مرتب کر دی گئی ہے، جس سے بہت مدد ملتی ہے۔

نوعیت تراجم

تراجم میں حسب و نسب پر زیادہ زور نہیں دیا گیا ہے، بلکہ راوی کے نام مع ولدیت بعض مشائخ اور نسبت پر اکتفا کیا ہے تاریخ وقات کو بھی بہت کم ذکر کیا ہے۔

ہر راوی کے بارے میں اپنا واضح فیصلہ سنا دیا ہے جو عموماً ہر ترجمہ کے آخر میں ہے، اس فیصلے کا انتخاب حکم فیہ راوی کی روایتوں کی چھان بین کے بعد کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے فیصلے عموماً محفل میں۔

علمائے فہام کے اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے، ان اقوال کو اپنی سند کے واسطے سے ذکر کیا ہے، جو اس مرحلہ کی کتابوں کی اہم خصوصیت ہے۔

ہر راوی کے ترجمہ میں بطور مثال ایک یا چند ضعیف روایتوں کا بھی ذکر کیا ہے کثرتِ اخبار کی وجہ سے بعض تراجم طویل ہو گئے ہیں اور اسی بنا پر اس کتاب میں ضعف اور منکر روایتوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، جو ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ ناموں کے ختم ہونے کے بعد آخر میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے جو کنیت سے مشہور ہیں۔

علماء کی نگاہ میں

اہل علم نے اس کتاب کو بہت پسند کیا ہے، حمزہ بن یوسف سہمی نے جب امام دارقطنی سے یہ درخواست کی کہ فنِ ضعف میں کوئی کتاب تصنیف کر دیں تو انھوں نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس ابنِ عدی کی کتاب نہیں ہے؟ امام سہمی نے کہا جی ہاں موجود ہے، امام دارقطنی نے فرمایا کہ بس وہ کتاب کافی ہے اس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (تاریخ جرجان)

امام خلیل نے فرمایا ہے کہ ضعفائے رجال میں ابنِ عدی کی جو تالیف ہے اس طرح کی کوئی دوسری کتاب نہیں۔ (مقدمہ کامل مکی سامرائی)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ابنِ عدی کی کتاب۔۔۔ اکمال۔۔۔ اس فن کی سب سے زیادہ جامع اور عظیم کتاب ہے۔ (میزان الاحوال)

امام بنی فرماتے ہیں کہ: ”و کتابہ الکامل طابق اسمہ معناه ووافق لفظہ فحواء من عینہ انتجع المتجمعون وبشہادۃ حکم الحاکمون“ ابن اعدی کی کتاب ”الکامل“ اسم پامسی ہے، اس کے الفاظ کلام کے صین مطابق ہیں اسی چشمہ سے لوگوں نے قاعدہ حاصل کیا ہے اور انھیں کی شہادت سے فیصلہ کیا ہے۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ)

ذیل واختصار

ابن رومیچ نے ”الحافل فی تکملة الکامل“ اور ابن طاہر نے ”کملة الکامل“ کے نام سے کتاب پر ذیل تحریر کیا ہے، نیز ابن ابیک دمیاطی نے اس کو مختصر کیا ہے، جو کتاب کی اہمیت پر غماز ہے۔ (تعارف مانوذا از جرح وتعديل ص ۴۴۲ تا ۴۴۶)

(۷) معرفة الثقات

تالیف : حافظ عجل (متوفی ۲۶۱ھ)

مشمولات

یہ کتاب فنی اعتبار سے رجال ثلاث پر مبنی کتاب ہے، جس میں ضناً کچھ ضعف کا ذکر بھی پایا جاتا ہے، اس کتاب کو امام عجل نے بدست خود تحریر نہیں کیا تھا بلکہ سوالات و جوابات کا یہ مجموعہ ہے، اسی وجہ سے یہ کتاب غیر مرجح ہے۔

نام کتاب

حتی کہ نام کے بارے میں بھی اختلاف ہے، کیوں کہ امام عجل یا ان کے صاحبزادے نے اس کتاب کا کوئی معین نام نہیں رکھا تھا، غالباً اسی وجہ سے اختلافات ہوئے، ابتدا میں یہ کتاب ”سوالات ابو مسلم“ کے نام سے مشہور تھی۔ غالباً یہی کتاب ہے جس کو اصحاب تراجم نے ان کی تالیفات میں ”الجرح والتعديل“ اور ”کتاب التاريخ“ کے نام سے موسوم کیا ہے، جب کہ کتاب کے مرتبین نے

اس کو ”معرفة الثقات“ کا نام دیا ہے، نیز یہی کتاب ”تاریخ الثقات“ اور ”الثقات“ کے نام سے موسوم ہے۔

ترجیب

چونکہ اصل کتاب غیر مرتب تھی لیکن فنی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل تھی، اس لیے اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر متاخرین کے دو ممتاز علمائے دین نے اس کو حروفِ معجم پر مرتب کیا ہے، تاکہ استفادہ آسان ہو، سب سے پہلے امام فقی الدین سبکی (متوفی ۷۵۶ھ) نے پھر اور امام نور الدین لٹمی (متوفی ۸۰۰ھ) نے حافظ عراقی کے کہنے پر مرتب کیا ہے۔

جناب ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب بستوی حفظہ اللہ نے انہیں دونوں ترتیبوں کو حافظ ابن حجر کی کتاب ”تہذیب التہذیب“ سے مزید اضافہ کے ساتھ تحقیق کیا ہے جو دو جلدوں میں مطبوع ہے، اصل کتاب کا کچھ ہی حصہ موجود ہے، بقیہ مفقود ہے اس لیے یہی ترجیب اصل کے قائم مقام ہے۔ جناب ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب نے امام عجل کی کتاب کی دوسری ترجیب جس کو امام لٹمی نے مرتب کیا تھا ”تہذیب التہذیب“ سے کچھ اضافہ کے ساتھ تحقیق کر کے ایک جلد میں شائع کیا ہے، جس کو ”تاریخ الثقات“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ان ترتیبوں میں امام سبکی کی ترجیب زیادہ مفید اور جامع ہے، اس لیے کہ انہوں نے اصل کتاب میں سے کچھ حذف نہیں کیا ہے، نیز انہوں نے اس کتاب پر علمی مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ چوں کہ ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب نے سبکی اور لٹمی دونوں کی ترتیبوں کو سامنے رکھا ہے اس وجہ سے ان کی تحقیق زیادہ مفید ہے۔

نوعیت تراجم

کتاب کے اکثر و بیشتر تراجم مختصر ہیں، جن میں راوی کا نام و نسب مختصراً ذکر کر کے حکم لکا دیا گیا

ہے، راوی کے صحابی یا تابعی ہونے کی بھی وضاحت کر دی ہے۔

کہیں کہیں راوی کے بچوں اور بھائیوں کا بھی ذکر پایا جاتا ہے، اسی طرح سے راوی کے مذہب، کاروبار، نیز علمی خصوصیت کا بھی ذکر کیا گیا ہے، کہیں کہیں اخبار و حکایات کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

مصادر کتاب

عموماً اس کتاب میں راویوں پر اپنی ذاتی معلومات کی بنیاد پر فیصلہ کیا گیا ہے، کہیں کہیں دوسرے ناقدین کے اقوال سے بھی استدلال کیا ہے، جن میں عبداللہ بن مبارک، ابن ابی ذؤب، ابن مہدی، ابن معین، امام شعبہ اور مؤلف کتاب کے والد عبداللہ قابل ذکر ہیں۔

علماء کی نگاہ میں

یہ کتاب اپنی جگہ انتہائی اہم و مفید ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علماء کے جم غفیر نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ امام عجل کے بعد جن لوگوں نے اس فن میں کتابیں لکھی ہیں انھوں نے ان کے فیصلہ کو قبول کیا ہے اور اپنی تالیفات میں ان کے اقوال کو بطور استدلال ذکر کیا ہے۔ ابوالعباس احمدی راوی کتاب فرماتے ہیں کہ: میں نے مصر میں بعض ائمہ حدیث سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مبتدی طالب علم کو سب سے پہلے یہ کتاب پڑھنی چاہیے، علم حدیث کی ایک بڑی جماعت نے مجھ سے اس کو پڑھا ہے اور جس شخص نے بھی اس کتاب کو دیکھا اس نے اس کو نقل کر لیا یا پڑھا یا استفادہ کیا۔

اسی اہمیت کے پیش نظر علمائے اس کو مرتب کیا ہے، اس کی ترتیب کے مہر عام پر آ جانے سے استفادہ انتہائی آسان ہو گیا ہے، جس راوی کا نام معلوم کرنا ہو پہلے یہ معلوم کر لیں اس کا نام کس حرف سے شروع ہوتا ہے پھر جس جگہ ترتیب میں اس کا نام آسکتا ہے وہاں تلاش کرنے سے وہ فوراً مل جائے گا۔

خاص اصطلاح

امام عجمیؒ نے بعض ایسے کلمات جرح و تعدیل کا استعمال کیا ہے جو دیگر فقہاء سے مختلف ہے، جتنا بریں ان پر تسامیل پسندی کا حکم لگایا گیا ہے، مثلاً انھوں نے کلمہ تنقذ کا استعمال کبھی کبھی ایسے راویوں پر کر دیا ہے جو ”صدوق“ یا اس سے کمتر درجہ کے لائق ہیں، اسی طرح ”لابداس بہ“ کا اطلاق ایسے لوگوں پر بھی کر دیا ہے جو ”ضعیف“ ہیں نیز کلمہ ”ضعیف“ کا اطلاق ایسے لوگوں پر کر دیا ہے جو معتدوک“ ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ”مجہول“ راویوں کی بھی انھوں نے توثیق کر دی ہے۔ شیخ معینیؒ فرماتے ہیں: امام عجمیؒ علامہ ابن حبان سے مجاہدیل کی توثیق میں بہت متاثر ہیں۔

اگرچہ اپنے اس منہج کو انھوں نے ہر جگہ استعمال نہیں کیا، پھر بھی کہیں کہیں اس کا استعمال ضرور ہوا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ آپ کی توثیق غیر مستبر ہے، یا کتاب کی کوئی علمی قیمت نہیں ہے، آپ امام فن اور صاحب نقد و بصیرت ہیں، ہر ایک کا اپنا اپنا منہج اور طریقہ ہوتا ہے، جو دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، چوں کہ آپ پر ورع و تقویٰ غالب تھا، اس لیے شدید کلمات کے استعمال سے آپ نے پرہیز کیا ہے، جس میں کچھ اختلاف رائے کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔ (تعارف ماخوذ از جرح و تعدیل ص ۲۲۵ تا ۲۵۷)

(۸) الثقات

تالیف: علامہ ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ)

تعارف

یہ تصنیف حافظ ابن حبان کی ہے جو اپنے فن میں ایک نادر علمی شاہکار ہے اور اس فن کی سب سے عظیم کتاب ہے۔

اس کو حافظ ابن حبان نے امام بخاری کی طویل کتاب التلوین الکبیر سے مختصر کیا ہے، اس

میں صرف انہیں راویوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی خبریں قابل قبول ہوتی ہیں، لہذا ہر وہ راوی جس کا تذکرہ اس کتاب میں آگیا ہے کم از کم وہ قابل احتجاج ہے، مؤلف نے اس کی جانب یوں اشارہ کیا ہے ولا اذکر فی هذا الكتاب الاول الا الثقات الذین يجوز الاحتجاج بخبرہ اذا تعری خبرہ عن خصال خمس

نیز اس میں ان راویوں کا بھی ذکر ہے جو دوسروں کے یہاں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کے یہاں دلائل کی بنیاد پر قابل قبول ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ”انما اذکر فی هذا الكتاب الشيخ بعد الشيخ وقد ضعفه بعض ائمتنا ووثقه بعضهم فمن صح عندي منهم انهم ثقات بالدلائل النيرة ادخلناه فی هذا الكتاب، ومن صح عندي انه ضعیف لم اذکره فی هذا الكتاب۔“

ترتیب

بنیادی طور پر یہ کتاب طبقات پر مرتب ہے، جس میں کل چار طبقات کیے گئے ہیں۔

(۱) طبقہ صحابہ

(۲) طبقہ تابعین

(۳) طبقہ متبع تابعین

(۴) طبقہ تابع متبع تابعین

پھر ہر طبقہ کو حروف معجم پر مرتب کیا گیا ہے، تاکہ استفادہ میں آسانی ہو، البتہ اس ترتیب میں صرف حرف اول کا خیال کیا گیا ہے، اس لیے ہر حرف سے شروع ہونے والے تراجم یکجا مل جاتے ہیں، لیکن چوں کہ حرف میں داخلی ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا ہے اس لیے کسی نام کی تلاش کے لیے کبھی کبھی اس حرف کے جملہ تراجم پر نظر ڈالنی پڑ سکتی ہے، ہر حرف کے آخر میں ان خواتین کا تذکرہ ہے، جن کا نام اس حرف سے شروع ہوتا ہے، اس طرح سے ایک طبقہ کے مکمل ہونے کے بعد دوسرے طبقہ کو تذکرہ ترتیب پر مرتب کیا ہے، اس طرح یہ کتاب طبقات اور حروف دونوں پر مرتب ہے۔

ہر طبقہ کے آخر میں اس طبقہ کے ان راویوں کا ذکر ہے جو کنیت سے مشہور ہیں طبقہ اولیٰ (طبقہ صحابہ) میں صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جن سے احادیث مروی ہیں، ان میں عشرہ مبشرہ کو مقدم کیا گیا ہے، مؤلف کتاب اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اناذاکرون اسماء الصحابة ونقصہ منہم من روی عنہم الاخبار ونقصہ فی ذکر هؤلاء المعجم من اسمائہم لنفکون اسهل اس کتاب کی ابتدا سیرت نبوی سے کی گئی ہے، اس کے بعد خلفائے راشدین اور دیگر خلفاء کا ذکر (۳۳۵ھ) تک کیا ہے، پھر عشرہ مبشرہ کا ذکر ہے اس کے بعد کتاب طبقات پر مرتب ہے۔

طریقہ استفادہ

لہذا کتاب سے استفادہ آسان ہے، اس کو مزید آسان بنانے کے لیے امام غزالی نے پوری کتاب کو حروف متعم پر مرتب کر دیا ہے۔

اس کتاب کی ایک جدید فہرست "انعام الانعام" کے نام سے تیار کی گئی ہے، جو الدار الشافعیہ ممبئی سے طبع ہو کر منظر عام پر آگئی ہے، لہذا اس کتاب کے سہارے استفادہ انتہائی سہل ہو گیا ہے۔

نوعیت تراجم

مترجم کلم راویوں کا نام و نسب، نسبت و کنیت، مشہور اسانکدہ و علامہ کا ذکر کیا گیا ہے، کبھی کبھی سن و قات اور مقام و قات بھی بتایا گیا ہے، تراجم عموماً مختصر تین چار سطریں مشتمل ہوتے ہیں، کبھی کبھی اس سے کم یا زیادہ ہوتے ہیں، جس کی وجہ مؤلف نے یہ بتائی ہے کہ تا کہ جو اس کتاب کو حفظ کرنا چاہتے ہوں ان کے لیے آسانی ہو۔

صحابہ کرامؓ کے تراجم میں خصوصیت کے ساتھ یہ ذکر کیا ہے کہ ان کا تعلق کس شہر سے تھا اور ان کی رودائیں کس مقام پر زیادہ مشہور ہوئیں۔

خصوصی اصطلاح

حافظ ابن حبان کے بارے میں علما کی مختلف آراء ہیں۔ ابن حبان کی طرف جو ساحل فی التوثیق کی نسبت کی جاتی ہے۔ اس کی فقی حافظ سیوطی، حازمی، عماد ابن کثیر، علامہ لکھنوی، ظفر احمد تھانوی وغیرہ حضرات نے کی ہے۔ ابن حبان کے بارے میں شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی یہ رائے ہے کہ ابن حبان جرح کرنے میں متشدد تھے اور تعدیل میں متقابل تھے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر وہ راوی جس سے جہالت عین ختم ہو جائے وہ ان کے نزدیک ٹکڑہ ہوتا ہے تا آنکہ اس راوی کے بارے میں کسی کی طرف سے جرح ثابت ہو جائے۔ حافظ ابن حبان کا یہ ایسا مسلک ہے جس میں انھوں نے جمہور کی مخالفت کی ہے۔ علامہ کوثری نے مقالات الکوثری میں متعدد مقامات پر علمائے متقدمین و متاخرین سے ابن حبان کے متقابل ہونے کو نقل کیا ہے اس لئے اگر کسی کتاب میں یہ جملہ ہو کفہ ابن حبان یا ذکرہ ابن حبان فی الثقات تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس راوی سے صرف جہالت عین منگی ہوئی ہے۔ جہالت حال کی فقی نہیں ہوئی اور اس راوی کے بارے میں کسی جرح کا طم نہیں ہوا ہے۔ (الرفع والتکمیل ص ۳۳)

اس لئے باعث کو چاہیے کہ وہ ابن حبان کی کسی راوی کی توثیق کرنے کی وجہ سے یا ابن حبان کے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کر دینے سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ اس راوی کی مزید تحقیق کے لئے اس راوی کے حلقہ دیکر علمائے جرح و تعدیل کے اقوال کو تلاش کرے۔

امام ابن حبان کے متشدد اور متقابل ہونے کے بارے میں حقیقت جو بھی ہو یہ کتاب فن ثقات کی نادر ترین تصنیف ہے، چوں کہ فن جرح و تعدیل انتہائی نازک و حساس علم ہے اس لیے اس میں راویوں کے پرکھنے کا معیار مختلف ہونا ناگزیر ہے۔

علمائے اس کتاب کو ہاتھ لیا اور استفادہ کیا، فن جرح و تعدیل کی ہر کتاب میں آپ کے اقوال بطور استدلال موجود ہیں، جو اس کی اہمیت پر دلالت ہیں۔

(۹) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال

تالیف : ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن دمشقی حافظ مزنی (م ۷۴۱ھ)

کتب ستہ کے راویوں کے حالات ذکر کرنے میں "الکمال" کے بعد تہذیب الکمال

دوسرے نمبر کی تصنیف ہے، جسے کتب ستہ کے علاوہ کتب ستہ کے مؤلفین کی دیگر تالیفات میں موجود راویوں کے حالات بیان کرنے میں شرف اولیت بھی حاصل ہے۔

یہ امام مزی کا وہ مایہ ناز علمی شاہکار ہے جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، کتب ستہ کے راویوں کے تعارف میں اس کتاب کو امام اور اصل کا درجہ حاصل ہے۔ امام مزی نے اس تالیف کے ذریعہ ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جس نے امت اسلامیہ کی چین پر چار چاند لگا دیا ہے۔ اہمات کتب حدیث (مباح ستہ) جن پر اسلام کا دار و مدار ہے ان کے راویوں کے مبنی بر حقیقت حالات کو جس فنی مہارت، ترقیب ہدیٰ اور خوش اسلوبی سے جمع کیا گیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

وجہ تالیف و تسمیہ

جب امام مزیؒ نے امام مقدسی کی کتاب "الکمال فی اسماء الرجال" کا مطالعہ کیا تو اس میں بڑی کمی اور نقص محسوس کیا نیز کچھ غلطیاں و خامیاں بھی نظر آئیں، چنانچہ انھوں نے اس کتاب کی تکمیل، تہذیب اور تصحیح کا بیڑا اٹھایا اور ایسی عظیم الشان جامع تصنیف تیار کی کہ دونوں کتابوں میں کیت و کیفیت میں کوئی تناسب باقی نہ رہا اور یہ فی نفسہ ایک منفرد کتاب بن گئی، اسی وجہ سے بہت سے علما اس کتاب کو الکمال کا اختصار تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے ایک مستقل تصنیف مانتے ہیں۔ حقیقت جو بھی ہو امام مزی نے انتہائی محنت و مشقت، عرق ریزی و جگر سوزی کر کے کتب ستہ اور اصحاب کتب ستہ کی دیگر مؤلفات کے راویوں کا جو حق امت کے ذمہ تھا اس کو ادا کر دیا اور ایک طویل مدت کے بعد اس کو مکمل کیا۔ کتاب کی تکمیل کے بعد نظر ثانی، مسودہ کی ترمیم کرنے اور آخری شکل دینے میں تقریباً آٹھ سال کا وقفہ لگ گیا اور اس کتاب کا نام تہذیب الکمال فی اسماء الرجال " رکھا۔ (برائے تفصیل مقدمہ تہذیب الکمال۔ بشار عواد معروف)

اضافی کام

اس کتاب میں امام مزی نے جو اضافی کام کیا ہے وہ یہ ہے۔

(۱) کتب ستہ کے رجال میں سے جن کا نام اور ترجمہ امام مقدی سے فوت ہو گیا تھا (جن کی تعداد تقریباً سترہ سو ہیں) ان کو تحریر کیا۔ البتہ کچھ ایسے روادے جو کتب ستہ کے نہیں تھے غلط فہمی کی وجہ سے الکمال میں ان کا ترجمہ درج ہو گیا تھا ان کو حذف کر دیا۔

(۲) علامہ مقدی نے صرف کتب ستہ میں موجود راویوں کے حالات قلم بند کئے تھے، امام مزی نے اصحاب کتب ستہ کے دیگر مؤلفات کے راویوں کا بھی ذکر کیا اور ان کے حالات قلم بند کئے۔

(۳) بعض ایسے روادے کا اضافہ کیا جو کتب ستہ یا ان کے مؤلفین کی دیگر کتابوں کے راوی نہیں تھے، لیکن کتب ستہ کے روادے کے ہم نام تھے، تاکہ دونوں میں تمیز کی جاسکے ایسے راویوں کے نام پر لفظ "تمیز" لکھ دیا ہے۔

(۴) اکثر و بیشتر تراجم میں معلومات کا اضافہ کیا ہے، جس میں صاحب ترجمہ کے اساتذہ، تلامذہ اور ان کے ہارے میں علمائے جرح و تعدیل کے اقوال، تاریخ پیدائش و وفات کا اضافہ کیا۔

(۵) بعض راویوں کے ترجمہ میں ان کے واسطے سے وارد شدہ حدیثوں میں سے بطور مثال ایک دو حدیثوں کو عالی سند سے ذکر کیا ہے۔

(۶) کتاب کے آخر میں چار فصلوں کا اضافہ کیا ہے، جو انتہائی مفید و نفع بخش ہیں، جن سے راویوں کی تلاش میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔

پہلی فصل

ان راویوں کے بیان میں جو اپنے باپ، دادا، ماں اور چچا وغیرہ کی جانب منسوب ہیں اور اسی سے معروف بھی ہیں ایسے راویوں کو ہر فصل میں حروف تعجم پر مرتب کر دیا ہے جیسے ابن جریج، ابن شہاب، ابن حلیہ وغیرہ۔

دوسری فصل

ان راویوں کے بیان میں جو قبیلہ، شہر، گاؤں یا صنعت و حرفت کی جانب منسوب اور مشہور ہیں جیسے اوزاعی، شافعی وغیرہ

تیسری فصل

ان راویوں کے بیان میں جو لقب وغیرہ سے مشہور ہیں جیسے اعرج، اعش، غنر وغیرہ۔

چوتھی فصل

ان راویوں کے بیان میں جن سے روایات مبہم طور سے وارد ہے، مراحت کے ساتھ نام موجود نہیں۔ ان میں جن کا نام معلوم ہو سکا ہے ان کی وضاحت کر دی ہے، انہیں ناموں کی ترتیب پر اس کو مرتب کیا ہے۔

ترتیب و تنظیم

بنیادی طور سے یہ کتاب "الکمال" کی ترتیب پر مرتب ہے، البتہ اس کتاب میں صحابہؓ و صحابیاتؓ کو دیگر راویوں سے جدا کر کے الگ الگ فصل میں ذکر کیا تھا۔ اس ترتیب کو امام مزی نے بدل دیا۔ صحابہ کرامؓ کو قسم الرجال میں اسی جگہ ذکر کیا ہے جہاں وہ ترتیب میں مناسبت رکھتے تھے، اسی طرح صحابیات کو قسم النساء میں جہاں ان کا نام ترتیب میں پڑتا تھا ذکر کیا ہے۔

جس کی وجہ امام مزی نے یہ بتائی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک صحابیؓ نے دوسرے سے روایت کیا ہے، جن لوگوں کو اس کی معرفت نہیں ہے وہ دوسرے صحابیؓ کو تابعی سمجھ بیٹھتے ہیں اور تابعی کی فہرست میں ان کو تلاش کرتے ہیں پھر وہ دریافت نہیں کر پاتے اور کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی تابعی مرسل روایت بیان کرتا ہے تو دیکھنے والا ان کو صحابیؓ سمجھ بیٹھتا ہے اور صحابہؓ کی فہرست میں تلاش کرتا

ہے، جب یہ نام ایک ترمیم پر آ جانے سے اس خدشہ کا امکان نہیں رہ جاتا اور جب آدمی ان کے ترجمہ کو دیکھتا ہے تو وہاں صحابیت اور تابعیت معلوم ہو جاتی ہے۔ (تہذیب الکمال، جرح و تعدیل)

پوری کتاب ابتدا سے لے کر انتہا تک حروفِ فجائیہ پر بڑی دقت کے ساتھ مرتب کی گئی ہے، جس میں راوی کے نام اس کے آباء و اجداد نیز نسبت و غیرہ میں بھی اس ترمیم کو ملحوظ رکھا گیا ہے صرف حرفِ الف میں ان راویوں کو مقدم کر دیا ہے جن کا نام ”احمد“ ہے اور حرفِ میم میں ان لوگوں کو مقدم کر دیا ہے جن کا نام ”محمد“ ہے۔ جو راوی نسبت سے مشہور ہیں یا اصل نام کے علاوہ کسی اور چیز سے مشہور ہیں تو ان کے ناموں کو دونوں جگہوں پر ذکر کر دیا ہے البتہ ترجمہ ایک جگہ ذکر کیا ہے اور دوسری جگہ اسی کا حوالہ دے دیا ہے اس لئے کسی بھی نام کے تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے بلکہ انتہائی سہولت اور سرعت کے ساتھ مطلوب نام دستیاب ہو جاتا ہے۔

مشتملات

مطلبہ اور تمہید کلمات کے بعد ”الکمال“ کا تعارف اور اس پر تبصرہ کیا ہے، پھر تہذیب الکمال کا ذکر ہے، جس میں اس کی وجہ تالیف، ترمیم، اضافی عمل اور رموز کا ذکر کیا ہے۔ پھر علم جرح و تعدیل کے بارے میں علما کے خیالات اور ان کے اقوال کا ذکر، اس کے بعد کتبِ مت کے بارے میں علما کے اقوال بیان کئے ہیں۔ پھر اصل کتاب کو سیرتِ نبوی ﷺ سے شروع کیا ہے۔ سیرت کے بعد تراجم رجال کا سلسلہ ناموں کی ترمیم پر شروع ہوتا ہے، یہ سلسلہ آخر سے کچھ پہلے ختم ہوتا ہے، پھر کنیت کا ذکر ہے اس کے بعد چاروں اضافی فصلوں کا ذکر ہے، مردوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد خواتین راویات کو اسی ترمیم پر ذکر کیا ہے۔

کیفیت تراجم

ہر راوی کے ترجمہ میں اس کے مکمل نام و نسب اور نسبت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اس کے

جملہ اساتذہ اور شاگردوں کا ذکر ہے، جن کو حروفِ معجم پر مرتب کر دیا ہے۔ ان میں راویوں کے نام کے ساتھ رموز لگا دیے ہیں، جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ صاحب ترجمہ سے کتبِ سنہ کے راویوں میں سے کس کس کی روایت ان سے پائی جاتی ہے۔ اساتذہ اور شاگردوں کے ذکر کے بعد علمائے جرح و تعدیل کے اقوال ذکر کئے ہیں، اس کے بعد کچھ دیگر احوال و اخبار و صفات کا حسبِ موقع ذکر کیا ہے، پھر راوی کی تاریخِ وفات کی نشان دہی کی گئی ہے، بہت سے راویوں کے تراجم کے آخر میں اپنی مالی سہ کے ذریعہ ایک آدمہ حدیث ذکر کی ہے۔

رموز

ہر راوی کے نام کے اوپر کچھ حروف لکھے ہوئے ہیں، یہ ایک طرح کے رموز ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ راوی کی روایت کتبِ سنہ اور اس کے ملحقات میں سے کس کتاب میں پائی جاتی ہے، ان رموز کی جملہ تعداد ۲۷ ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ع۔ الجماعہ کا مخفف ہے، جس راوی پر یہ اشارہ ہے، اس کی روایت کتبِ سنہ میں پائی جاتی ہے۔

(۲) ۴۔ یہ اربعہ کا مخفف ہے، اس سے اشارہ سنن اربعہ کی جانب ہے۔

(۳) خ۔ صحیح بخاری

(۴) ح۔ صحیح بخاری میں معلق روایت

(۵) بخ۔ الادب المفرد

(۶) عخ۔ خلق افعال العباد

(۷) ز۔ جزء القراءة خلف الامام

(۸) ی۔ جزء رفع الیدین

(۹) م۔ صحیح مسلم

(۱۰) مق۔ مقدمہ صحیح مسلم

- (۱۱) د۔ سنن ابوداؤد
- (۱۲) مد۔ کتاب المر اسیل لابی داؤد
- (۱۳) قدر۔ کتاب الرد علی اهل القدر لابی داؤد
- (۱۴) خد۔ الناسخ والمنسوخ لابی داؤد
- (۱۵) صد۔ فضائل الانصار لابی داؤد
- (۱۶) کد۔ مسند مالک بن انس لابی داؤد
- (۱۷) ف۔ کتاب التفر د لابی داؤد
- (۱۸) ل۔ المسائل لابی داؤد
- (۱۹) ت۔ سنن ترمذی
- (۲۰) تم۔ شمائل ترمذی
- (۲۱) س۔ سنن نسائی
- (۲۲) سی۔ عمل الیوم والليلة للنسائی
- (۲۳) عس۔ مسند علی بن ابی طالب للنسائی
- (۲۴) کن۔ مسند مالک بن انس للنسائی
- (۲۵) ص۔ خصائل علی بن ابی طالب للنسائی
- (۲۶) فی۔ سنن ابن ماجہ
- (۲۷) فق۔ کتاب التفسیر (تہذیب الکمال)

مصادر مؤلف

اس کتاب میں مؤلف نے بے شمار مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے، عمومی طور سے اس فن میں تصنیف شدہ سابقہ کتابیں آپ کے مصادر ہیں، لیکن خصوصی طور سے چار کتابوں کو بنیاد بنایا ہے جو

مقدمہ چہ ذیل ہیں۔

- (۱) الجرح والتعديل - ابن ابی حاتم (م: ۳۲۷)
- (۲) الکامل فی ضعفاء الرجال - ابن ہدی (م: ۳۶۵)
- (۳) تاریخ بغداد - خطیب بغدادی (م: ۴۶۳)
- (۴) تاریخ دمشق - ابن عساکر (م: ۵۷۱) (تہذیب الکمال)

کتاب علما کی نگاہ میں

علمائے امت نے اس کتاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جس میں سے چند یہ

ہیں۔

علامہ صفدیؒ فرماتے ہیں کہ اس کتاب نے سابقہ کتابوں پر گہن لگا دیا اس کے حصول کے لئے لوگوں نے دور دراز کا سفر کیا۔

امام بکریؒ فرماتے ہیں کہ مصنف تہذیب الکمال المجمع علی انہ لم یصنف مثله یعنی علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی کوئی دوسری کتاب تصنیف نہیں کی گئی ہے۔

علامہ مغلطائیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب عظیم فائدہ، کثرتِ منفعت سے بھرپور ہے، اس فن میں جو اختراعی ترتیب دی ہے اور جو طریقہ اختیار کیا ہے، سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی، یہ کتاب فقہاء و محدثین کے درمیان فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ (مقدمہ بشار عواد معروف تہذیب الکمال ۱/۴۹، جرح و تعديل)

مرکز توجہ

یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب اپنی عظمت، قدر و منزلت و افادیت کی وجہ سے مؤلف کے زمانہ ہی میں ہر چار جانب مشہور ہو چکی تھی اور بعد میں آنے والے محدثین و علما کی توجہ کا مرکز بنی رہی، چنانچہ

کچھ علمائے اس کی تہذیب و تصحیح کی تو کچھ نے اس کو مختصر کیا تو کچھ نے اس کی پھیل کی جن لوگوں نے اس کی تہذیب کی ان میں امام ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ قابل ذکر ہیں۔ امام ذہبیؒ کی تصنیف کا نام "تہذیب التہذیب" اور حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف کا نام "تہذیب التہذیب" ہے جس کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔

جن لوگوں نے اس کا اختصار کیا ہے، ان میں امام ذہبیؒ کی کتاب "الکاشف لمن لہ روایۃ فی الکتاب الستہ" کافی مشہور ہے، ان کے علاوہ رافع سلامی، ابوالعباس اندرشی، ابن بردس بعلبکی نے بھی اس کا اختصار کیا ہے۔

جن حضرات نے دوسری کتابوں کے راویوں کا اضافہ کر کے اس کی پھیل کی ہے، ان میں حافظ علاء الدین مغلطائی اور ابن ملقن کی "اکمال تہذیب الکمال" قابل ذکر ہے، ان کے علاوہ علامہ حسینی، ابن کثیر، امام عراقی اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اس پر کمالات تحریر کئے ہیں۔

یہ کتاب ڈاکٹر بشار عواد معروف حفظہ اللہ تعالیٰ کی گراں قدر تحقیق ہے ۳۵ جلدوں میں مطبوع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے، جس پر محقق کا ایک نفیس علمی مقدمہ بھی ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ محقق نے اس میں بہت سے ایسے راویوں کا اضافہ بھی کیا ہے، جو اس کتاب میں موجود راویوں کے ہم نام ہے، یہ اضافہ تمیز کے طور پر حاشیہ میں کیا گیا ہے۔

سنت نبوی ﷺ سے تعلق رکھنے والے علماء و طلباء کے لئے یہ گراں قدر علمی سرمایہ، عظیم تحفہ اور

نعمت ہے بہا ہے۔

(۱۰) الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتاب الستہ

تالیف : حافظ ذہبی (م : ۷۴۸)

حافظ ذہبیؒ نے اس کتاب کو امام مزنی کی کتاب تہذیب الکمال سے مختصر کیا ہے کتاب کے نام

یہی سے موضوع واضح ہے، یعنی اس کتاب میں صرف انہی راویوں کا تذکرہ ہے، جن کی روایتیں کتب ستہ میں پائی جاتی ہیں، دیگر ملحقات میں نہیں پائی جاتی، اصحاب کتب ستہ کی دیگر کتابوں کے راویوں کو، نیز ان راویوں کو جنہیں تمیز کے طور پر یا صحیحہ کے طور پر امام مزنی نے ذکر کیا تھا، ان کو حافظ ذہبی نے حذف کر دیا۔

ترغیب و تنہید اور رموز اصل کے مابین، تراجم کافی مختصر ہیں، عموماً سطر دو سطر سے زیادہ نہیں، اس کتاب کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ انما هی کالمنوان تشویق النفوس الی الاطلاع علی ماوراءہ (تہذیب التہذیب: ۱/۳۵۷)

(۱۱) ذیل الکاشف

تالیف : ابو زرہ عراقي (م: ۸۲۶)

امام ذہبی کی کتاب "الکاشف" پر اس کی اہمیت کے پیش نظر ابو زرہ عراقي نے ذیل ذیل الکاشف کے نام سے تحریر کیا ہے، اس کتاب میں امام عراقي نے ان راویوں کا ذکر کیا ہے جو مؤلفین کتب ستہ کی دیگر کتابوں کے راوی تھے، جن کو امام ذہبی نے الکاشف سے حذف کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسند احمد بن حنبل اور زیادات عبد اللہ کے راویوں کا اضافہ کیا ہے۔ (ذیل الکاشف ص ۲۵)

الکاشف اور ذیل دونوں مصنف و مطبوع ہیں، الکاشف میں ۷۷۸۰ اور ذیل الکاشف میں ۲۱۹۸ راویوں کا ذکر ہے۔

(۷) تہذیب التہذیب

تالیف۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲)

کتب ستہ کے رجال کی خدمت کرنے والی کتابوں کی ایک نہایت اہم اور معتبر کڑی تہذیب التہذیب یعنی تہذیب تہذیب اکمال فی اسماء الرجال ہے۔

تعارف

اس کتاب کے مؤلف حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں، بنیادی طور سے یہ کتاب جیسا کہ نام سے واضح ہے، امام مزنیؒ کی کتاب تہذیب الکمال سے حعلق ہے، اس میں مذکورہ کتاب کو مہذب اور مختصر کیا گیا ہے، اس لئے اس میں ان حرام راویوں کا تذکرہ ہے، جو کتب متہ کے راوی ہیں، نیز اصحاب کتب متہ کی کچھ دیگر تالیفات کے رواد بھی ہیں، اسی طرح ان کے ہم نام راویوں کو بھی برقرار رکھا ہے، جن کو امام مزنیؒ نے بطور تمیز ذکر کیا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ کی باکمال شخصیت، ان کے تحریری وثیقہ نیز فیصلوں پر بعد میں آنے والوں نے بہت زیادہ اعتماد کیا ہے، اس لئے یہ کتاب علما کے یہاں بے حد مقبول و معتمد ہے۔ علما نے کتب متہ کے راویوں کے تراجم کے لئے حافظ ابن حجرؒ کی دونوں کتابوں "تہذیب المتہذیب" اور "تقریب المتہذیب" پر ہی زیادہ اعتماد کیا ہے۔

یہ کتاب تہذیب الکمال کے مقابلہ میں مختصر اور جامع ہے، اس لئے کہ اس میں راویوں کے تعلق سے صرف ضروری معلومات ہی جمع کی گئی ہے، نیز تراجم رجال کا اصل مقصد جرح و تعدیل کی معرفت ہوتی ہے، جو اس کتاب میں دیگر کتابوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

وجہ اختصار

حافظ ابن حجرؒ نے اس کتاب کے مہذب و مختصر کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ عموماً لوگ طویل کتابوں سے گھبراتے ہیں اور ان سے استفادہ کرنے میں کاپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (چوں کہ امام مزنیؒ کی کتاب انتہائی مفید ہونے کے باوجود کافی طویل تھی) لہذا لوگ امام ذہبیؒ کی کتاب "کاشف" کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے، جس سے مقصد پورا نہیں ہوتا تھا۔ نیز بعض تراجم میں معلومات بالکل نہ ہونے کے برابر تھی، اس میں اضافہ کی ضرورت تھی، اس لئے میں نے سوچا کہ اس کتاب کو مناسب

طریقہ سے مختصر کر دیا جائے جو مفید ہو۔ (جہذیب الجہذیب: ۱/۳۵، جرح و تعدیل)

اختصاری عمل

امام مزنیؒ نے اپنی کتاب جہذیب الکمال کے مقدمہ میں تین فصلیں قائم کی تھیں۔

(۱) شروط الائمة السنة (۲) الحث علی الروایة من الثقات (۳) السيرة النبوية ﷺ

(۱) حافظ ابن حجرؒ نے ان فصلوں کو یکسر حذف کر دیا، اس لئے کہ ان کا تعلق علوم حدیث اور سیرت کی کتابوں سے ہے۔

(۲) امام مزنیؒ نے جن احادیث کو اپنی اسناد عالیہ کے واسطے سے ذکر کیا تھا ان کو بالجملة مع سند و متن کے حذف کر دیا۔

(۳) وہ سارے اختلافات جن کا تعلق راوی کی تاریخ و وفات سے تھا ان کو بھی حذف کر دیا۔

(۴) اسی طرح ان واقعات و اخبار کو بھی حذف کر دیا جن کا تعلق جرح و تعدیل سے نہ تھا۔

(۵) امام مزنیؒ نے ہر راوی کے جملہ اساتذہ و ظلانہ کو ذکر کرنے کی کوشش کی تھی، حافظ ابن حجرؒ نے ان سب کو حذف کر دیا جو مشہور یا قریبی تھے صرف ان کو باقی رکھا، جس کی وجہ یہ بتائی کہ راویوں کے اساتذہ و ظلانہ کا صر کرنا ناممکن ہے، اس طرح یہ کتاب مختصر ہو کر جہذیب الکمال کے بہ نسبت ایک چھائی رہ گئی ہے۔

اضافی عمل

حافظ ابن حجرؒ نے اس کتاب میں کچھ اہم اضافی کام کیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) بعض راویوں کا اضافہ کیا جو کتاب کی شرط پر تھے، لیکن امام مزنیؒ سے فوت ہو گئے تھے۔

(۲) بعض ایسے راویوں کا اضافہ کیا جو ان کتب کے راویوں کے ہم نام تھے، یہ اضافہ اس لئے کیا تا کہ دونوں میں فرق کیا جاسکے۔ اس لئے ان کے نام پر رمز کے بجائے فقط بیز لکھ دیا ہے۔

(۳) الکمال فی اسماء الرجال کے ان راویوں کو جن کی روایت امام مزی کو کتب متہ میں نہیں مل سکی تھی، انھوں نے ان کو حذف کر دیا تھا، حافظ ابن حجرؒ نے ان راویوں کو بھی اس کتاب میں شامل کر لیا کیوں کہ احتمال کے طور پر ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں اور حذف کے مقابلہ میں باقی رکھنا بہتر ہے۔

(۴) سب سے اہم اضافہ ائمہ فقہ کے اقوال کا ہے، جو جرح و تعدیل سے متعلق ہیں، اس طرح کہ اضافہ کی جہاں سمجھاؤں گے قیاسی اس کو ترجمہ کے بالکل آخر میں ذکر کیا ہے اور لفظ "قلت" سے اس کی ابتداء کی ہے۔ لہذا راوی کے ترجمہ میں جہاں لفظ "قلت" آیا ہے، اس کے بعد کی معلومات حافظ ابن حجرؒ کے زیادات ہیں۔

ترجیب و رموز

یہ کتاب بھی اپنی اصل یعنی تہذیب الکمال کی طرح نہایت ہی دقیق ترجیب پر حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب ہے، صرف حرف الف میں "احمدین" اور حرف میم میں "محمدین" کو مقدم کیا گیا ہے، ناموں کے بعد کنیت سے مشہور راویوں کا ذکر ہے، پھر دیگر چار فصلوں میں منقسم راویوں کا ذکر ہے۔ جیسے کہ تہذیب الکمال میں ہے، آخر میں خواتین کا تذکرہ اسی دقیق ترجیب سے کیا گیا ہے، لہذا کتاب سے استفادہ بہت ہی آسان ہے اور ساری کتاب ایک فہرست جیسی ہے، دونوں کتابوں کی ترجیب میں کوئی فرق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ تہذیب التہذیب میں راوی کے مشائخ و تلامذہ کو شہرت اور قربت کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں وہ سارے رموز اسی طرح برقرار رکھے گئے ہیں، جس طرح تہذیب الکمال میں ہیں۔

مصادر

اس کتاب کے وہی مصادر ہیں جو تہذیب الکمال کے مصادر ہیں، البتہ اضافی معلومات کے لئے جو مصادر خصوصی طور سے استعمال کئے گئے ہیں ان میں علامہ مغلطائی کی تالیف "اکمال تہذیب

الکمال" ہے، اس سے مؤلف نے بھرپور استفادہ کیا ہے اور اختصار میں عموماً اسی کتاب کا طریقہ استعمال کیا ہے، نیز امام ذہبیؒ کی کتاب "تذہیب التہذیب" سے بھی مفید معلومات کو منتخب کیا ہے۔

مؤلف کتاب نے اپنی کتاب کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ فرض کیجئے کہ اس کتاب میں کچھ نہیں ہے تو بھی کم از کم مناسب حجم میں دو کتابوں (مزی کی تہذیب الکمال اور مغلطائی کی الکمال تہذیب الکمال) کا مجموعہ ضرور ہے اور یہ بھی بہت بامقصد عمل ہے۔ (تہذیب التہذیب ۴۰/۱)

(۱۳) تقریب التہذیب

تالیف : حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲)

تعارف اور وجہ تالیف

کتب ستہ اور اس کے ملحقات کے راویوں کی معلومات کے لئے یہ ایک مختصر، جامع ترین اور انتہائی مفید کتاب ہے۔ جو بقامت کثیر بقیہ بہتر کی مصداق ہے۔ اس کتاب کو حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب کے بعد تصنیف کیا ہے، تہذیب التہذیب جس میں تہذیب الکمال کو مختصر اور مہذب کیا گیا تھا، مختصر ہونے کے باوجود بھی کافی طویل تھی، (جو فی الحال بارہ جلدوں میں مطبوع ہے) اس لئے کچھ مجین علم نے ان سے یہ درخواست کی کہ اس کتاب کو بھی مختصر کر دیا جائے تو بہتر ہوگا، چنانچہ کچھ پس و پیش کے بعد انھوں نے اس کے اختصار کا بیڑا اٹھایا اور ایسے نرالے ڈھنگ سے تیار کیا جس کی نظیر نہیں ملتی، معمولی سے وقت میں چند کلمات کے ذریعہ راوی کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہو جاتی ہے، یہ کتاب اپنے اس قالب میں انتہائی مشہور اور مصداق ہوئی، علمائے اس پر بھرپور اعتماد کیا، جس کو تفصیل و تحقیق کی ضرورت ہوئی ہے، وہی دوسری کتابوں کی مراجعت کرتا ہے ورنہ اسی کو کافی سمجھتا ہے۔

ترتیب

یہ کتاب ہو، ہوا اپنی اصل تہذیب العہد یب کی طرح حروفِ معلم پر مرتب ہے۔ آخر میں کنیت اور دیگر چار فصلیں اس میں بھی اسی طرح ہیں، البتہ خواتین کے باب میں مسمات کا اضافہ کیا گیا ہے جو تہذیب العہد یب میں نہیں ہے، ان بہم خواتین کی ترتیب ان سے روایت کرنے والوں کے نام پر مرتب ہے۔

اہم خوبی

اس کتاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر راوی کی شخصیت اور اس کے بارے میں وارد شدہ اقوال کا بغاظر مطالعہ کر کے ایک جامع فیصلہ تیار کیا گیا ہے، جس میں جرح و تعدیل کے جوہارہ مرتب ہیں، ان کو سامنے رکھ کر راوی کے لئے جو مناسب کلمہ و مرتبہ ہوتا تھا، اس پر حکم لگا دیا گیا ہے، مثلاً لکھ، ثبت، لکھ، صدوق، لا باس بہ، مقبول، ضعیف و غیرہ راوی کے بارے میں خاص طور سے متضاد اقوال کا بھی جامع خلاصہ و فیصلہ اس کتاب کے مقبول و مستداول ہونے کا سب سے اہم سبب ہے، اس لئے کہ راویوں کے حالات معلوم کرنے کا سب سے اہم مقصد بھی ہے۔

کیفیت

اس کتاب میں عموماً تراجم ایک یا دو سطر میں مکمل ہو گئے ہیں جس میں راوی اور اس کے باپ دادا کے نام کے ساتھ ساتھ اس کی مشہور نسبت، کنیت، لقب و غیرہ کا ذکر آ گیا ہے، مشکل اور متشابہ نام کا حروف کے ذریعہ ضبط کر دیا گیا ہے، راویوں کے ساتھ وہ علائقہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کی جگہ ان کو طبقات پر تقسیم کیا گیا ہے اور جو راوی جس طبقہ کا ہے اس کا ذکر اس کے ترجمہ میں کر دیا گیا ہے۔ انھیں طبقات کے ذریعہ راوی کی تاریخ وقات کی تعیین بھی کی گئی ہے، ان طبقات کا سمجھنا اس کتاب میں تاریخ وقات کی تعیین کے لئے بہت ضروری ہے، اس کے بغیر تاریخ وقات سمجھنا ممکن نہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے ان بارہ طبقات کو تقریب الحمد یب سے بعینہ نقل کر دیا جائے۔

پہلا طبقہ : صحابہ کرامؓ باختلاف مراتب۔

دوسرا طبقہ : کبار تابعینؓ، جن میں مخضرمین بھی شامل ہیں، مثلاً ابن المسیب۔

تیسرا طبقہ : تابعینؓ کا متوسط طبقہ جیسے حسن بصری، ابن سیرین۔

چوتھا طبقہ : تابعینؓ کے متوسط طبقہ سے قریب تر طبقہ، جن کی زیادہ تر روایتیں کبار تابعینؓ

سے ہیں، جیسے زہری، قتادہ (یعنی تابعینؓ کے متوسط اور طبقہ صغریٰ کے درمیان کا طبقہ)۔

پانچواں طبقہ : تابعینؓ کا طبقہ صغریٰ، جنہوں نے ایک دو صحابہؓ کو دیکھا، لیکن صحابہؓ سے سماع

ثابت نہیں جیسے "عمش"۔

چھٹا طبقہ : تابعینؓ کا وہ طبقہ جو طبقہ غامس کا ہم عصر تھا لیکن کسی صحابیؓ کو نہیں دیکھا جیسے ابن

جرج

ساتواں طبقہ : کبار اتباع تابعینؓ جیسے امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ

آٹھواں طبقہ : اتباع تابعینؓ کا طبقہ وسطی جیسے سفیان بن عیینہؒ، ابن حلیہؒ۔

نواں طبقہ : اتباع تابعینؓ کا طبقہ صغریٰ جیسے یزید بن ہارونؒ، امام شافعیؒ، ابوداؤد طیالسی۔

دسواں طبقہ : وہ بڑے بڑے اہل علم جنہوں نے صحیح تابعینؓ سے روایت کیا ہے، لیکن تابعینؓ

سے ملاقات نہیں ہوئی جیسے امام احمد بن حنبلؒ (یعنی تابع اتباع تابعینؓ کا پہلا طبقہ)

گیارہواں طبقہ : صحیح تابعینؓ سے روایت کرنے والا طبقہ وسطی جیسے امام بخاریؒ، امام ذہبیؒ

(یعنی تابع اتباع تابعینؓ کا دوسرا طبقہ)

بارہواں طبقہ : صحیح تابعینؓ روایت کرنے والا طبقہ صغریٰ جیسے امام ترمذیؒ، ان میں اصحاب

کتب متہ کے وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن کی وفات متاخر ہے۔

بذریعہ طبقات وفات کی تعیین

- (۱) اگر راوی پہلے یا دوسرے طبقہ کا ہوگا تو اس کی سن وفات ایک سو بھری سے پہلے کی ہوگی۔
- (۲) اگر تیسرے طبقہ سے لے کر آٹھویں طبقہ کے آخر تک کا ہے تو اس کی سن وفات ایک سو بھری کے بعد ہوگی۔
- (۳) اور اگر نویں طبقہ سے لے کر بارہویں کے آخر تک کا ہے تو اس کی سن وفات دوسو کے بعد ہوگی، اگر کہیں اس کے برخلاف ہے تو اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

مزید وضاحت

مثال کے طور پر اس کتاب کے سب سے پہلے راوی "احمد بن ابراہیم" ہیں ان کا ترجمہ کتاب میں اس طرح ہے۔ احمد بن ابراہیم بن خالد الموصلی ابو علی نزیل بغداد صدوق من العاشرة مئة سنة وثلاثين۔ فلفی

احمد بن ابراہیم بن خالد جو اصلاً موصل کے رہنے والے تھے، لیکن بغداد کو اپنا وطن بنایا، یہ راوی صدوق ہیں یعنی یہ کہ مرآۃ الحدیث کے چھ درجہ کے راوی ہیں جن کی روایت قابل قبول ہوئی ہے، ان کا تعلق دسویں طبقہ سے ہے، ان کا انتقال ۳۱۷ھ میں ہوا ہے یعنی چوں کہ یہ دسویں طبقہ کے ہیں اس لئے ان کی وفات سن دو سو بھری کے بعد کی ہے۔ لہذا اس ۳۱۷ھ پر دو سو کا اضافہ کریں، اس طرح سے ان کی وفات سن ۶۳۶ھ میں ہوئی ہے۔ فقہ یعنی پسنن ابوداؤد اور ابن ماجہ کی کتاب التفسیر کے راوی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ راوی کے ترجمہ میں جو تاریخ وفات موجود ہے اگر وہ راوی پہلے یا دوسرے طبقہ کا ہے تو اس کی تاریخ میں کسی قسم کا اضافہ نہ ہوگا ویسی اس کی تاریخ وفات ہوگی، لیکن اگر تیسرے سے لے کر آٹھویں طبقہ تک کا ہے تو تاریخ وفات میں نہ کوہ عدد پر ایک سو کا اضافہ کر دیا جائے گا اور اگر نویں سے بارہویں طبقہ تک کا ہے تو نہ کوہ عدد پر دو سو کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

رموز

راوی کے ترجمہ میں وہ سارے رموز اسی طرح موجود ہیں جس طرح اس کی اصل تہذیب
 التہذیب اور اصل الاصل تہذیب الکمال میں موجود ہیں اگر کسی راوی پر یہ علامت نہیں ہے، تو اس کا
 مطلب یہ ہے کہ ترجمہ یا تو گزر چکا یا آئندہ آئے گا، عموماً اس طرح کے تراجم کنیت اور اس کے بعد کی
 فصلوں میں پائے جاتے ہیں۔ اگلی

(اب یہاں سے بارہ مراتب تک کتاب "حدیث اور فہم حدیث" ص ۳۰۵ تالیف: مفتی

عبداللہ صاحب معروفی (استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند) سے نقل کیا جاتا ہے۔)

یہ کتاب تمام کتب اسماء الرجال میں استفادہ کے لحاظ سے آسان ترین ہے، سب سے زیادہ
 مہیا اور عام ہے، روایت کی نگاہت و ضعف کے اعتبار سے درجہ بندی میں سب کتب سے پختہ ترین اور
 جامع ترین ہے بلکہ کتب ستہ اور ان کے ملحقات کے رجال کے تعلق سے اس کی حیثیت سیکڑوں کتب
 رجال و فنون حدیث سے کشیدہ کئے ہوئے عطر کی ہے، اس لئے کتب ستہ کے رجال کی تحقیق کے لئے اسی
 کتاب کو معیار بنایا جا رہا ہے۔

دکتور ولید عافی نے تقریب میں حافظ کی جانب سے صادر کئے گئے احکام جرح و تعدیل اور ان
 کے مراتب کا بڑی باریکی سے مطالعہ کیا ہے، اور مختلف پہلوؤں سے پرکھ کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ حافظ
 نے سچ مچ بڑی باریکی اور زرف بینی سے کام لیتے ہوئے روایات کے متعلق مبسوط اور منشر مواد کو انتہائی
 لطیف انداز میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے، اگر صحیح معنوں میں حافظ کے لائحہ عمل اور باریکیوں کو ہضم کر لیا
 جائے تو بے شک یہ ایک جلد کی کتاب دیگر مطولات سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔

ولید عافی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

وهكذا نرى ان التقريب هو خلاصة ما توصل اليه ابن حجر من احكام على رواة الكتب

السنة وما الحق بها وعصارة فكر متواصل البحث والدراسة والتحقيق والتحرير مدققات على

الستین عاماً من حياة عالم موسوعي وبلفظ ذكي۔

ولهذا فاني ارى ان من تضییع الوقت وتحصيل الحاصل ان تتجاوز هذا العمل الى غيره
وتتخطى عمل ابن حجر لترجع الى الوراء لتبحث من جديد عن احوال رواة اشبهوا كلاماً
وتحريراً۔ (منهج دراسة الاسناد ص ۲۳)

پھر دکتور حافی نے مراتب تقریب میں سے ایک ایک مرتبہ کے رجال کی احادیث کے درجات
بھی متعین فرمادے ہیں۔ یہ درجہ بندی انھوں نے حضرت امام احمد، شعبین، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام
ترمذی، ابن حبان، ابن خزیمہ، ہیاء الدین مقدسی، منذری، ذہبی، نووی، ابن حجر اور سخاوی وغیرہم جیسے
ائمہ فن کے طریقہ کار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی ہے اور قدم قدم پر ان حضرات کی اصول و عبارات کو بطور
دلیل پیش فرمایا ہے، نیز کسی راوی کی حدیث کا درجہ متعین کرتے وقت اس راوی کی حدیث سے متعلق خود
حافظ ابن حجر کی تصریحات کو بھی پیش کیا ہے اور محکم کی تصریح اس کے کلام کی سب سے مضبوط تشریح ہوا
کرتی ہے۔

مراتب جرح و تعدیل باعتبار تقریب

حافظ ابن حجرؒ نے جرح و تعدیل کے جو مراتب قائم کئے اور ان مراتب کے رواد کو جن الفاظ
سے تعبیر کیا ہے، ان کی تفصیل مع ان کی احادیث کے احکام حسب ذیل ہے، واضح رہے کہ یہ تفصیل حافظ
ابن حجرؒ کی عبارت کا بعینہ ترجمہ نہیں ہوگی بلکہ اس میں ولید حافی مرحوم کی تشریح یا اپنے تجربہ کی روشنی میں
توضیحی جملوں کے اضافے بھی ہوں گے۔

(۱) پہلے مرتبہ کو تو حافظ نے صحابہ کرامؓ کے لئے مختص کیا ہے، ان کی فضیلت اور قدر و منزلت کے پیش
نظر۔

(۲) دوسرا مرتبہ ان کے لئے خاص کیا ہے جو علمائے جرح و تعدیل اور ائمہ فقہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان
لوگوں کو حافظ اوثق الناس، ثقة ثقة یا ثقة متقن جیسے مبالغہ کے صیغے یا تاکید کی تعبیرات سے تعبیر کرتے

ہیں۔

حکم : ان لوگوں کی حدیث نمبر ایک کی صحیح لذات ہوتی ہے۔

(۳) تیسرا مرتبہ ان لوگوں کا ہے، جنہیں ثقہ کہنے پر دوسرے مرتبہ کے لوگ یعنی ائمہ جرح و تعدیل حلق ہوں، چنانچہ ان لوگوں کو حافظ صاحب ثقہ، متقن، حجة، حافظ، ثبت وغیرہ بغیر تکرار کے صیغوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان ہی رجال کے حکم میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے صحابی ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے، مگر ان کی صحبت متحقق نہیں ہوتی۔

حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث نمبر دو کی صحیح لذات ہوتی ہے۔

(۴) چوتھا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جن کی توثیق پر دوسرے مرتبہ والے ائمہ جرح و تعدیل تقریباً حلق ہوتے ہیں، اکادکا حضرات نے اختلاف کیا ہوتا ہے، عام ناقدین تو جمہور کی توثیق کے مقابلہ میں ایک آدمہ اختلاف کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے، مگر حافظ صاحب اس اختلاف پیش نظر اس کا مرتبہ تھوڑا گھٹا دیتے ہیں اور اس کو تعبیر کرتے ہیں صدوق، لا باس بہ اور لیس بہ باس جیسے صیغوں سے۔

حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث نمبر تین کی صحیح لذات ہوتی ہے۔

(۵) پانچواں مرتبہ ان رجال کا ہے جن کے حلق ائمہ جرح و تعدیل کے درمیان اختلاف ہوتا ہے، بعض تو ان کی توثیق کرتے ہیں اور بعض تضعیف کرتے ہیں اور تضعیف کی بھی کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو حافظ صاحب صدوق، ہم، صدوق، مخطوط، صدوق، لا اوہام یا صدوق، مخطوط، کثیرا جیسے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

ان ہی رجال کے درجہ میں ان لوگوں کو بھی حافظ صاحب نے رکھا ہے جن پر بعض ناقدین نے جرحیں کی ہوتی ہیں اور وہ کسی قسم کی بدعت سے متہم ہوتے ہیں، چنانچہ ان کو صدوق رسمی، تشیع وغیرہ تعبیرات سے ذکر کرتے ہیں۔

حکم : اس مرتبہ والوں کی حدیث نمبر ایک کی حسن لذات ہوئی ہے۔

(۶) چھٹا مرتبہ ان رجال کے لئے ہے جو قلیل الحدیث ہوتے ہیں (یعنی ان کی احادیث ایک سے دس تک کے درمیان ہوتی ہے) اور ان کے متعلق کوئی ایسی جرح بھی ثابت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ان کی حدیث چھوڑ دی جائے، چنانچہ ایسے رجال میں سے جن کی احادیث میں متابعت کی گئی ہوئی ہے ان کو حافظ صاحب مقبول سے تعمیر کرتے ہیں اور جن کی متابعت نہیں کی گئی ہوئی ان کھن الحدیث سے تعمیر کرتے ہیں۔

داخل رہے کہ ان لوگوں پر جو کچھ کلام ہوتا ہے وہ عموماً جہالت میں کا ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی کسی امام معتبر کی توثیق بھی ہوتی ہے، خواہ یہ توثیق صریح ہو یا ضمنی ہو۔ ضمنی کا مطلب یہ کہ صحاح کے مصنفین اس کی حدیث کا اخراج کریں یا کلام جہالت حال کا ہوتا ہے اور اس میں امام معتبر کی توثیق ضمنی ہوتی ہے یا توثیق غیر متین (مثلاً صرف ابن حبان کی توثیق) جب کہ وہ طبقہ تابعین کا راوی ہو بلکہ بسا اوقات مضبوط درجہ کی توثیق بھی پائی جاتی ہے، الغرض یہ مرتبہ ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کے مراتب میں سے ہے۔ جرح کے مراتب میں سے ہرگز نہیں۔

حکم : اس مرتبہ میں دو شکیں ہیں، مقبول اور لین الحدیث۔ مقبول کی حدیث نمبر دو کی حسن لذات ہوئی ہے اور لین الحدیث نمبر تین کی حسن لذات ہوئی ہے۔

(۷) ساتواں مرتبہ ان لوگوں کے لئے ہے جن سے روایت کرنے والے ایک سے زائد ہوتے ہیں مگر ان کی توثیق کسی نے نہیں کی ہوئی ایسے لوگوں کو حافظ صاحب مستور یا مجہول الحال یا لا یعرف حالہ سے تعمیر کرتے ہیں۔

اس مرتبہ میں حافظ صاحب نے عموماً ان لوگوں کو شامل کیا ہے، جن کو امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے "المخرج والتعدیل" میں ذکر کر کے سکوت فرمایا ہوتا ہے، یا جن کو ابن

حبان نے اپنی کتاب ”کتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہوتا ہے اور وہ تابعین سے نیچے طبقہ کے ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو جن کے حعلق ابن ابی حاتم، ابن مدینی اور ابن القطان نے مجہول کہا ہوتا ہے کیوں کہ یہ لوگ مجہول الثبتین اور مجہول الحال دونوں پر مجہول کا اطلاق کرتے ہیں، دونوں میں فرق نہیں کرتے۔

حکم: اس مرتبہ کے رجال کی احادیث میں توقف کیا جاتا ہے تا آنکہ ان کا کوئی حال واضح ہو جائے، حال کے واضح ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ مستور شخص کی روایت کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے تو جانا جائے گا کہ آدمی قابل اعتبار ہے، لہذا اب اس کی حدیث حسن بخیرہ نمبر ایک شمار کی جاتی ہے۔

(۸) آٹھواں مرتبہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے حعلق کسی مستبر امام کی توثیق نہیں پائی جاتی بلکہ ائمہ جرح و تعدیل کی جانب سے اس پر ضعیف ہونے کا اطلاق موجود ہوتا ہے۔ خواہ یہ تضعیف مبہم طور سے ہی کیوں نہ ہو، قطع نظر اس بات سے کہ کوئی غیر متین توثیق (جیسے ابن حبان کا اس کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا) پائی جا رہی ہے یا نہیں ان کو حافظ صاحب ضعیف یا نیس بالقوی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: اس مرتبہ والوں کی حدیث ضعیف کہلاتی ہے اور تعدد طرق کی صورت میں بلند ہو کر حسن بخیرہ تک پہنچ جاتی ہے، اس وقت یہ نمبر دو کی حسن بخیرہ ہوگی۔

(۹) نواں مرتبہ ان رجال کے لئے ہے جن سے روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہوتا ہے اور سرے سے ان کی کسی نے توثیق بھی نہیں کی ہوئی، دراصل یہ لوگ اصحاب حدیث ہوتے ہی نہیں بلکہ ایک آدمی حدیث روایت کر کے محدثین کے زمرے میں اپنا نام لکھواتے ہیں، ان لوگوں کو حافظ صاحب مجہول کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: اس مرتبہ والوں کی حدیث بھی ضعیف ہوتی ہے اور تعدد طرق کی صورت میں بلند ہو کر حسن بخیرہ تک پہنچ جاتی ہے مگر یہ نمبر تین کی حسن بخیرہ ہوگی۔

(۱۰) دسواں مرتبہ ان لوگوں کے لئے ہے جن پر ائمہ جرح و تعدیل نے سخت جرحیں کی ہوئی ہیں، یہاں

تک کہ ان کی حدیث لکھنے سے یا ان سے روایت کرنے سے بھی منع کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو حافظ صاحب متروک کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان لوگوں کی حدیث ضعیف جداً کہلاتی ہے۔

(۱۱) گیارہواں مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو کذب کے ساتھ متہم ہوتے ہیں، کذب سے متہم کئے جانے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حدیث رسول میں تو ان کا کوئی جھوٹ نہیں پکڑا گیا البتہ عام بول چال میں دروغ گوئی کے مرتکب ہوتے ہیں، جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث رسول میں بھی جھوٹ بولنے کی جسارت کر سکتے ہیں، ان لوگوں کو حافظ صاحب متہم بالکذب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان لوگوں کی حدیث متروک کہی جاتی ہے۔

(۱۲) بارہواں مرتبہ ایسے بد بختوں کا ہے جو حدیث رسول میں جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں، چنانچہ حافظ صاحب ان کو ضاع یا کذاب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان کی روایات موضوعات و باطلیل کہلاتی ہیں ایسا شخص اگر توبہ بھی کر لے تب بھی اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔

غلامہ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب طالبان علوم نبوت کے لئے ایک بیش بہا خزانہ اور نادر تحفہ ہے، جس سے بے نیاز نہیں ہوا جاسکتا، اس سے بے نیازی کوتاہی اور کم علمی کی دلیل ہے۔ انتہی

نوٹ: نقشہ آخر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱۴) خلاصۃ تہذیب التہذیب

تالیف: احمد بن عبد اللہ خزرجی (م: بعد ۹۲۳)

غلامہ صلی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی نے امام ذہبی کی کتاب "تہذیب التہذیب الکمال" کا

اختصار کیا ہے، جس کا نام ”خلاصۃ تہذیب الکمال“ رکھا ہے، جس کو عرف عام میں خلاصۃ الخورجی کہا جاتا ہے۔

اس کتاب کی تہذیب و تنظیم بھی اپنی اصل کی طرح ہے اور موضوع بھی وہی ہے۔ (یعنی کتب ستہ اور ان کے ملحقات کے رجال کے حالات) نیز رموز بھی اسی طرح برقرار رکھے گئے ہیں۔

کتاب کو مختصر کرنے کے ساتھ ساتھ علامہ خورجی نے اپنی طرف سے کچھ اضافہ بھی کیا ہے اور ضبط اسما پر خصوصی توجہ دی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ

فهذا مختصر فی اسماء الرجال اختصرته من تہذیب الکمال وضبطت ما
یحتاج الی ضبط فی غالب الاحوال وزدت فیہ زیادات مفیدة ووفیات عديدة من الكتب
المعتمدة والنقول المسندة۔ (خلاصۃ ۱/۵)

(۱۵) العذکرۃ برجال العشرۃ

تالیف : ابن حمزہ الحسینی ابو الحسن فہس الدین محمد بن علی بن الحسن الدمشقی (م ۶۵۷ھ)

اس کتاب کی تالیف کے لئے ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حمزہ الحسینی نے امام مزنی کی کتاب تہذیب الکمال کو بنیاد بنایا ہے، چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے تہذیب الکمال کو مختصر کیا اور وہ سارے راوی جن کا تعلق کتب ستہ سے نہیں تھا بلکہ ان کے ملحقات سے تھا یا تمیز کے طور پر ان کو ذکر کیا گیا تھا ان کو حذف کر دیا باقی مانعہ راویوں کے حالات کو ویسے ہی مختصر کیا۔ جیسے کہ امام ذہبیؒ نے الکاشف میں کیا تھا۔ اب یہ کتاب بالکل الکاشف کے مانند ہو گئی۔ اس کے بعد مزید چار کتابوں کے راویوں کے حالات کا اضافہ کیا۔

(۱) مؤطا امام مالک (ک) (۲) مسند امام شافعی (فع)

(۳) مسند امام احمد بن حنبل (ا) (۴) مسند امام ابو حنیفہ (فہ)

نیز عبد اللہ بن امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں جو اضافہ کیا ہے اس کے لئے (عب) کا رمز

تحصیل کیا ہے۔ کتب ستہ کے رموز کو اپنی شکل پر برقرار رکھا ہے۔ (تہذیب الکمال بشار عواد معروف) (۶۳)

ان چاروں کتابوں کے اضافے کا سبب علامہ حسینی نے یہ بتایا ہے کہ احمد، مقبولین کے استدلال کا دارومدار عموماً انھیں روایتوں پر ہے جن کو انھوں نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور سواد اعظم کے عمل کا دارومدار انھیں اقوال پر ہے، لہذا ان کی جو مسئلہ روایتیں ہیں، ان کے راویوں کے حالات کا جائزہ ضروری تھا۔

اس طرح یہ کتاب دو اولین اسلام (صحاح ستہ) اور ائمہ اربعہ کی مسئلہ روایتوں کے رجال کا مجموعہ ہے۔

(۱۶) تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة

تالیف : حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)

اس کتاب کا تعلق اسی طور پر علامہ حسینی کی سابقہ کتاب "التذکرۃ برجال العشرة" سے ہے اور خصوصی طور سے ان راویوں کے حالات کا ترجمان ہے جن کے واسطے سے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) نے روایت کیا ہے۔

جب حافظ ابن حجرؒ نے علامہ حسینیؒ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو یہ کتاب ان کو بہت اہم نظر آئی، اس لئے کہ اس میں دس اہم کتابوں کے راویوں کا تذکرہ ہے، چوں کہ حافظ ابن حجرؒ نے کتب ستہ کے راویوں پر مختصر و مطول دونوں طرح سے کام کیا تھا اس لئے اب انھوں نے یہ مناسب سمجھا کہ ائمہ اربعہ سے متعلق کتابوں کے راویوں کے حالات کو بھی قلمبند کرنا چاہیے۔

چنانچہ حافظ صاحبؒ نے امام حسینیؒ کی کتاب کو بنیاد بنا کر کام شروع کیا اور اہل تذکرہ سے ان راویوں کو حذف کر دیا جن کا تعلق کتب ستہ سے تھا، صرف انھیں راویوں کو باقی رکھا جو مؤطا مالک، مسند

شافعی، مسند احمد اور مسند ابو حنیفہ کے راوی تھے اور جن کا ذکر کتب متہ کے رجال میں نہیں آسکا تھا۔
 ائمہ اربعہ کی مسئلہ روایتوں میں سے مذکورہ کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں کے راویوں کا
 اضافہ بھی کیا ہے۔ اس اضافہ میں انھوں نے امام دارقطنی کی کتاب "غرائب مالک" امام بیہقی کی کتاب
 "معرفۃ السنن والاکثار"، امام احمد کی کتاب "الزهد"، امام محمد کی کتاب "الاکثار" کے راویوں کا اضافہ کیا،
 ان میں سے جن کا ذکر "تہذیب التہذیب" میں کیا جا چکا تھا ان کا صرف نام ذکر کر کے تہذیب کا حوالہ
 دے دیا ہے۔

علامہ حسینی کی دوسری کتاب "الاکمال عمن فی مسند احمد من الرجال" سے کچھ دیگر فوائد
 و اضافی معلومات کا ذکر کیا ہے، نیز ان سے جو غلطیاں ہو گئی تھیں ان کی اصلاح کر دی ہے، علامہ ٹنٹی نے
 "الاکمال عمن فی مسند احمد من الرجال" میں کچھ راویوں کا اضافہ کیا تھا، اس سے بھی حافظ صاحب
 نے استفادہ کیا ہے۔ علامہ ٹنٹی کی کتاب سے جن راویوں کا اضافہ کیا ہے ان کی جانب لفظ (ہب) سے
 اشارہ کیا ہے، بقید موزا ہی طرح سے ہیں، جس طرح سے "التذکرہ" میں گزر چکا ہے۔
 التذکرہ کی معلومات نقل کرنے کے بعد اپنا جو بھی اضافہ کیا ہے اس کو لفظ قلت "سے شروع
 کیا ہے۔

پوری کتاب حروف معجم پر بڑی دقیق ترتیب سے مرتب کی گئی ہے، سب سے پہلے راویوں کو
 ان کے ناموں کے اعتبار سے مرتب کیا ہے، پھر کنیت سے مشہور افراد کا تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد لفظ
 "ابن فلاں" سے مشہور راویوں کا ذکر کیا ہے، پھر مبہمات اور اس کے بعد خواتین کے تراجم اسی ترتیب
 سے مرتب کئے گئے ہیں۔ (خریج الحدیث: ص ۲۳۸، جرح و تعدیل: ص ۸۸، تعجیل المنفعة: ص
 ۹، ۸، ۳)

اس طرح یہ مختصری ایک جلد کی کتاب اپنے صفحات میں گراں قدر معلومات سمیٹے ہوئے ہے اور
 حقیقت یہی ہے کہ حافظ ابن حجر کی دونوں مختصرات یعنی "تقریب التہذیب" اور "تعجیل المنفعة" ایسی

کتابیں ہیں جس میں قرونِ فاضلہ کے اکثر و بیشتر راویوں کے حالات کا اجمالی تعارف ہو جاتا ہے اور اس فن کی بڑی بڑی مطول کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

طالبانِ علومِ نبوت جو اس فن کی اہمات کتب تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتے ان کے لئے یہ دونوں کتابیں مشعلِ راہ بن سکتی ہیں اور ان سے ان کا کام چل سکتا ہے۔

(۱۷) مغانی الاختیار فی رجال معانی الآثار

تالیف : بدرالدین عینی محمود بن احمد بن موسیٰ قاہری حنفی (م: ۸۵۵ھ)

اس کتاب میں علامہ عینیؒ نے خاص طور سے امامِ طحاویؒ کی کتاب "شرح معانی الآثار" (طحاوی شریف) کے رجال کے احوال کو ذکر کیا ہے اور طریقہ وی اختیار کیا ہے جو حافظ مزیؒ نے "تہذیب الکمال" میں اختیار کیا ہے۔

(۱۸) کشف الاسعار عن رجال معانی الآثار

تالیف : ابوالتراب رشد اللہ شاہ سندھی

شرح معانی الآثار (جو امامِ طحاویؒ کی مشہور کتاب ہے) اس کے راویوں کے حالات علامہ عینیؒ نے ایک خاص تالیف (جس کا ادھر ذکر ہوا) میں جمع کیا تھا، جس کا نام مغانی الاختیار فی رجال معانی الآثار "رکھا تھا، شیخ ابوالتراب رشد اللہ نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "کشف السار عن رجال معانی الآثار" رکھا۔

(۱۹) تراجم الاحبار من شرح معانی الآثار

تالیف : مولانا محمد ایوب بن محمد یعقوب مظاہری سہارنپوری (م: ۱۲۰۰ھ)

اس کتاب کے مؤلف نے شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کے رجال کے احوال کو جمع کیا

ہے، سب سے پہلے راوی کا نام لکھ کر اگر وہ کتب ستہ یا ان کے ملحقات کا ہے تو اس راوی کے اساتذہ و تلامذہ کو حافظ صاحب کی کتاب تہذیب سے نقل کئے ہیں۔ اس کے بعد ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال اور تاریخ ولادت و وفات بھی اسی کتاب سے نقل کیا ہے، لیکن بعض اقوال اختصار کی غرض سے چھوڑ دیئے ہیں، البتہ بعض اساتذہ و تلامذہ کے ناموں کا دیگر کتب سے اضافہ کیا ہے اور وہ رداۃ جو صحاح ستہ یا ان کے ملحقات کے نہیں ہے ان کے حالات فن کی دوسری کتابوں سے تحریر کئے ہیں اور مزید اساتذہ و تلامذہ کا طحاوی شریف سے تلاش کر کے اضافہ کیا ہے، ہر راوی کو ذکر کرنے کے بعد کس امام نے ان کی حدیث حریق کی ہے اس کی بھی نام کے ساتھ صراحت کی ہے، صرف رموز پر اکتفا نہیں کیا ہے، نیز راوی کے ترجمہ کو ذکر کرنے کے بعد طحاوی میں اس راوی کی کتنی مرویات ہے اس کی بھی نشان دی کی ہے۔

(۲۰) میزان الاعتدال

تالیف: حافظ عبد اللہ ذہبی (م: ۷۴۸)

اس کتاب میں ان راویوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو ضعیف اور حکم لیا ہے، اس کتاب میں ان راویوں کے بارے میں تفصیلی معلومات کو حتی الامکان جمع کر دیا گیا ہے، خاص طور سے اقوال جرح و تعدیل کے جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، پھر ان پر نقد اور دوسرے اقوال سے ان کا مقابلہ کیا گیا ہے، راجح اور مرجوح کی وضاحت کر دی گئی ہے، یہ کتاب کتب ضعیفین رجال میں اہم کتاب شمار کی جاتی ہے اس کتاب کو ایک مختصر مقدمہ سے شروع کیا گیا ہے، جس میں تاریخ تدوین رجال حدیث، کتاب کی ترتیب و تصنیف نیز محتویات و منہج کے متعلق وضاحت کی گئی ہے، آخر میں جرح و تعدیل کے کلمات اور ان کے مراتب کا ذکر کرتے ہوئے حنفیین اور متاخرین میں حد فاصل کی وضاحت کی ہے، اس کتاب میں کذا ہیں، وضاحتیں، تہمین، ضعفا اور مجہولین کے ساتھ ساتھ ان ثقات کا بھی ذکر ہے جو بدعتی ہیں اور ایسے ثقات کا بھی ذکر ہیں جن پر کلام کیا گیا لیکن کلام قارح نہیں ہے، اور جن روایات کے بارے میں ائمہ کی

طرف سے محلہ الصدق اور لاہاس پہ جیسا حکم لکایا گیا تھا ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس کتاب کو آٹھ قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے :

(۱) پہلی قسم میں مردوں اور عورتوں کے تراجم بترتیب اسما ذکر کئے گئے ہیں۔

(۲) دوسری قسم میں ان رجال کا ذکر کیا ہے جو کنیت سے مشہور ہیں۔

(۳) تیسری قسم میں ان افراد کا ذکر ہے جو ابن فلان سے مشہور ہیں۔

(۴) چوتھی قسم میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو نسبت سے مشہور ہیں۔

(۵) پانچویں قسم میں ایسے راویوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مجہول ہیں۔

(۶) چھٹی قسم میں ان راویات (خواتین) کا ذکر کیا گیا ہے جو مجہول ہیں۔

(۷) ساتویں قسم میں راویات کا ذکر باعتبار کنیت کیا گیا ہے۔

(۸) آٹھویں قسم میں ان خواتین کا ذکر ہے جو ام فلان سے معروف ہیں۔

ترتیب:

ابتداء سے لے کر انتہا تک ساری قسمیں نہایت وقت کے ساتھ حروف تہجی پر مرتب ہیں، اس ترتیب

میں راویوں کے نام اور ان کے آبا کے نام میں بھی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے، اس وجہ سے اس کتاب

سے استفادہ انتہائی آسان ہے، جس راوی کی بھی تلاش ہو پہلے اس کے نام کے حروف کو دیکھیں پھر اس

جگہ تلاش کریں جہاں وہ نام ہو سکتا ہے، چند لمحوں میں مطلوبہ ترجمہ مل جائے گا۔

نکات کے ذکر کا مقصد

اس کتاب میں ہر اس راوی کا ذکر کیا گیا ہے جس پر کسی بھی قسم کا کلام کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس

میں بہت سے صحیحین کے رجال اور بڑے بڑے اہل علم کا ذکر آ گیا ہے، لیکن ان کے ذکر کرنے کا مقصد

ان پر عیب لگانا نہیں تھا، بلکہ ان کا دفاع کرنا اور اپنے اوپر تعصب اور استدراک سے بچنا تھا، وہ فرماتے

ہیں کہ وفيہ من تكلم فيه مع ثقته وجلالته بأدنى لبن وبأقل تجريح فلولاً ان ابن عدى او غيره من مولفى كتب الجرح ذكروا ذلك لما ذكرته ثقته ولم أر من الراى أن احذف اسم احد خوفاً من أن يتعقب على، لا أنى ذكرته، لضعف فيه عدى۔

نیز اس کتاب میں احمد، متبوعین کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور اگر کسی کا ذکر آ بھی گیا ہے، تو انصاف کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کے لئے قابل حرج نہیں۔

اشارات

کتب ستہ کے جو رجال اس میں مذکور ہیں ان کے لئے مشہور اشارات استعمال کئے گئے ہیں جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مذکورہ راوی کتب ستہ میں سے کس کتاب کے یا کن کن کتابوں کے راویوں میں سے ہے وہ رموز یہ ہیں خ، م، د، س، ت، ق۔ اگر مذکورہ راوی کا نام حمام کتابوں میں ہے تو ایسی صورت میں حرف 'ع' سے اشارہ کیا گیا ہے اور اگر سنن اربعہ کا ہے تو اس کے لئے '۴' کا استعمال کیا گیا ہے، اور جن راویوں کا ذکر اس میں آ گیا ہے اور حقیقت میں ثقہ ہیں ان کے نام پر کلمہ 'صح' لکھ کر شکاہت کی جانب اشارہ کیا ہے۔

نوعیت تراجم

تراجم میں راوی کا نام و نسب، شیوخ، تلامذہ اور ائمہ کے اقوال کا ذکر کیا گیا ہے، کہیں کہیں راوی کے عام حالات اخبار و احادیث کا بھی ذکر ہے، تراجم عموماً متوسط ہیں، کہیں کہیں منسل اور کہیں مختصر بھی ہیں۔

خاص اصطلاح

حافظ ذہبی نے ابان بن حاتم کے ترجمہ میں صراحت کی ہے کہ جس راوی کو میں نے مجہول کہا ہے اور اس کی نسبت کسی امام کی طرف نہیں کی ہے، تو یہ امام ابو حاتم کا قول ہے، لیکن شیخ عبد القادر نے حاشیہ

الرفع (ص ۲۲۵ تا ۲۲۸) میں بہت سی ایسی مثالیں ذکر کی ہیں جن میں حافظ ذہبی نے لفظ مجہول کو کسی امام کی طرف منسوب نہیں کیا ہے۔ قاعدہ کے مطابق وہ ابو حاتم کا قول ہونا چاہیے، لیکن وہ ابو حاتم کا قول نہیں ہے بلکہ خود حافظ ذہبی کا اجتہاد ہے، اس لئے باعث کو چاہیے کہ وہ میزان سے کسی راوی کے بارے میں لفظ مجہول نقل کرتے وقت اس کی مکمل تحقیق کر لے۔ اور اگر یہ کہا ہے کفوہ جہالة او نكرة او مجہول او لا يعرف وغیرہ اور قول کی نسبت کسی کی طرف نہیں کی ہے تو وہ خود امام ذہبی کا فیصلہ ہے، اس طرح اگر صدوق، ثعلبی، صالح یا لیث وغیرہ کہا ہے تو وہ بھی امام ذہبی کا قول ہے۔ (مقدمہ میزان الاعتدال)

(۲۱) لسان المیزان

تالیف: حافظ حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)

فن ضعفاء رجال میں یہ سب سے اہم کتاب ہے، جس کے بعد کوئی اہم کتاب وجود میں نہیں آئی، اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی، یہ کتاب آپ کی ان تصانیف میں سے ہے جس کو آپ نے خود پسند کیا ہے، یہ کتاب امام ذہبی کی تصنیف 'میزان الاعتدال' کا تتمہ، اختصار اور تہذیب ہے، اس کتاب میں میزان الاعتدال کے ان راویوں کو حذف کر دیا گیا ہے جو تہذیب الکمال میں موجود ہیں، اس لئے کہ میزان اور تہذیب دونوں میں ان کا تذکرہ موجود تھا، اس کتاب میں بہت سے افراد کا اضافہ کیا ہے جو میزان الاعتدال میں موجود نہیں تھے، وہ اضافے جو اپنی طرف سے کئے ہیں ان پر حرف 'ز' کی علامت لگادی ہے، بہت سے افراد کا اضافہ امام عراقی کی کتاب 'ذیل المیزان' سے کیا ہے، ایسے ناموں پر حرف 'ز' کی علامت لگادی ہے جو ذیل کی طرف اشارہ ہے، میزان الاعتدال کے بعض رجال میں کچھ معلومات کا اضافہ کیا ہے جو امام ذہبی کے کلام کے خاتمہ کے بعد ہے، جس کو کلمہ 'انتهی' کے بعد ذکر کیا ہے، میزان میں جو اوامام پائے ان کی تصحیح کی ہے، میزان کے وہ رجال جن کو لسان سے حذف کر دیا گیا تھا، ان کی فہرست آخر کتاب میں فصل فی تجرید الاسماء کے عنوان کے ماتحت ذکر کر دی گئی ہے،

ان رجال پر وہ سارے رموز برقرار رکھے گئے ہیں جو رجال کتب ستہ کے لئے تہذیب میں استعمال کئے گئے ہیں، جن ناموں پر 'صح' لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر بغیر دلیل کے کلام کیا گیا ہے، جو غیر مؤثر ہے اور وہ راوی ثقہ ہے اور کچھ راویوں پر 'ھ' کا رمز لگایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ راوی مختلف فیہ ہے، لیکن ثقاہت غالب ہے۔

ترتیب

کتاب کی ترتیب و تنظیم بالکل دیسے ہی ہے جس طرح 'میزان الاحوال' کی ہے، یعنی پوری کتاب حروف تہجی پر بڑی دقت کے ساتھ راویوں کے نام اور ان کے آباء و اجداد کے نام کی رعایت کرتے ہوئے مرتب کی گئی ہے، ناموں کے اختتام کے بعد کنیت اور پھر مهمات کا ذکر کیا گیا ہے، پھر ان راویوں کے نام ہیں جو کسی بھی نسبت سے مشہور نہیں، اس کے بعد ان رواد کا ذکر ہیں جن کی کسی کی طرف اضافت کی گئی ہے، جیسے ابن فلان، اخو فلان یا خادم فلان وغیرہ، پھر القاب و صفات سے مشہور راویوں کا ذکر ہے، عورتوں کے ناموں کو کتاب میں مردوں کے ساتھ کر دیا ہے، حالاں کہ امام ذہبی نے عورتوں کو الگ فصل میں ذکر کیا تھا، پھر ان رجال کی فہرست ہے جن کو ابتدا میں تہذیب الکمال میں ہونے کی وجہ سے لسان المیزان سے حذف کر دیا تھا۔

رموز

- (۱) ذیل المیزان للحافظ العراقي
 - (۲) ز۔ ان تراجم و رداۃ کے لئے جن کا حافظ صاحب نے استدراک کیا ہے، جو نہ میزان میں تھے اور نہ ذیل میں تھے۔
 - (۳) ک۔ مستدرک علی الصحیحین کے رداۃ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے۔
- نوٹ: حافظ صاحب نے بعض رداۃ پر اس رمز کو لگانا چھوڑ دیا ہے حالاں کہ وہ رداۃ مستدرک کے ہیں۔

(۴) حسب گنج المکن حبان کے روادے کے لئے۔

(۵) ص۔ اصل یعنی میزان الاحتمال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اس رمز کا استعمال کیا ہے، اکثرے رمز باب الکنی والسمعات میں استعمال کیا ہے، اس لئے کہ اصل میزان الاحتمال میں باب الکنی والسمعات کے ماتحت کم روادے کا ذکر کیا گیا ہے، حافظ صاحب نے اصل پر کچھ روادے کا اضافہ کیا ہے گویا یہ رمز تمیز کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

(۶) ص۔ جس راوی پر کچھ کلام ہوتا ہے، لیکن توفیق معتبر ہوئی ہے، توحیح کا رمز لگاتے ہیں، یہ رمز حافظ صاحب نے ذمہ کی متابعت میں استعمال کیا ہے، اکثر اس کا استعمال آخر کتاب فصل التقرید میں کیا گیا ہے۔

(۷) ح۔ اس رمز کا استعمال فصل التقرید میں کیا ہے، اس رمز سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ مذکور راوی کے سلسلہ میں ائمہ جرح و تعدیل نے توفیق و جرح کے اعتبار سے اختلاف کیا ہے۔
نوٹ: یہ کتاب حلب کے مشہور عالم شیخ عبدالقادر البغدادی کی تحقیق و تالیف کے ساتھ بیروت سے شائع ہوئی ہے، شیخ عبدالقادر کی مساعادت کا شرف سورت کے مایہ ناز محقق شیخ طلحہ بن بلال خیار کو حاصل ہوا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سارا کام شیخ طلحہ ہی نے انجام دیا ہے، موصوف متواضع، ملنسار اور محتفانہ مزاج کے حامل ہے، ابتدا سے انتہا تک کی تعلیم مدینہ منورہ میں حاصل کی ہے، اور شیخ عبدالقادر کی صحبت میں چار سال تک رہے، موصوف کا شمار شیخ عبدالقادر کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے، شیخ عبدالقادرؒ نے 'لسان المیزان' کے مقدمہ میں موصوف کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔۔۔ واذکر هنا بالثناء والتقدير مساعداً تلميذاً واخياً النابه المجد شيخ محمد طلحه بلال في خدمة هذا الكتاب وقد بذل جهده بمحبة وإخلاص فجزاه الله خيراً ونفع به المسلمين۔

مذکورہ بالا کتابیں اس فن میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اس لئے قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا

گیا۔

ان مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اسمائے رجال سے حلق اور بھی بہت ساری کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، جن کی اجمالی فہرست حسب ذیل ہے۔

(الف) کتب مختات : یعنی وہ کتابیں جو صرف فقہ راویوں کے حالات سے بحث کرتی ہیں۔

(۱) الثقات : عجل ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح کوئی (م ۲۶۴) اس کتاب کا تفصیلی تعارف ماقبل میں ہو چکا ہے۔

(۲) الثقات : ابن حبان ابو حاتم محمد بن حبان البستی (م ۳۵۴)

اس کتاب کا تفصیلی تعارف ماقبل میں گزر گیا۔

(۳) مشاہیر علماء الامصار : ابن حبان (م ۳۵۴)

(۴) تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم : ابن شاکب ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان

بغدادی (م ۳۸۵)

(۵) المعجم المشتمل علی ذکر اسماء شیوخ الائمة النبیل : ابن عساکر ابو القاسم علی بن

الحسن بن ہبہ اللہ دمشقی (م ۵۷۱)

(۶) صفة الصفوة : ابن الجوزی ابو القریح عبد الرحمن بن علی بن محمد بغدادی (م ۵۹۷)

(۷) تذکرة الحفاظ : امام ذہبی (م ۷۴۸)

(۸) طبقات الحفاظ : امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱)

(ب) کتب ضعفا : یعنی وہ کتابیں جو صرف ضعیف یا حکم فیہ راویوں کے تراجم کو بیان کرتی ہیں۔

(۱) الضعفاء الصغیر : امام بخاری (م ۲۵۶)

(۲) الضعفاء الکبیر : امام بخاری (م ۲۵۶)

(۳) احوال الرجال : جوزجانی ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق (م ۲۵۹)

(۴) الضعفاء المعتبرون : ابو زرہ عبید اللہ بن عبد الکریم رازی (م ۲۶۳)

(۵) الضعفاء والمثرو کون: امام نسائی (م: ۳۰۳)
 (۶) الضعفاء الکبیر: عقیلی ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی (م: ۳۲۲) اس کتاب کا تفصیلی
 تعارف ماقبل میں ہو چکا ہے۔

(۷) الضعفاء والمثرو کون: دارقطنی علی بن عمر (م: ۳۸۵)
 (۸) معرفة المجروحین من المحدثین والضعفاء والمثرو کون: ابن حبان (م: ۳۵۳)
 اس کتاب کا تفصیلی تعارف ماقبل میں ہو چکا ہے۔
 (۹) الکامل فی ضعف الرجال: ابن عدی الیاحمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ
 البجرجانی (م: ۳۶۵) اس کتاب کا تفصیلی تعارف ماقبل میں ہو چکا ہے۔

(۱۰) المدخل الی الصحیح: حاکم (م: ۴۰۵)
 (۱۱) الضعفاء والمثرو کون: ابن الجوزی (م: ۵۹۷)
 (۱۲) میزان الاعتدال: ذہبی (م: ۷۴۸) تفصیلی تعارف گزر چکا ہے۔
 (۱۳) دیوان الضعفاء: ذہبی (م: ۷۴۸)
 (۱۴) المغنی فی الضعفاء: ذہبی (م: ۷۴۸)
 (۱۵) لسان المیزان: ابن حجر (م: ۸۵۲) تفصیلی تعارف گزر چکا ہے۔
 (۱۶) کشف الاحوال فی نقد الرجال: عبدالوہاب بن مولوی محمد غوث ہندی

(ت) کتب مدلسین:

ان رواد کو جن پر تدلیس کا عیب لگا ہوا ہے، اہل علم نے متفرق کتابوں میں ان کے نام جمع
 کر دیے ہیں، ان میں سے کچھ کتابیں:

(۱) التبیین فی اسماء المدلسین: سیوط ابن الحجی ابراہیم بن محمد بن خلیل الخلیلی (م: ۸۳۱)

(۲) تعریف اهل التقديس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

(م: ۸۵۴)

(۳) اسماء المندلسین: جلال الدین سیوطی^{رحمہ اللہ} (م: ۹۱۴)

(۴) اسماء المندلسین: جو جامع التحصیل فی احکام المراسیل کے ساتھ ملحق ہے، علائی

(م: ۷۶۱)

(۵) اتحاف ذوی الرسوخ بمن رمی بالتدلیس من الشیوخ: حماد بن محمد بن محمد بن حنہ

انصاری (م: ۱۴۱۸)

(ج) کتب مختلطین

وہ روات جو ابتدائی دور میں ثقہ تھے لیکن زندگی کے آخری دور میں یا کسی وقت کسی وجہ سے ان کا حافظہ کمزور یا خراب ہو گیا تھا، ایسے روات کے اسما کو اہل علم نے متفرد کتابوں میں جمع کر دیا ہے، ان میں سے کچھ کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الاغیباط بمن رمی بالاختلاط: سبط ابن العجمی (م: ۸۴۱)

(۲) الکواکب النیرات فیمن رمی بالاختلاط من الرواة الثقات: ابن کمال برکات ابن

احمد ابن محمد بن یوسف دمشقی (م: ۹۲۹)

(و) مرسل روایت کرنے والوں پر کتابیں:

(۱) المراسیل: ابن ابی حاتم رازی (م: ۳۲۷)

(۲) جامع التحصیل فی احکام المراسیل: حافظ صلاح الدین علائی (م: ۷۶۴)

مراسیل پر بعض کتابیں ایسی ہیں جن میں صرف مرسل روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے

"مراسیل امام ابو داؤد" لیکن وہ اس موضوع سے خارج ہے، یہاں وہ کتابیں موضوع بحث ہیں جن میں مرسل روایت کرنے والوں کے نام درج ہے، مذکورہ دونوں کتابیں مرسلین کے ساتھ ساتھ مختلطین پر بھی مشتمل ہیں۔

(۵) کتب طبقات و ضعفا

یعنی وہ کتابیں جو ثقہ یا ضعیف کی قید سے آزاد ہو کر مطلق رجال کے تراجم بیان کرتی ہیں، ان کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) کتب طبقات

ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں راویوں کو ان کے احوال و واقعات، روایتوں یا خاص صفات (جیسے سبقت الی الاسلام، سبقت الی الکھرہ یا غزوات میں حاضری) کے اعتبار سے طبقہ در طبقہ مؤلف کے زمانہ تک ذکر کیا جائے، اور صحابہ کے بعد والے رواد یعنی تابعین، اتباع تابعین وغیرہ کو ان کے تقارب من یا اسانہ حدیث کے اعتبار سے طبقہ در طبقہ ذکر کیا جائے۔

ان کتابوں کی وجہ سے حدیث کی سند میں موجود ارسال، انقطاع، محض، تدلیس اور تشابہ اسما کے درمیان تمیز وغیرہ جیسے اہم امور کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔
کچھ اہم کتابیں۔۔۔۔۔

(۱) الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد بصری (م: ۲۳۰)

اس کتاب کا تفصیلی تعارف ما قبل میں ہو چکا ہے۔

(۲) طبقات خلیفہ بن خیاط: ابو عمرو بصری (م: ۲۴۰)

(۳) طبقات: مسلم بن الحجاج نیشاپوری (م: ۲۶۱)

(۴) المنتخب من ذیل المذیل من تاریخ الصحابة والتابعین - ابن جریر طبری

(م: ۳۱۰)

(۵) المتقی من کتاب الطبقات: ابو عمرو بہا الحسین بن محمد حرانی (م: ۳۱۸)

(۶) مختصر فی طبقات علماء الحدیث: ابن عبد الہادی محمد بن احمد بن عبد الہادی مقدسی

جنلی (م: ۷۴۴)

(۷) سیر احلام النبلاء : امام ذہبی (م: ۷۴۸)

ان کتابوں کے علاوہ مخصوص مقامات سے متصف لوگوں کو بھی کتب طبقات میں الگ الگ جمع کیا جانے لگا، مثلاً طبقات قراء، طبقات فقہاء، طبقات صوفیہ، طبقات شعراء، طبقات اطباء، طبقات ادباء، طبقات حجازیہ وغیرہ

غیر فقہاء کو مذاہب کے اعتبار سے الگ الگ طبقات میں شامل کر کے کتابیں تالیف کی گئی مثلاً

(۱) طبقات الشافعیہ الکبریٰ : امام سبکی (م: ۷۷۱)

(۲) طبقات الحنابلہ : قاضی ابوالحسن محمد بن ابی یحییٰ (م: ۵۲۶)

(۳) الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة : ابو محمد عبدالقادر بن ابوالوفا محمد بن محمد بن نصر

قریشی مصری

(۴) الدیاج المذهب فی معرفة اعیان علماء المذهب : (طبقات مالکیہ) ابن فرحون

مالکی (م: ۷۹۹)

(۲) کتب تاریخ :

کتب رجال کے ابتدائی تالیفی دور ہی سے محدثین نے اپنی ان کتابوں کو خالص راویان حدیث کے حالات بیان کرنے کے لئے تالیف کی قسمیں ان کا تاریخ" سے موسوم کیا تھا، چنانچہ امام علی بن عبداللہ مدنی نے اپنی خالص رجال کی کتاب کو "التاریخ" کے نام سے موسوم کیا۔ اسی طرح یحییٰ بن معین کی کتاب کا نام "التاریخ" رکھا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی تینوں کتابوں التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر کو تاریخ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

کتب تواریخ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ کتابیں جن میں صرف راویان حدیث کے بارے میں تفصیلی معلومات یا مختصر معلومات ہوتی ہے، دیگر حالات، واقعات، عالم قلم کا نہیں پائے جاتے، چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) التاريخ: ابو زكريا يحيى بن معين بغدادى (م: ۲۳۳)

(۲) التاريخ: خليفة بن خياط (م: ۲۴۰)

(۳) التاريخ الكبير: امام بخارىؒ (م: ۲۵۶)

اس کتاب کا تفصیلی تعارف ماقبل میں ہو چکا ہے۔

(۴) التاريخ الاوسط: امام بخارىؒ (م: ۲۵۶)

(۵) التاريخ الصغير: امام بخارىؒ (م: ۲۵۶)

(۶) التاريخ الكبير: ابن ابوشيثمة ابو بکر احمد بن ابی شيثمة (م: ۲۷۹)

(۷) التاريخ: ابو زرہ عبدالرحمن بن عمرو (م: ۲۸۱)

(۲) دوسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جن میں حالات و واقعات زمانہ اور علمائے محدثین دونوں کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن حادثات و واقعات کی جانب توجہ کم دی گئی ہے، راویان حدیث و محدثین کے حالات بیان کرنے اور ان کے ذکر خیر پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اس طرح کی کتابیں رجال حدیث کی معلومات کے لئے کافی مفید ہوتی ہیں، اس طرح کی کتابوں میں تین کتابیں کافی اہم ہیں۔

(۱) المنتظم فی تاریخ الملوک والامم: ابن جوزی (م: ۵۹۷)

(۲) البدایہ والنہایہ: ابن کثیرؒ (م: ۷۷۴)

(۳) تاریخ الاسلام: امام ذہبیؒ (م: ۷۴۸)

(۳) تیسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جن میں مختلف زمانہ کے حالات و واقعات اور حوادث ، ملوک و سلاطین ، امراء و وزراء کا ذکر تفصیل سے ہوتا ہے ، ان میں مشہور محدثین اور راویان حدیث کا تذکرہ شاذ و نادر اور ضمیمہ ہوتا ہے، جن میں ان کے بارے میں کوئی خاص معلومات فراہم نہیں کی جاتی ، صرف سن وفات کی جانب اشارہ ہوتا ہے ، لہذا اس طرح کی کتابوں سے راویان حدیث ، ائمہ جرح و تعدیل ، فقہاء و محدثین کی معرفت میں کوئی خاص مدد نہیں ملتی ، اس طرح کی کتابوں میں دو کتابیں کافی مشہور

ومعروف اور متداول ہیں۔

(۱) تاریخ الامم والملوک: ابن جریر طبری (م: ۳۱۰)

(۲) الکامل فی التاریخ: ابن اثیر جزیری (م: ۶۰۴)

(۳) تواریخ بلاد مخصوصہ

یعنی مخصوص شہر یا خطہ کے رجال کی تاریخ سے متعلق کتب۔

(۱) فتوح مصر و اخبارها: عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالحکم (م: ۲۵۷)

(۲) تاریخ واسطہ: ابوالحسن اسلم بن سہل محفل (م: ۲۸۸)

(۳) مختصر طبقات علماء افریقہ و تونس: ابوالعرب محمد بن احمد بن قسیم قیراوانی

(م: ۳۳۳) اور مختصر ابوعمر احمد بن محمد طلمنکی (م: ۳۲۹) کی ہے۔

(۴) تاریخ الرقة: محمد بن سعید قشیری (م: ۳۳۳)

(۵) تاریخ مصر: ابوسعید عبدالرحمن بن احمد بن یونس مصری (م: ۳۳۷)

(۶) طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا: ابوالشیخ اصہبانی (م: ۳۶۹)

(۷) تاریخ داربہ: ابوعبداللہ عبدالجبار بن عبداللہ خولانی دارانی (م: ۳۷۰)

(۸) تاریخ علماء اندلس: ابن القرظی ابوالولید عبداللہ بن محمد بن یوسف (م: ۴۰۳)

(۹) تاریخ نيسابور: ابوعبداللہ حاکم (م: ۴۰۵)

(۱۰) تاریخ علماء مصر: ابن الطحان ابوالقاسم محمد بن علی بن محمد حضرمی (م: ۴۱۶)

(۱۱) تاریخ جرجان: ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السجی (م: ۴۲۷)

(۱۲) ذکر اخبار اصبہان: ابونعیم الاصبہانی (م: ۴۳۰)

(۱۳) تاریخ بغداد: خطیب بغدادی (م: ۴۶۳)

(۱۴) تاریخ بیہقی: علی بن زید ظہیر الدین بیہقی (م: ۵۶۵)

(۱۵) تاریخ دمشق: ابن عساکر (م: ۵۷۱)

(۱۶) الصلة فی تاریخ ائمة الاندلس وعلماہم ومعدنیہم وفقہاہم وادباہم :

ابوالقاسم خلف بن عبد الملك بن یحکوال (م: ۵۷۸)

(۱۷) المقفی فی تراجم اهل مصر والواردین علیہا۔ ثقی الدین احمد بن علی المتحریری

(م: ۸۵۲)

(۱۸) النجوم الزاهرة فی اخبار ملوک مصر والقاهرة: ابن تغری بردی ابوالحسن یوسف

بن تغری بردی (م: ۸۷۳)

(۱۹) حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة: جلال الدین سیوطی (م: ۹۱۱)

(۲) کتب کنی واسما

بہت سے راویان حدیث اپنی کنیت سے مشہور ہوتے ہیں، ان کی معرفت کے لئے محدثین نے
مخصوص کتابیں تیار کی ہیں، انھیں کتابوں کو کتب الکنی یا کتب الاسماء والکنی کہا جاتا ہے، اس طرح کی کتابوں
میں صرف ان ہی راویوں کا ذکر ہوتا ہے، جو صاحب کنیت ہوتے ہیں۔ کچھ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) الکنی: امام بخاریؒ (م: ۲۵۶)

(۲) الکنی والاسماء: امام مسلمؒ (م: ۲۶۱)

(۳) اسماء المحدثین وكناهم: ابو عبد اللہ محمد بن احمد المقدسی (م: ۳۰۱)

(۴) الکنی والاسماء: ابو بشر دولابی (م: ۳۱۶)

(۵) اسامی من يعرف بالکنی: ابن حبان (م: ۳۵۳)

(۶) من وافقت کتبتہ زوجہ من الصحابة رضی اللہ عنہم: ابوالحسن محمد بن عبد اللہ بن زکریا بن

حبیب (م: ۳۶۶)

(۷) تسمية من وافق اسمه اسم ابيه من الصحابة والتابعين ومن بعدهم:

ابوالفتح محمد بن الحسین الازدی (م: ۳۶۷)

(۸) الکنی: ابوالاحمد حاکم الکبیر (م: ۳۷۸)

(۹) فتح الباب فی الکنی واللقاب: ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ

اسپہانی (م: ۳۹۶)

(۱۰) الاستغناء فی معرفة المشہورین من حملة العلم بالکنی: ابن عبد البر (م: ۴۶۳)

(۱۱) الاسامی والکنی: امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱)

(۱۲) الکنی: امام نسائی (م: ۳۰۳)

(۱۳) کنی من يعرف بالاسماء: ابن حبان (م: ۳۵۴)

(۱۴) اسماء من يعرف بکنیتہ من اصحاب رسول اللہ ﷺ ابن حبان (م: ۳۵۴)

(۱۵) الکنی لمن لا يعرف له اسم من اصحاب رسول اللہ ﷺ ابن حبان (م: ۳۵۴)

(۱۶) المعتنی فی سرد الکنی: امام ذہبی (م: ۷۴۸)

(۵) کتب القاب :

راویان حدیث کی معرفت، ان کی شخصیت کی تعیین نیز معرفت احوال کے لئے علماء محدثین و مؤرخین نے مختلف قسم کی جو کتابیں تالیف کی ہیں، ان میں کتب القاب ایک نمایاں قسم ہے، ان کتابوں میں لقب سے مشہور راویان حدیث نیز دیگر علماء و محدثین کے ناموں کی وضاحت، شخصیت کے تعین اور حسب معلومات اسباب لقب کا ذکر ہوتا ہے، کتابوں میں بعض دیگر حالات زندگی اور بحیثیت جرح و تعدیل نقاد کے اقوال و غیرہ کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے، جس سے ان راویان کی معرفت ہآسانی ہو جاتی ہے، ان کے جرائم و حالات زندگی کتب رجال و کتب جرح و تعدیل میں تفصیل سے مذکور ہوتی ہے، پھر بھی صرف ان پر اکتفا نہ کرتے ہوئے بحیثیت فن ان کو جدا کتابوں میں جمع کر دیا گیا ہے، اس فن یعنی معرفت القاب کے چند اہم قاعدے ہیں۔

(۱) اس کی معرفت سے افراد میں جو تشابہ ہونے کا امکان ہے اس سے محفوظ رہا جاتا ہے، اس لئے کہ ایک شخص کبھی لقب سے اور کبھی نام سے مشہور ہوتا ہے، اس کی معرفت سے دو اشخاص ہونے کا شبہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) راوی کے اصل نام و لقب میں فرق معلوم ہو جاتا ہے، جو اس کو نہیں جانتا، وہ نام کو لقب اور لقب کو نام سمجھ سکتا ہے۔ (تدریب الراوی اور ۲۵۳، مقدمہ ابن الصلاح: ص ۳۳۶)

(۳) اگر اتفاق سے راوی کسی سند میں اپنے نام و لقب دونوں سے ملے کو رہو تو پڑھنے والا سمجھ بیٹھے گا کہ درمیان سے "عن" ساقط ہو گیا ہے۔

(۴) ایک فاسدہ پہ بھی ہے کہ القاب کی معرفت سے کبھی کبھی سبب لقب بھی معلوم ہوتا ہے، جس کے معلوم ہونے سے ملقب بہ کا غیر ظاہر مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً معاویہ بن عبدالکریم کا لقب "خال" ہے، اس لقب کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ دینی اعتبار سے گمراہ تھے بلکہ یہ مکہ جاتے وقت راستہ بھٹک گئے تھے، اسی گم شدگی میں وفات ہو گئی، وہیں سے خال ان کا لقب پڑ گیا، اسی طرح عبداللہ بن محمد بن یحییٰ طرسوی کا لقب "ضعیف" ہے، اس لقب کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف تھے بلکہ یہ جسمانی اعتبار سے ضعیف تھے، انھیں دونوں کے بارے میں حافظ عبدالغنی بن سعید نے فرمایا تھا،

رجلان جلیلان لزمهما لقبان قبیحان معاویہ بن عبدالکریم الضال وانما ضل فی طریق مکة و عبداللہ بن محمد الضعیف کان ضعیفا فی جسمه لافى حدیثه (مقدمہ ابن الصلاح: ۳۳۶)

تالیفات

القاب کے سلسلہ میں محدثین نے بہت مفید کتابیں تالیف کی ہیں، کچھ کتابیں خالص القاب میں اور کچھ کنیت کے ساتھ اور کچھ اسما کے ساتھ مشترک ہیں، ان کتابوں میں سے جو القاب سے متعلق ہیں، ان میں سے اکثر دو مشترک کتابیں غیر مطبوع ہیں۔ بعض کے وجود کا پتہ بھی نہیں، صرف ان کا ذکر

کتابوں میں ملتا ہے، اس فن میں تالیف شدہ اہم کتابوں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) الالقب والکنی: علامہ ابو بکر شیرازی احمد بن عبدالرحمن (الرسالہ) (م: ۴۱۱)
 - (۲) مختصر القاب: حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر القدسی (م: ۵۰۷)
 - (۳) ذات القاب فی الالقب: احمد بن عثمان حافظ ذہبی (م: ۷۴۸)
 - (۴) نزہۃ الالباب فی الالقب: حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)
 - (۵) فتح الوہاب فی من اشتهر من المحدثین بالالقاب: حماد بن محمد انصاری (م: ۱۳۱۸)
- (مطبوع)

- (۶) مجمع الاداب فی معجم الالقاب احمد الرزاق احمد الطوطی (م: ۷۳۳)
- (۷) فتح الباب فی الکنی والالقاب: امام ابو عبد اللہ حاکم (م: ۴۰۵)
- (۸) منتهی الکمال فی معرفۃ القاب الرجال: ابو الفضل ابن الفلکی علی بن الحسین (م: ۳۲۸)

- (۹) کشف القاب عن الاسماء والالقاب: حافظ ابن الجوزی (م: ۵۹۷)
- (۱۰) کشف القاب عن الالقاب: حافظ جلال الدین سیوطی (م: ۹۱۱)

(۶) کتب انساب

فن انساب اس فن کو کہتے ہیں جس میں قبیلوں کے بنیادی اور فردی افراد نیز ان سے متفرع ہونے والے ذیلی قبائل کا بیان ہو، اسی طرح سے لفظی نسبوں کی جمع و تریب، ضبط اور معنی کو بھی فن انساب کہا جاتا ہے۔ (الانساب مقدمہ)

محدثین کرام حسب و نسب کی معرفت کا بہت اہتمام کرتے تھے، اس سے راویوں کی تعیین میں آسانی ہوتی تھی، تصویف و تحریف کی غلطیوں سے حفاظت ہوتی تھی اور محدثین اس فن کے ذریعہ لطائف اسناد کا استنباط کرتے تھے، مثلاً کسی سہ کے بارے میں کہتے تھے کہ اس کے سب راوی ہاشمی ہیں یا قریشی

ہیں یا یہ روایت بصری ہے یا مدنی وغیرہ۔ (معرفۃ علوم الحدیث)

اہل عرب اپنے آپ کو قبیلوں کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس کی معرفت رکھتے تھے، ان کے برخلاف عجم میں حسب و نسب کی معرفت کا وہ رواج نہ تھا، لہذا یہ لوگ اپنے آپ کو قبیلہ کے بجائے ملک، وطن، محلہ، پیشہ، صنعت و حرفت، مذہب وغیرہ کی جانب منسوب کرتے تھے اور اس طرح انساب کی بڑی کثرت ہو گئی بلکہ اسی کا غلبہ ہو گیا۔ (جرح و تعدیل: ص ۵۲۷، بحوالہ کشف الظنون: ۱/ ۱۷۸)

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات قبیلہ، جد اعلیٰ، جد ادنیٰ، وطن، صنعت، مذہب وغیرہ کی جانب نسبت کرتے ہیں، جو خاص و عام ہر ایک کے لئے غیر معروف ہوتے تھے، جس کی بنا پر اس میں تصحیف و تحریف اور بے حد غلطیاں ہوتی تھیں، لہذا ایک تالیف کا خیال پیدا ہوا۔ (اللباب فی تہذیب الانساب: ۱/ ۷)

چنانچہ محدثین نے تصحیف و تحریف سے بچنے کے لئے اس کو ایک مستقل فن کی حیثیت دے دی اور اس کی معرفت میں بڑی توجہ اور دلچسپی دکھائی، بڑے بڑے ماہرین انساب اور مؤلفین انساب پیدا ہوئے۔

اس فن کو بھی جرح و تعدیل سے گہرا تعلق ہے، اس لئے کہ اس فن کی کتابوں میں راویان حدیث کے مکمل تراجم بھی پائے جاتے ہیں، جن پر بحیثیت جرح و تعدیل حکم بھی رہتا ہے، نیز بعض راویان حدیث ایسے بھی ہیں جو نسبت سے زیادہ مشہور ہیں حتیٰ کہ کبھی کبھی وہی نسبت نام کی جگہ لے لیتی ہے، لہذا ان کا جاننا بھی ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً اوزاعی، شافعی وغیرہ۔

کچھ اہم کتابیں حسب ذیل ہیں

(۱) الانساب: عبد الکریم بن محمد بن منصور سمعانی (م: ۵۶۳)

(۲) اللباب فی تہذیب الانساب: ابن اثیر جزیری (م: ۶۳۰)

(۳) اقتباس الانوار والشماس الازہار فی انساب الصحابة ورواة الآثار:

ابو محمد عبداللہ بن علی بن عبداللہ شاطی (م: ۵۴۲)

(۳) قبس الانوار تلخیص اقتباس الانوار : ابوالفدا اسماعیل بن ابراہیم بن محمد

البعلبسی۔ (م: ۷۲۸)

(۵) لب الالباب فی تحریر الانساب جلال الدین سیوطی (م: ۹۱۱)

(۶) النسبة الى المواضع والبلدان ابو محمد عبداللہ الطیب بن عبداللہ بن احمد (م: ۹۳۷)

(۷) کتب وفيات

معرفت وفيات کی اہمیت

راویان حدیث کی تاریخ پیدائش اور وفات کا جاننا ناقد حدیث کے لئے انتہائی ضروری ہے، اس ضرورت کے پیش نظر محدثین نے اس کو اصول حدیث کے علوم میں سے ایک علم شمار کیا ہے اور اس کی معرفت کی جانب توجہ دلائی ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ تاریخ پیدائش اور وفات کی معرفت انتہائی اہم فن ہے۔ اس کی معرفت سے حدیث کے اختطاع و اتصال کا پتہ چلتا ہے، بعض افراد نے کچھ ایسے لوگوں سے روایت کرنے کا دعویٰ کیا کہ جب ان کی تاریخ پیدائش و وفات دیکھی گئی تو پتہ چلا کہ یہ دعویٰ غلط ہے۔ (تدریب الراوی ۲/ ۳۰۴) یعنی اس کی معرفت سے دروغ گوئی کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن عیاش نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ آپ نے خالد بن معدان سے کس سن میں روایت کیا ہے، اس نے کھلا جواب دیا، ابن عیاش نے فرمایا یعنی ان کی وفات کے سات سال بعد تم نے ان سے روایت کیا ہے؟ اس لئے کہ ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہو گئی ہے، ایسے ہی محمد بن حاتمؒ کسی نے عہد بن حمید سے روایت کا دعویٰ کیا تو امام حاکم نے ان سے سوال کیا کہ آپ کی پیدائش کس سن میں ہے؟ اس نے کہا ۲۶ھ میں، امام حاکم نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے ان کی وفات کے ۱۲ سال بعد ان سے روایت کیا، اس لئے کہ ان کا انتقال ۳۸ھ میں ہی ہو گیا تھا۔ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب راویوں نے دروغ گوئی کی تو ہم نے ان کے لئے تاریخ

کا احتمال کیا۔ (تدریب الراوی: ۲/ ۳۰۴)

اس لئے رجال کی کتابوں میں تاریخ پیدا کیں اور خاص طور سے تاریخ وفات کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی اہتمام کا نتیجہ ہے کہ علمائے راویوں کی تاریخ کی معرفت کے لئے مخصوص کتابیں تالیف کی ہیں، جن کو ”کتب وفيات“ کہا جاتا ہے۔ جو کتب رجال حدیث کی ایک قسم ہے۔ ان کتابوں میں تاریخ وفات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر معلومات بھی تحریر کر دی جاتی ہے۔ ابتدا میں یہ کتابیں صرف راویان حدیث کے لئے تحریر کی گئی تھیں لیکن بعد میں ان میں وسعت دے دی گئی اور اس میں دیگر افراد مثلاً علماء، ادباء، شعراء، امراء وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا۔ بعد میں تحریر کی گئی کتابیں زیادہ تر اسی طرح کی ہیں۔

کچھ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں

(۱) الوفيات: ابوالحسن عبدالہادی بن قانع بن مرزوق (م: ۳۵۱)

(۲) تاریخ موالید الرواة ووفیاتہم: حافظ ابوسلمان محمد بن عبداللہ بن احمد بن زبر الریعی

دمشقی (م: ۳۷۹)

(۳) الذیل علی کتاب ابن زبر: ابو محمد عبدالعزیز بن احمد بن محمد کتانی (م: ۴۶۶)

(۴) وفیات المصریین: ابواسحاق ابراہیم بن سعید عبداللہ حمال (م: ۴۸۴)

(۵) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان: ابن خلکان احمد بن محمد بن ابراہیم (م: ۶۸۱)

(۶) دول الاسلام: امام ذہبیؒ (م: ۷۴۸)

(۷) العبر فی خبر من غیر: امام ذہبیؒ (م: ۷۴۸)

(۸) فوات الوفيات: محمد بن شاكر بن احمد بن عبدالرحمن دمشقی (م: ۷۶۳)

(۹) الوافی بالوفیات: صفدی خلیل بن ابیک بن عبداللہ دمشقی (م: ۷۶۳)

(۱۰) البدایة والنهاية: ابن کثیر (م: ۷۷۴)

(۱۱) التبیان بشرح بدیعة التبیان عن موت الاعیان:

ابن ناصر الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر عبد اللہ بن محمد بن احمد (م: ۸۴۲)
 (۱۲) درة الحجال فی اسماء الرجال ذیل وفيات الاعیان لابن خلکان :
 احمد بن محمد بن محمد بن احمد بن علی بن عبد الرحمن بن ابی العافیہ المکناسی (م: ۱۰۲۵)
 (۱۳) شذرات الذهب فی اخبار من ذهب : ابن العماد عبد الحی بن احمد بن محمد
 حنبلی (م: ۱۰۳۲)

(۱۴) جامع الوفيات : ابو محمد حمزة اللہ بن احمد کفانی (م: ۵۲۲)
 (۱۵) الوفيات : ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم سرخسی ہروی (م: ۴۲۹)
 (۱۶) الوفيات : ابو القاسم عبد الرحمن بن منہ (م: ۴۷۰)
 (۱۷) در السحابة فی وفيات الصحابة : امام صافانی (م: ۶۵۰)
 (۱۸) وفيات النقلة : ابو الحسن علی بن مفضل مقدسی (م: ۶۱۲)
 (۱۹) التكملة لوفيات النقلة : حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری (م: ۶۵۶)
 (۲۰) صلة التكملة لوفيات النقلة : عزالدین احمد بن محمد بن عبد الرحمن حسینی (م: ۶۹۵)

(۸) کتب بلدان

ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں ایک شہر یا مختلف شہروں کے مقامات، وہاں کی آب و ہوا، حدود
 اربعہ، مشہور صنعت، امراء، سلاطین، فہروں، پہاڑوں، راستوں وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔
 اس فن میں جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں، ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جن میں صرف بلدان
 ومقامات سے متعلق عام معلومات درج ہوئی ہیں، لیکن کچھ ایسی بھی ہیں، جن میں ان معلومات کے علاوہ
 وہاں کے مشہور ائمہ و محدثین، اہل علم اور راویان حدیث کے متعلق بھی معلومات درج ہیں۔
 چند اہم کتابیں حسب ذیل ہیں

(۱) المسالك والممالك: ابو حنیفہ اللہ بکری (م: ۴۸۷)

(۲) معجم ما استعجم: ابو حنیفہ اللہ بکری (م: ۴۸۷)

(۳) مسالك الابصار فی الاقطار والامصار: شہاب بن فضل (م: ۷۴۹)

(۴) فوح البلدان: احمد بن یحییٰ بلاذری (م: ۲۷۹)

(۵) معجم البلدان: یاقوت حموی (م: ۶۲۶)

آخر الذکر کتاب (معجم البلدان) میں راویان و مشہور اہل علم کے بارے میں بڑی اچھی معلومات موجود ہے، ایک محدث اور حدیث کے طالب علم کے لئے اس فن کی کتابوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور سے یہ کتاب راویوں کے مقامات اور ان کے صحیح تلفظ کے بارے میں کافی مفید اور جامع کتاب ہے، جس سے راویوں کی نسبت میں قصیص کا امکان ختم ہو جاتا ہے اور وہاں کے مزاج، ماحول اور اسباب مروت کی واقفیت حاصل ہوتی ہے، جس سے وہاں کا باشمعہ راوی متاثر رہتا ہے، لہذا راوی پر حکم لگانے اور اس کو سمجھنے کے لئے اس کتاب سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔

(۹) کتب سوالات

راویوں کے بارے میں بہت سی بنیادی معلومات سوال و جواب کے ذریعہ جمع کی گئی ہیں، اس فن سے دلچسپی رکھنے والے طالبان علوم نبوت بڑے بڑے ائمہ و نقاد فن سے روات کے بارے میں سوالات کرتے تھے وہ حضرات انہیں جواب دیتے تھے سوال کرنے والے حضرات ان جوابات کو یاد کر لیتے تھے اور جس کی مرضی ہوتی اسے تحریر کر لیتے تھے اور انہیں کتابی شکل میں ترمیم دیتے تھے یا بغیر ترمیم کے تحریر کر لیتے تھے یہ ترمیم سائل کے اپنے ذوق و مزاج کے مطابق ہوا کرتی تھی یا آسان تر کرنے کے لئے کسی خاص ترمیم پر مرتب کر لی جاتی تھی، انہیں کتابوں کو کتب الاسئلہ کہا جاتا ہے یہ کتابیں اس فن کی انتہائی بنیادی کتابیں ہیں اور ان کی معلومات انتہائی دقیق ہوا کرتی ہیں اس لیے ان

کتابوں کی بڑی اہمیت ہے اور یہ بقامت کثیر اور بقیمت بہتر کی مصداق ہے۔

☆ چند اہم کتابیں

- (۱) سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نعلی بن المدینی فی الجرح والتعديل
- (۲) سوالات حمزہ بن یوسف السہمی للدارقطنی و غیرہ من الشایخ فی الجرح

والتعديل

- (۳) سوالات البرقانی للدارقطنی فی الجرح والتعديل
- (۴) سوالات ابو عبیدہ الاجری ابا داؤد السجستانی فی الجرح والتعديل
- (۵) سوالات الحاکم للدارقطنی من مشایخ العراق

(۱۰) کتب تراجم صحابہؓ

سند متین حدیث پر حکم لگانے کے لئے جن کتابوں کی مراجعت کی ضرورت درپیش ہوتی ہے ان میں کتب تراجم صحابہؓ کو بڑی اہمیت حاصل ہیں، اس لئے کہ صحابیت اور عدم صحابیت کا علم ہو جانے کے بعد حدیث پر مرسل یا موصول ہونے کا حکم باسانی لگایا جاسکتا ہے۔ یوں تو صحابہ کرامؓ کی سیرت ان کے حالات و واقعات اور ان کے بارے میں مکمل معلومات عام طور سے ان ساری کتابوں میں دستیاب ہیں جو راویان حدیث کے حالات معلوم کرنے کے لئے تحریر کی گئی ہیں مثلاً کتب طبقات، کتب ثقات، کتب بلدان، کتب تواریخ، کتب القاب و انساب، کتب ضبط اسمائے رجال وغیرہ۔ لیکن صرف ان کتابوں پر اکتفاء کرتے ہوئے ان کے بارے میں مخصوص متنوع کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔

☆ چند اہم کتابیں:

- (۱) تسمية اولاد العشرة وغيرهم من الصحابة: علی بن مدینی (م: ۲۳۴)
- (۲) لاحاد والمثنائی: ابن ابی حاتم (م: ۲۸۷)

(۳) معجم الصحابة: ابن قانع (م : ۳۵۱)

(۴) اسماء الصحابة: ابن طبری (م : ۳۶۵)

(۵) معرفة الصحابة: ابن منذر (م : ۳۹۵)

(۶) معرفة الصحابة: أبو نعیم (م : ۴۳۰)

(۷) الاستيعاب فی معرفة الاصحاب: ابن عبد البر (م : ۴۶۳)

(۸) اسد الغابة فی معرفة الصحابة: ابن الاثیر (م : ۶۳۰)

(۹) تجرید اسماء الصحابة: ذہبی (م : ۷۴۸)

(۱۰) الاصابة فی تمییز الصحابة: ابن حجر (م : ۸۵۲)

سند و حدیث پر حکم لگانے کے لئے باحث کو مذکورہ بالا مجموع اقسام کی کتابوں کی حسب ضرورت

مراجعت کرنی چاہیے۔

باب چہارم سند و حدیث پر حکم لگانے کا طریقہ کار

سند و حدیث پر حکم لگانے کی حقیقت

سند و حدیث پر حکم لگانے کا مطلب یہ ہے کہ سلسلہ سند کے تمام رجال کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے یا اس طور کہ کتب رجال کی مدد سے ہر ایک کے متعلق یہ معلوم کیا جائے کہ وہ ثقہ ہے یا ضعیف؟ پھر اس کے ضعیف یا ثقہ کہے جانے کی کیا بنیاد ہے؟ راوی کا اس شخص سے جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے سماع یا ثقافت ہے یا نہیں جس کی بنا پر سند کے اتصال و انقطاع کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ اطمینان کر لیا جائے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی راوی مدلس ہو اور متعدد کے ساتھ روایت کر رہا ہے، یا سرے سے اس نے اپنے مروی حد کا زمانہ پایا ہی نہیں اور ڈھٹائی کی ساتھ ساتھ سماع سے روایت کر رہا ہے، یہ بات راویوں کی تاریخ ولادت و وفات جاننے سے حاصل ہو سکتی ہے، یا علمائے جرح و تعدیل کی تصریحات سے کہ فلاں راوی نے فلاں راوی سے حدیث سنی ہے یا نہیں سنی ہے۔

اسی طرح فقہ حدیث کے ماہرین جو اسانید و متون کے حلقوں سے واقف ہوتے ہیں (اور ان حلقوں کا ادراک ہر محدث کے بس میں نہیں ہوتا) ان کی کتابوں کا دمکت و گہرائی سے مطالعہ کر کے یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ حدیث کسی باطنی علت یا شذوذ کا شکار نہیں ہے۔

ثقہ اسناد کی ضرورت کن احادیث میں ہے؟

ثقہ اسناد کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ بنیادی طور سے ذخیرۃ احادیث میں دو طرح کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) وہ احادیث جو ثقہ و نظر کے مرحلہ سے گزر چکی ہیں اور ائمہ محدثین کی جانب سے ان کی صحت و ثبوت یا

عدم ثبوت کا فیصلہ صراحتاً یا دلالتاً ہو چکا ہے۔

(۲) وہ احادیث جن کے متعلق ائمہ حدیث کی جانب سے کوئی تصریح، یا دلالت نہیں پائی جاتی جس سے معلوم ہو کہ صحت و ضعف کے اعتبار سے ان کا کیا درجہ ہے؟

اس دوسری قسم کی اسانید جیسا کہ فقہ و نظر کی محتاج ہیں، محدثین کے مسلمہ اصولوں پر ان کو پرکھنے کے بعد ہی ان کے ثبوت یا عدم ثبوت کی بات کہی جاسکتی ہے۔

جہاں تک پہلی قسم کی احادیث کا تعلق ہے تو ان میں فرق مراتب ہے، کچھ تو وہ ہیں جن پر نظر ثانی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اور کچھ ایسی ہیں جن میں گنجائش موجود ہے، جن احادیث پر ائمہ سابقین کی جانب سے حکم لگ چکا ہے، بنیادی طور سے ان کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) کتب صحاح کی احادیث

جب حدیث کسی ایسی کتاب میں موجود ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو، تو اتنا یقینی ہو گیا کہ اس محدث کے نزدیک وہ شرائط صحت کی جامع ہے اور گمان غالب اس کا بھی ہے کہ دیگر حضرات محدثین کے نزدیک بھی وہ صحیح ہے الا یہ کہ اس میں کوئی علت ایسی ظاہر ہو جائے جو ان پر غلطی ہو چکی ہو۔ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور ایسا کم ہوتا ہے، اس طرح کی کتابوں میں فرق مراتب بھی ہے۔

(۱) صحیحین

یہ کتابیں بحیثیت مجموعی صحت کے اعلیٰ معیار پر ہیں اور باتفاق امت ان کی احادیث صحیح ہیں، چوں کہ بخاری و مسلم کی جلالت شان اور اس فن میں ان کی امامت مسلم ہے، نیز ان کے قطعاً نظر کا ثمرہ امت میں قبولیت کے ہاتھوں لیا جا چکا ہے، اس لیے اس پر نظر ثانی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

(۲) مؤطا امام مالک

اس کتاب کے متعلق بھی امت کا اتفاق ہے کہ اس میں جو کچھ مرفوع متصل ہے وہ صحیح ہے، بلکہ

اس کی ہلاقات و مراسل بھی دیکھائے کے نزدیک سند حاصل سے خرچ شدہ ہیں، اسی لیے امام شافعیؒ نے فرمایا مابعد کتاب اللہ اصح من مؤطا مالک کہ قرآن کریم کے بعد مؤطا مالک صحیح ترین کتاب ہے، واضح رہے کہ امام شافعیؒ بخاری و مسلم سے حتمہ ہیں، ان کے وقت میں صحیحین کا وجود نہ تھا۔

(۳) مستخرجات صحیحین

صحیحین پر جو کتابیں بطور مستخرج تیار کی گئی ہیں ان کی بھی احادیث صحت کے وصف سے متصف ہیں، کیوں کہ یہ احادیث عموماً صحیحین ہی کے ہیں، البتہ بعض احادیث میں کچھ اضافات و تہمتا ہوتے ہیں وہ بھی صحیح کے ہی حکم میں ہوتے ہیں الا یہ کہ کسی خاص حدیث میں کوئی علت ہو، جس کی نشاندہی ائمہ کرام نے کر دی ہو، یہ طے نہیں ہے کہ اس حصہ میں ہو سکتی ہیں، جو مستخرج کے معنی اور صحیحین کی سند کے منطقی (جہاں مستخرج کی سند جا کر جڑتی ہے) کے مابین ہے۔

(۴) صحیح ابن خزیمہ

محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (م ۳۱۱ھ) کی یہ کتاب ایک عرصہ تک اہل علم کے درمیان متداول رہی پھر اس کا کچھ حصہ تقریباً نصف آخر حوادث زمانہ کی نذر ہو گیا، شروع کا آدھا حصہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق سے طبع ہوا ہے۔

(۵) صحیح ابن حبان

کتاب کی اصل ترتیب تو انواع و تقاسیم پر تھی جس سے استفادہ دشوار تھا، اس لیے ابن حبان فاسی نے اس کی فقہی ابواب پر ترتیب جدید کر دی، عام طور سے ابن حبان صحیح حدیث کے سلسلہ میں متساہل مانے جاتے ہیں، لیکن تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حبان کا مسلک متوازن اور معنی برحقیت ہے، ان کے متساہل کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ عموماً وہ ان رجال کی احادیث کا اپنی صحیح میں اخراج کر لیتے ہیں جو مستور ہوتے ہیں اور ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہوئی، ابن صلاح

نے ایسے روایت کی احادیث کو حجت قرار دینے کا مشورہ دیا ہے، اسی طرح حافظ ابن حجرؒ اس طرح کے روایت پر عموماً مقبول کا حکم لگاتے ہیں جن کی احادیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

اگرچہ ابن حبان اور ابن خزیمہ کا موضوع ان احادیث کا جمع کرنا ہے، جو ان کے نزدیک صحیح ہیں لیکن صحیح کے مفہوم میں ان کے نزدیک عموم ہے، چنانچہ ان کی احادیث کی سداور رجال پر تحقیقی نظر ڈالنے کے بعد محدثین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان کی سب حدیثیں اصطلاحی اعتبار سے صحیح کا مصداق نہیں ہیں بلکہ ان میں حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کی تعداد بہت ہے، جس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کے نزدیک صحیح سے مراد ما یصلح للاحتجاج ہے یعنی وہ جس سے استدلال کیا جاسکے عام اس بات سے کہ وہ صحیح لذاتہ ہو، یا صحیح لغیرہ ہو، یا حسن لذاتہ ہو یا لغیرہ ہو، اسی طرح ان دونوں حضرات نے صحت کا حکم لگانے میں حدیث کے شد و ذور علت سے محفوظ ہونے کی شرط کو بھی ضروری خیال نہیں فرمایا ہے۔

(۶) صحیح ابن السکن

ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی (م ۳۵۳ھ) کی تصنیف ہے، جس کا نام "الصحيح المنتقى" ہے، یہ صحیح احادیث کا انتخاب ہے، اگرچہ یہ کتاب منقوہ ہے لیکن اس کے حوالہ سے متعدد کتب میں حدیثیں ملتی ہیں۔

(۷) المستدرک علی الصحیحین للحاکم النیسابوری یہ بھی صحیح احادیث کا مجموعہ ہے، مگر حاکم کا تسامع معروف ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس لیے تنہا حاکم کی تصحیح کافی نہیں ہے، جب تک کہ دوسرے ناقدین حدیث کی موافقت حاصل نہ ہو، حاکم کی جن احادیث کی تائید دیگر محدثین سے حاصل نہ ہو وہ بے شک اس قابل ہیں کہ نگہ استاد کے اصول پر پرکھ کر ان کے صحیح یا حسن یا ضعیف ہونے کا حکم لگایا جائے۔

(۸) المختارہ للمحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی (م ۶۴۳ھ): یہ کتاب صحیحین

اس کتاب کے بارے میں خود امام ابو داؤد سے یہ بات منقول ہے کہ میں اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کروں گا جو صحیح ہیں یا صحیح احادیث کے مشابہ یا صحیح احادیث کے قریب قریب ہیں، جن احادیث میں بہت زیادہ ضعف ہوگا اسے بیان کر دوں گا اور جس حدیث کے بارے میں کوئی تذکرہ نہ ہو اسے صالح یعنی قابل استدلال سمجھا جائے البتہ ان میں صحت کے اعتبار سے تفاوت ہے بعض بعض کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہیں۔ اب قابل استدلال ہونے میں دونوں ہی احتمال ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے۔

دیسے یہ مسئلہ نہایت ہی معرکہ الآراء ہے کہ جن احادیث پر امام موصوف نے سکوت اختیار کیا ہے ان کی حیثیت کیا ہوگی؟ امام کی اس صراحت کے بعد بھی کتاب میں بہت سی احادیث ضعیفہ اور احادیث موضوعہ کا وجود ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ماسکت عنہ ابو داؤد احادیث کی نئے سرے سے تحقیق کر لی جائے۔

(۲) جامع الترمذی: محمد بن عیسیٰ بن سورۃ (متوفی ۲۷۹)

یہ ہر حدیث کے بعد اس حدیث کا ذکر بیان کر دیتے ہیں۔

(۳) مسند البزار المعطل: بزار (متوفی ۲۹۴)

امام بزار کچھ احادیث کی صحت و عدم صحت پر کلام کر دیتے ہیں اکثر راوی کے منقرض ہونے یا متابعت کا ذکر کرتے ہیں۔

(۴) المنتفی: ابن الجارود (متوفی ۳۰۶)

(۵) دار قطنی کی حرام مؤلفات خاص طور پر سنن دار قطنی اور المعطل الکبریٰ (متوفی ۳۸۵)

(۶) معالم السنن: خطابی (متوفی ۳۸۸) یہ کتاب سنن ابو داؤد کی شرح ہے۔

(۷) المعلیٰ: ابن حزم اندلسی (متوفی ۴۵۶)

(۸) السنن الکبریٰ: بیہقی (متوفی ۴۵۸)

- (۹) معرفة السنن والآثار: (متوفی ۲۵۸)
- (۱۰) ابن عبد البر کی حرام مؤلفات خاص طور پر الاستذکار اور التمهید (متوفی ۴۶۳)
- (۱۱) شرح السنة: بغوی (متوفی ۵۱۶)
- (۱۲) ابن العربی مالکی کی حرام مؤلفات خاص طور پر عارضة الاحوذی شرح سنن ترمذی (م ۵۳۳)
- (۱۳) تاضی عیاض کی حرام مؤلفات خاص طور پر الشفا بحقوق المصطفیٰ (متوفی ۵۳۴)
- (۱۴) الاحکام الکبریٰ: عبد الحق اہلبیلی (متوفی ۵۸۱)
- (۱۵) ابن الجوزی کی حرام مؤلفات خاص طور پر التحقيق فی تخریج التعالیق اور الموضوعات الکبریٰ اور العلل المتناہیة
- (۱۶) الترغیب والترہیب: حافظ منذری (متوفی ۶۵۶)
- (۱۷) امام نووی کی مؤلفات خاص طور پر شرح مسلم، ریاض الصالحین، الاذکار النوویہ، اربعین نووی اور المجموع شرح المہذب
- (۱۸) شرح البخاری: کرمانی (متوفی ۶۷۶)
- (۱۹) ابن دینی الحیدر: (متوفی ۷۰۲) کی حرام مؤلفات خاص طور پر الامام فی احادیث الاحکام اور الامام باحادیث الاحکام
- (۲۰) المتجر الرابع فی ثواب العمل الصالح: ابو محمد عبد المؤمن بن خلف دمیاطی (متوفی ۷۰۵)
- (۲۱) مشکوٰۃ المصابیح: خطیب حمیری (متوفی ۷۳۷ یا ۷۳۳)
- (۲۲) تنقیح التحقيق: ابن عبد البر ہادی (متوفی ۷۴۴)
- (۲۳) امام ذہبی (۷۴۷) کی حرام مؤلفات خاص طور پر میزان الاعتدال
- (۲۴) الجوهر النقی فی الرد علی البیہقی: ابن الترمکانی (م: ۷۵۰) پہ کتاب سنن کبریٰ کے

حاشیہ پر مطبوع ہے۔

(۲۵) ابن قیم جوزیہ (م: ۷۵۱) کی تمام مؤلفات خاص طور پر الحنار الحنیف، زاد المعاد، تہذیب سنتن ابی داؤد

(۲۶) امام زیلعی کی تخریج کردہ کتابیں (م: ۷۶۲) خاص طور پر نصب الراية لتخریج احادیث الہدایہ

(۲۷) ابن رجب عسلی (م: ۷۹۵) کی تمام مؤلفات خاص طور پر جامع العلوم والحکم شرح الاربعین النوویہ اور شرح علل الترمذی

(۲۸) امام عراقی (م: ۸۰۶) کی تمام مؤلفات خاص طور پر المعنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار

(۲۹) امام تٹمی (م: ۸۰۷) کی تمام مؤلفات خاص طور پر مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (کریمہ فصیح میں متساہل ہیں)

(۳۰) شرح مسلم : ابی (م: ۸۲۷)

(۳۱) امام یوسری کی تمام مؤلفات (م: ۸۳۰) خاص طور پر مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ

(۳۲) ابن حجر کی تمام مؤلفات (م: ۸۵۲) خاص طور پر فتح الباری، التلخیص الحبی، الدراية فی تخریج احادیث الہدایہ اور بلوغ المرام وغیرہ

(۳۳) بدرالدین عینی (م: ۸۵۵) کی تمام مؤلفات خاص طور پر عمدة القاری شرح صحیح البخاری

(۳۴) فتح القدیر شرح ہدایہ: ابن ہمام (م: ۸۶۱)

(۳۵) امام سیوطی (م: ۹۱۱) کی اکثر مؤلفات خاص طور پر جمع الجوامع، الجامع الصغیر، اللآلی المنثورہ فی الاحادیث الموضوعة وغیرہ

- (۳۶) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری: قسطلانی (م: ۹۲۳)
- (۳۷) ملا علی قاری (م: ۱۰۱۴) کی تمام مؤلفات خاص طور پر مرقاة المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح
- (۳۸) علامہ مٹاوی کی تمام مؤلفات (م: ۱۰۳۱) خاص طور پر فیض القدیر شرح الجامع الصغیر
- (۳۹) دلیل القالچین شرح ریاض ریاض الصالحین: ابن حلان (م: ۱۰۵۷)
- (۴۰) الفتوحات الربانیة فی شرح الاذکار النوویة: ابن حلان (م: ۱۰۵۷)
- (۴۱) مرتضی زبیدی (م: ۱۲۰۵) کی تمام مؤلفات خاص طور پر شرح احیاء علوم الدین للغزالی
- (۴۲) امام شوکانی کی تمام مؤلفات (م: ۱۲۵۰) خاص طور پر نیل الاوطار شرح المتقنی لابن تیمیہ

- (۴۳) عون المعبود: ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی (م: ۱۳۲۹)
- (۴۴) بدل المجہود شرح سنن ابی داؤد: شیخ خلیل احمد سہارنپوری (م: ۱۳۴۶)
- (۴۵) المنہل العذب المورود: محمود خطاب سبکی (م: ۱۳۵۲) ابوداؤد کی شرح ہے۔
- (۴۶) نطفۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی: شیخ مبارکپوری (م: ۱۳۵۳)
- (۴۷) مرعاة المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: شیخ عبید اللہ مبارکپوری
- (۴۸) منہل الواردین شرح ریاض الصالحین: دکتور مکی صالح
- (۴۹) نزہة المتقین شرح ریاض الصالحین: دکتور مصطفیٰ الحن
- (۵۰) احمد محمد شاہ کی مؤلفات و تحقیقات : جیسے مسند احمد کی تحقیق، تفسیر ابن جریر طبری کی تحقیق اور تفسیر ابن کثیر کی تحقیق
- (۵۱) حدیث کی وہ تمام کتابیں جن کی تحقیق کی گئی ہیں اس لیے کہ محققین احادیث پر حکم لانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

(۵۲) تخریج کی وہ کتابیں جن میں مؤلفین نے کسی حدیث کی کتاب کی احادیث کی تخریج کی ہو۔ ص ۱۳۲

(۵۳) زبان زد (مشہور علی اللسنہ) احادیث سے متعلق کتابیں۔ ص ۹۰۔ ہم علم حدیث

(۵۴) فقہ اور احکام سے متعلق وہ کتابیں۔ ص ۱۳۱۔ ہم علم حدیث

(۵۵) احادیث متواترہ سے متعلق کتابیں۔ ص ۱۳۲۔ ہم علم حدیث

(۵۶) احادیث قدسیہ سے متعلق کتابیں۔ ص ۱۳۰۔ ہم علم حدیث

(۵۷) احادیث ضعیفہ اور احادیث موضوعہ سے متعلق کتابیں۔ ص ۱۳۶۔ ہم علم حدیث

(۵۸) احادیث مرسلہ سے متعلق کتابیں۔ ص ۱۳۳۔ ہم علم حدیث

(۵۹) علل حدیث سے متعلق کتابیں۔ ص ۱۳۵۔ ہم علم حدیث

(۶۰) المنتقى شرح المؤطا: ابوالولید البانی (م: ۲۷۴) (تخریج الحدیث نشأتہ ومنہجیتہ)

ان تہ کورہ بالا کتابوں میں متعدد ائمہ حدیث اور ناقدین عظام نے اصول روایت کی کسوٹی پر کس کرا حدیث کے کھڑے کھولے ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے اس لیے باحث کو چاہیے کہ وہ حدیث پر حکم لگانے سے پہلے ان کتابوں کی طرف بھی رجوع کرے۔

فقہ احادیث میں حافظ ابن حجر کا مقام امتیازی ہے اگر کہا جائے کہ علوم حدیث کی پوری لائبریری کے ورق ورق پر آپ کی نظر ہے تو غلط نہ ہوگا، حافظ صاحب اپنی کتب تخریج اور شروح حدیث کے علاوہ کتب رجال میں بھی جگہ جگہ احادیث کے درجات اور ان کی علل کی وضاحت فرماتے ہیں اس لیے باحث کو ان کی شخصیت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا چاہیے، خوش خبری کی بات یہ ہے کہ اس طرح کی تمام احادیث پر جن پر حافظ صاحب نے کوئی حکم لگایا ہے یا کلام کیا ہے ان کا مجموعہ طبع ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے جس کا نام ”موسوعة الحفاظ ابن حجر الحدیثیہ“ ہے، یہ مجموعہ ہاشمیان کے لیے نعمت مرقبہ سے کم نہیں ہے اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

بہر حال محفوظ ترین طریقہ یہی ہے کہ باعث اپنی طرف سے احادیث پر حکم لگانے کی کوشش نہ کرے جہاں تک ہو سکے ائمہ سابقین کی تصریحات تلاش کرے تاکہ اپنی ذمہ داری کے بوجھ سے سبک دوش رہے چنانچہ اگر مطلوبہ حدیث سے متعلق کسی ایسے امام کی تصریح مل جائے جس پر جمہور علماء اعتماد کرتے آئے ہوں اور اکثریت نے اس کو تسلیم وغیرہ سے منسوب نہ کیا ہو تو اس پر اکتفا کرے، نئے سرے سے فقہ اسناد کا جال پھیلانا اپنی جان جو حکم میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

ہاں اگر کسی ایسے ناقد کی تصریح ہو جو علمی حلقوں میں ناقابل اعتماد یا سہل انگاری میں مشہور ہو اور اس کی موافقت دیگر حضرات ناقدین نے نہ کی ہو تو باعث کو چاہیے کہ معتد و مشہور ناقدین کے طرز عمل کے مطابق اگر اس کا فیصلہ صحیح ہو تو اس کی موافقت کرے ورنہ مسلمہ اصولوں کا جو تقاضا ہو اسی کے مطابق اس پر حکم لگادے۔

الغرض فقہ اسناد کی ضرورت ان ہی احادیث میں ہوتی ہے جن میں پیشرو ائمہ فن کی جانب سے یا تو بالکل ہی تصریح نہ ملے، یا ایسے ناقد کی تصریح ملے جو جمہور اہل علم کے نزدیک ناقابل اعتبار یا بے جا نرمی برتنے میں مشہور ہو یا ان احادیث میں ہوتی ہے جن میں تصریح تو کسی امام معتبر کی موجود ہو مگر اس میں کھلی ہوئی کوئی ایسی علت موجود ہو جو اس کی تصحیح یا تحسین سے مانع ہو اور باوثوق طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ حدیث پر حکم لگانے والے امام کو اس علت کا ہرگز علم نہیں تھا۔ (حدیث اور فہم حدیث ۲۹۵، ۲۹۴)

سند اور حدیث پر حکم لگانے کے مراحل

سند پر باہتمام صحت، حسن، ضعف اور وضع کا حکم لگانے کے لیے مندرجہ ذیل مراحل سے گزرنا

پڑتا ہے۔

(۱) حدیث کی کھلی عرج (عرج کا بیان ماقبل میں ہو چکا۔)

(۲) رجال سند کی تعین

(۳) رجال سند کی عدالت اور ان کے ضابطہ ہونے کی تحقیق

(۴) سند کے شعل ہونے کی تحقیق

(۵) سند میں واقع شذوذ کی تحقیق

(۶) سند میں واقع علت کی تحقیق

متن حدیث پر باعتبار صحت، حسن، ضعف اور وضع کا حکم لگانے کے لیے مندرجہ ذیل مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔

(۱) متن میں پائی جانے والے شذوذ کی تحقیق کرنا

(۲) متن میں پائی جانے والی علت کی تحقیق کرنا

نوٹ : سب سے پہلے مطلوبہ حدیث کی سند اور متن پر حکم لکایا جاتا ہے پھر مطلوبہ حدیث کی متابعات و شواہد پر حکم لکایا جاتا ہے اور پھر مجموعی اعتبار سے حکم لکایا جاتا ہے۔
اب ان حرام مراحل کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) رجال اسناد کی تعیین

لہذا اسناد کے لئے جو سند پیش نظر ہو سب سے پہلے باحث کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے جملہ رجال کو شخص کے ساتھ متنازع و معین کر لے، کیوں کہ بعض دفعہ ایک ہی طبقہ میں ایک نام، ایک کنیت یا ایک نسبت کے ایک سے زائد رجال معروف ہوتے ہیں، جن کی حیثیتیں جرح و تعدیل کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔

اس عملی اقدام کے لئے پہلا کام یہ کریں کہ سند کا بغور مطالعہ کریں اور یہ معلوم کریں کہ اس میں وارد شدہ نام مہین ہے، جس سے شخصیت کی تعیین ہو جاتی ہے یا مبہم ہے جس سے تعیین نہیں ہو پاتی۔ اگر شخصیت مبہم ہے تو بہت خوب، عمل آسان ہو گیا اور اگر شخصیت مبہم ہے تو یہ معلوم کریں کہ یہ حدیث کسی اور کتاب میں پائی جاتی ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو اس کی سند میں مہین ہے یا مبہم، اگر مہین ہے تو بہتر ہے

ورس اس کتاب کو اٹھائیں، جس میں اس راوی کی سیرت و سوانح تحریر شدہ ہے، اس نام کا اگر دوسرا راوی اس کتاب میں نہیں ہے تو یوں سمجھئے کہ اس کی تعیین ہوگئی کہ سامنے موجود راوی بھی مطلوبہ شخصیت ہے اور اگر اس نام کے دو یا اس سے زیادہ راوی ہوں تو سند حدیث پر ایک نظر پھر سے ڈالیں اور یہ دیکھیں کہ اس راوی کا استاذ اور شاگرد کون ہے؟ استاد اور شاگرد کا نام معلوم ہو جائے پر پھر اس کتاب کو دیکھیں جس میں اس کا ترجمہ موجود ہے۔ اور یہ دیکھئے کہ وہاں اس کے استاذ اور شاگرد کس راوی کے ترجمہ میں ہے، جس ترجمہ میں بحیثیت استاذ و شاگرد وہ نام تحریر ہو تو اب اس کی تعیین ہوگئی۔ یاد رہے کہ کتب رجال میں استاذہ کی طرف نشاندہی کے لئے "روی عن" اور شاگردوں کی طرف نشاندہی کے لئے "روی عنہ" کا عنوان قائم کیا جاتا ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو ہم نام راوی استاذ و شاگرد میں مشترک ہوتے ہیں، اس صورت میں اگر دونوں ثقہ ہیں تو مسئلہ آسان ہے اور اگر ان میں کوئی ضعیف ہے تو مسئلہ بڑا مشکل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے، اس کی تعیین کے لئے بڑی دقت اٹھانی پڑتی ہے، اس کے لئے کتب معاجم و کتب مشیخت سے جس میں اس کی روایتیں ہوتی ہیں مدد مل سکتی ہے، نیز کتب ضعفا وغیرہ سے مدد لی جاسکتی ہے، جس میں ضعیف راویوں کی روایتوں کو ان کے ترجمہ میں ذکر کیا جاتا ہے، جس کتاب کی حدیث آپ تلاش کر رہے ہیں اگر اس کی کوئی شرح ہے تو ممکن ہے کہ اس میں راوی کی تعیین شارح نے کسی ذریعہ سے معلوم کر کے کردی ہو وہاں سے بھی مدد مل سکتی ہے۔

مزید وضاحت

عام طور پر کتب حدیث میں سند میں مندرجہ ذیل دس طرح رجال سے کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) راوی کا صرف نام ذکر کیا گیا ہو کوئی نسبت یا ماہ الاشیاء و صف مذکور نہ ہو۔ جیسے ثنا

محمد بن یوسف حدثنا سفیان حدثنا منصور عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اس سند میں دو

راوی سفیان اور منصور کا صرف نام ذکر کیا گیا، ماہ الاشیاء و صف ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) صرف کنیت ذکر کی جاتی ہے اور کوئی نام یا وصف ذکر نہیں کیا جاتا۔ جیسے مذکورہ بالا مثال میں۔ ابو حازم۔ صرف کنیت ذکر کی گئی ہے۔

(۳) راوی کو قبیلہ، شہر یا پیشہ کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے ثنا محمود حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن عروة عن المسور رضی اللہ عنہ اس سند میں معمر کے شیخ زہری کو قبیلہ کی طرف منسوب کر کے بیان کر دیا گیا، نام اور نسبت ذکر نہیں کی گئی ہے۔

(۴) راوی کو باپ کی طرف یا دادا کی طرف یا پردادا یا ماں اور نانی، پر نانی کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے ثنا یونس عن ابن شهاب اخبرني محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ اس سند میں یونس کے شیخ ابن شہاب کو سکا دادا کی طرف منسوب کر کے بیان کیا گیا ہے، ابن شہاب دی زہری ہے جن کا مکمل نام یہ ہے محمد بن مسلم بن حبیہ اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری (۵) راوی کو کسی اچھے یا برے لقب (جس سے وہ معروف ہوتا ہے) کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے أمش، اعرج، الفطس وغیرہ

(۶) راوی کو چچا یا پھوپھی کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے ابن اثی قلان یا ابن اثی قلانہ

(۷) راوی کو ماں کی کنیت کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے ابن ام قلان، ابن ام مکتوم

(۸) راوی کا نام اس کے دادا کی طرف منسوب کر کے ذکر کیا جاتا ہے اور والد کا نام حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مسلم شریف کی ایک سند عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن ابی فروہ عن یزید بن خصیفہ عن یسر بن سعید عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ اس سند میں عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ کے شیخ یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ میں والد عبد اللہ کا نام حذف کر دیا گیا۔

حدیث کی کتابوں میں ان آٹھ طریقوں سے راویان کا ذکر ہوتا ہے یہ مشہور طریقے ہیں، ان

کے علاوہ اور بھی طرق ہو سکتے ہیں۔

راوی کی شخصیت کو تعین کرنے کے پانچ طریقے ہیں

(۱) کتب رجال میں اس راوی کے شیخ یا شاگرد کا ترجمہ دیکھا جائے۔ شیخ کے ترجمہ میں ہو سکتا ہے روئی عمدہ (یعنی شاگردوں سے) اس کے نام کی تعین ہو جائے یا شاگرد کے ترجمہ میں ہو سکتا ہے کہ روئی عن (یعنی اساتذہ) سے اس کے نام کی تعین ہو جائے۔ مثال کے طور پر اگر سند اس طرح ہو سلیمان بن مہران عن شقیق بن حذیفہ بن الیمان رحمہ اللہ اب حذیفہ سے روایت کرنے والے شقیق کی شخصیت کو تعین کرنا ہو تو ”تہذیب الکمال“ میں حضرت حذیفہ کا ترجمہ نکالا جائے، جب ہم نے حضرت حذیفہ سے روایت کرنے والوں کی فہرست دیکھی تو اس میں شقیق نام کے صرف ایک راوی شقیق بن سلمہ الاسدی تھے، اس سے معلوم ہوا کہ سند میں شقیق سے مراد شقیق بن سلمہ ہیں۔ مزید پیشگی کے لیے سلیمان بن مہران کا ترجمہ نکالا جائے، ہم نے سلیمان بن مہران کا ترجمہ کمال کران کے شیوخ کی فہرست کو دیکھا تو اس میں شقیق بن سلمہ کا نام موجود تھا، اس سے معلوم ہو گیا کہ شقیق سے مراد شقیق بن سلمہ الاسدی ہی ہیں۔

لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تلامذہ اور اساتذہ دونوں کے ذریعہ سے راوی کی تعین نہیں ہوتی بلکہ صرف اساتذہ یا تلامذہ کی فہرست سے تعین ہوتی ہے تو اس طرح کی تعین کا بھی اعتبار کر لیا جائے خاص طور پر جب کہ قرآن سے تقویت بھی ملتی ہوں۔

(۲) اگر سند میں راوی کا صرف لقب ذکر کیا گیا ہو یا کنیت بیان کی گئی یا نسبت بیان کی گئی ہو تو ان کتابوں سے ان کے مکمل نام کی تعین کی جاسکتی ہے جو اس بارے میں لکھی گئی ہوں جیسے کتب القاب، کتب کئی، کتب انساب وغیرہ، جیسے اعش کو ہم نے ابن الجوزی کی کتاب کشف النقاب عن الاسماء واللقاب میں دیکھا تو اس طرح مذکور تھا: الاعش : اسمہ سلیمان بن مہران و یکنی ابا محمد رأی انس بن مالک

(۳) کتب اسمائے رجال میں باب الیما کے بعد ذکر کی گئی ان فصلوں کی طرف مراجعت کی

جائے جو القاب، کنی اور نسب وغیرہ سے مشہور رجال کے تعارف کے لیے قائم کی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کتاب حافظ ابن حجر کی ”تقریب الجہدیب“ ہے جس میں القاب، کنی اور نسب سے مشہور رواۃ کی تعیین کے لیے مفید فصلیں قائم کی گئی ہیں، جیسے حافظ ابن حجر نے اس طرح عنوان قائم کیے ہیں۔

(۱) باب فی کنی الرجال علی ترتیب حروف المعجم لما بعد أداة الکنیة

(۲) باب فیمن نسب الی ایہ او امہ او حمہ او جدہ ونحو ذلک

اس باب کے ضمن میں دو فصلیں قائم کی ہیں۔ (۱) فیمن قبل فیہ ابن اخی فلان (۲)

فیمن قبل فیہ ابن ام فلان

(۳) باب فی الانساب الی القبائل والبلاد والصنائع وغیر ذلک

(۴) باب فی الالقاب وما اشبهها ومنہا من نسب الی علة فیہ او عاۃ

(۵) باب فی الکنی من الالقاب کأبی قلابہ وابی الجوز لموابی الملیح

(۶) باب فی الانساب من الالقاب کالشاذ کونی والوکیعی

حافظ ابن حجرؒ نے عورتوں کے تراجم بیان کرنے کے بعد اسی مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق

عورتوں کی کنیتیں، القاب اور انساب وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

حافظ صاحب کی یہ ترتیب ”تہذیب الکمال“ اور ”تہذیب الجہدیب“ کی ترتیب کے عین

مطابق ہے، لیکن ”تقریب الجہدیب“ سے قاسمہ اٹھانا ان دو بڑی اور طویل کتابوں سے قاسمہ اٹھانے

کے مقابلہ میں آسان ہے لیکن کبھی ”تقریب الجہدیب“ سے ضرورت مکمل نہیں ہوتی تو ان دو بڑی کتابوں

یاد بکر متعلقہ کتابوں کی طرف مراجعت ضروری ہو جاتی ہے۔

اور یہی ترتیب اسماء الرجال کی دیگر کتابوں جیسے کتب ضعفاء، کتب ثقات، میزان

الاعتدال، لسان المیزان اور تصحیل المنفعة میں اختیار کی گئی ہے۔

(۴) راوی کی شخصیت کی تعیین کے لیے ”کتب الاطراف“ اور کتب خارج کی مراجعت کی

جائے۔ اس لیے کہ ان کتابوں میں بسا اوقات راوی کی شخصیت کی تعین کر دی جاتی ہے، خاص طور پر جب کہ راوی مشہور نہ ہو یا اس میں کسی طرح کی جہالت ہو یا اس کے نام میں کسی طرح کا التباس پایا جاتا ہو، اس سلسلہ میں باحث کو خاص طور پر کتب ستہ کے رجال کے لیے "تحفة الاشراف بسمرة الاطراف" کی مراجعت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ حافظ مزنی اکثر مبہم و مہمل راوی کی تعین کر دیتے ہیں اسی طرح جو راوی کنیت یا لقب سے مذکور ہوتا ہے اس کے نام کی بھی صراحت کر دیتے ہیں۔

(۵) راوی کی تعین کے لیے مطلوبہ حدیث کی مکمل تخریج کی جائے، اس کے نتیجہ میں راوی کی کسی نہ کسی سند میں تعین ہو جانے کا امکان ہوتا ہے۔

لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک راوی کے شیوخ و تلامذہ اور دوسرے راوی کے شیوخ و تلامذہ دونوں ایک ہی ہوتے ہیں اور یہ راوی نام میں ایک دوسرے سے متحد ہوتے ہیں ایسی صورت میں باحث کو راوی کی تعین کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے جیسے بخاری کی ایک سند اس طرح چھٹنا سلیمان بن حرب حدَّثنا حماد عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ

اس سند میں مذکور حماد کے شیخ ثابت ہناتی ہیں اور شاگرد سلیمان بن حرب ہیں، لیکن اسی شیخ و تلمیذ میں دو حماد شریک ہیں، ① حماد بن زید (۲) حماد بن سلمہ

اب پریشانی ہو رہی تھی کہ دونوں میں سے یہاں کون مراد ہے لیکن نتیجہ طرق کے بعد بخاری ہی میں ایک دوسری روایت اس طرح مل گئی حدَّثنا مسدد حدَّثنا حماد بن زید عن ثابت اس سند سے ثابت ہو گیا ہے حماد سے مراد "حماد بن زید" ہیں۔ (تیسیر در سنن الاسلام ج ۱ ص ۱۰)

رواق کے اسما کی تعین کے بعض قواعد

(۱) حماد بن (حماد بن سلمہ اور حماد بن زید) کے درمیان فرق

حافظ جمال الدین مزنی رحمۃ اللہ نے تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ حماد بن زید اور حماد بن

سلسلہ سے روایت کرنے میں ایک جماعت شریک ہیں اور دونوں سے روایت کرنے میں ایک جماعت منفرد بھی ہے۔ اب قاعدہ یہ ہے کہ عفان، حجاج بن منہال اور ہدایت بن خالد اپنے شیخ کے نام کے طور پر صرف حماد کہے تو اس سے مراد حماد بن سلسلہ ہوتے ہیں، اگر یہ لوگ حماد بن زید سے روایت کرتے ہیں تو مکمل نام حماد بن زید ذکر کر دیتے ہیں۔

اس کے برخلاف سلیمان بن حرب اور عارم جب مطلقاً حماد سے روایت کرے تو حماد بن زید مراد ہوتے ہیں اس لیے کہ جب وہ حماد بن سلسلہ سے روایت کرتے ہیں تو مکمل نام ذکر کرتے ہیں۔ صرف حماد بن زید سے روایت کرنے والے یہ لوگ ہیں۔ احمد بن عبد القاسمی، ابوالریح الزہرانی، قتیبہ بن سعید، مسدد اور وہ لوگ جن کا ذکر صرف حماد بن زید کے ترجمہ میں کیا گیا ہے اور حماد بن سلسلہ کے ترجمہ میں نہیں کیا گیا ہے، اب مذکورہ لوگ اگر صرف حماد ذکر کریں تو اس سے مراد حماد بن زید ہوں گے۔ اور حماد بن سلسلہ سے روایت کرنے میں یہ لوگ منفرد ہے (یعنی یہ لوگ حماد بن زید سے روایت نہیں کرتے ہیں) بہز بن اسد، موسیٰ بن اسماعیل اور وہ رواۃ جن کا ذکر صرف حماد بن سلسلہ کے ترجمہ میں کیا گیا ہے اور حماد بن زید کے ترجمہ میں نہیں کیا گیا ہے، مذکورہ لوگ اگر صرف حماد کا ذکر کریں تو اس سے مراد حماد بن سلسلہ ہوں گے۔

(۲) سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے درمیان فرق

سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ سے روایت کرنے میں ایک جماعت مشترک ہے، لیکن دونوں کے درمیان فرق اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اکثر سفیان ثوری سے روایت کرنے والے کبار اور قدمائیں جب کہ سفیان بن عیینہ سے روایت کرنے والے ایسے سفار ہیں جنہوں نے سفیان ثوری کو نہیں پایا، اس طرح تعین ہو جاتی ہے۔ اب اگر کوئی قدیم مطلقاً سفیان سے نقل کرے تو اس سے مراد ثوری ہوتے ہیں جیسے وکیع، ابن مہدی، فریابی، ابو نعیم وغیرہ سفیان سے روایت کریں تو سفیان ثوری مراد ہوتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی سفیان بن عیینہ سے نقل کرتا ہے تو نام کے ساتھ نسب اور ماہ الاشیار وصف بھی

بیان کر دیتا ہے۔

جن روایۃ نے سفیان ثوری کو پایا ہی نہیں ہے وہ اگر مطلقاً سفیان کا ذکر کریں تو اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہوں گے یہ ایک بدیہی بات ہے۔

(۳) ہشام کے متعلق قاعدہ

عام طور پر اسانید میں جب مطلقاً بغیر نسبت کے ہشام کا ذکر ہوتا ہے تو تین آدمی مراد ہوتے

ہیں۔ (۱) ہشام بن عروہ (۲) ہشام بن حسان (۳) ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی

ان لوگوں کے درمیان تمیز کرنا کچھ مشکل نہیں ہے اس لیے کہ ان کے شیوخ میں اتفاق نہیں

ہے یعنی سب کے شیوخ ایک ہی نہیں ہیں، بلکہ الگ الگ ہیں۔ صرف دو شیخ میں اتفاق ہے۔

(۱) یحییٰ بن ابی کثیر ان سے ہشام دستوائی اور ہشام بن حسان روایت کرتے ہیں۔

جب سند میں اس طرح مطلقاً منقول ہو ہشام عن یحییٰ تو ہشام سے مراد ہشام دستوائی مراد

ہوتے ہے اور جب ہشام بن حسان، یحییٰ سے نقل کرتے ہیں تو سند میں ہشام بن حسان کا مکمل نام ہشام

بن حسان مذکور ہوتا ہے اور ہشام (بن حسان) کی روایت عن یحییٰ صرف ابن ماجہ میں ہے۔

(۲) ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس ان سے ہشام دستوائی اور ہشام بن عروہ روایت

کرتے ہیں۔

جب سند میں ہشام عن ابی الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس واقع ہو تو ہشام سے مراد دستوائی

ہوتے ہیں۔ ہشام بن عروہ جب ابی الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس سے روایت کرتے ہیں تو ہشام بن عروہ

عن ابی الزبیر مکمل نام کی صراحت ہوتی ہے اس طرح دونوں ہشام کی آسانی سے تعین ہو جاتی ہے اور

ہشام بن عروہ عن ابی الزبیر محمد بن مسلم کی روایت صرف مسلم شریف میں ہے۔

(۴) جب کسی سند میں عطاء کا نام مہمل واقع ہو تو اس سے عطاء ابن ابی رہاح مراد ہوتے ہیں۔

(۵) جب کسی سند میں "زائدہ" مہمل واقع ہو تو اس سے زائدہ بن قدامہ مراد ہوتے ہیں۔

(۷) مسلم شریف یا کسی مصری کی سند میں لیٹ کا نام مہمل واقع ہو تو اس سے لیٹ بن سعد مراد ہوتے ہیں۔

(۷) مروزی اگر مہمل عبد اللہ سے روایت کرے تو عبد اللہ بن المبارک مراد ہوتے ہیں۔

(۸) عمرو بن سفیان بن عیینہ سند میں واقع ہو تو عمرو بن دینار مراد ہوتے ہیں۔

(۹) اگر کسی سند میں شعبہ عن عمرو واقع ہو تو عمرو سے مراد عمرو بن مرة ہوتے ہیں۔

(۱۰) عبد الرحمن بن سفیان اگر سند میں واقع ہو تو عبد الرحمن سے ابن مہدی اور سفیان سے ثوری مراد ہوتے ہیں۔

(۱۱) اگر سند میں سعید بن ابی ہریرہ واقع ہو تو سعید سے سعید بن المسیب مراد ہوتے ہیں۔

تعیین روات کا کام بڑا اہم ہے اس کی باحث کو اشد ضرورت ہوتی ہے اس لیے کہ عام طور پر سند میں رجال مہمل یا مبہم واقع ہوتے ہیں اور جب تک راوی کی تعیین نہ ہو تو وہاں تک جرح و تعدیل کے اعتبار سے اس کا درجہ متعین نہیں کیا جاسکتا ہے۔ باقی میں تعیین روات کے سلسلہ میں کچھ قواعد کا ذکر کیا گیا۔ باحث جب اس کو چہ پیش قدم رکھے گا اور روات کی تعیین کے لیے بحث و تحقیق کرے گا تو خود ہی اسے بہت سے جربات حاصل ہوں گے۔ (تیسیر دراستہ الاسانید بحذف و اضافہ ص ۱۰۴ تا ۱۱۱)

اب سند پر حکم لگانے کے دوسرے مرحلہ سے متعلق باتیں اہل کی جاتی ہیں۔

(۲) رجال سند کی عدالت اور ان کے ضابطہ ہونے کی تحقیق

راوی کی تعیین کے بعد اس کے ترجمہ و حالات کا باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور جرح و تعدیل کے اعتبار سے علما کے اقوال کا جائزہ لیا جائے اگر وہ راوی ایسا ہے کہ جس کی توثیق یا تضعیف پر تمام علما متفق ہیں تو معاملہ آسان ہوگا، اگر توثیق پر اتفاق ہے تو اسے ثقہ قرار دیا جائے گا اور اسی کے مطابق اس سند پر حکم لگایا جائے گا اور اگر تضعیف پر اتفاق ہے تو اسے ضعیف قرار دیا جائے گا اور سند پر ضعیف کا حکم لگایا جائے گا۔

اور اگر جرح و تعدیل کے اعتبار سے علما کے اقوال مختلف ہیں تو پھر افضل طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ راوی صحاح ستہ اور صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر کتابوں کا ہے تو حافظ ابن حجر کی کتاب ”تقریب التہذیب“ امام ذہبی کی ”الکاشف“ اور امام خوزجی کی ”الخلاصہ“ کی مراجعت کی جائے اور وہیں سے راوی کے حعلق بذکر تہجد نقل کر لیا جائے۔ اس لیے حافظ صاحب، امام ذہبی اور امام خوزجی نے اپنی ان کتابوں میں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کا خلاصہ نقل کر دیا ہے۔

اور اگر وہ راوی مسند امام ابوحنیفہ، مسند شافعی، مسند احمد اور مؤطا امام مالک کا ہو تو تصحیح المنفعة کی طرف مراجعت کی جائے اس لیے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی اس کتاب میں اکثر روایات کے حعلق مباحث و ضعف کے اعتبار سے کوئی نہ کوئی نتیجہ ذکر کر دیا ہے، لیکن وہ راوی اگر صحاح ستہ، صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر کتابوں اور ائمہ اربعہ کی کتابوں (مسند امام ابوحنیفہ، مسند شافعی، مسند احمد اور مؤطا امام مالک) کے علاوہ کسی کتاب کا ہو تو پھر مباحث کو چاہیے کہ وہ حافظ ابن حجرؒ کے اس طرز کا خاترہ مطالعہ کرے جو انہوں نے مختلف فیہ راویوں کے حعلق نتیجہ نکالنے کے لیے اختیار کیا ہے۔ پھر انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مطلوب راوی کے حعلق نتیجہ نکال کر وہ راوی جس مرتبہ کا مستحق ہے اس کے مناسب اس کا درجہ تعیین کر دے۔ (مخریج الحدیث اضافہ کے ساتھ)

نوٹ : حافظ ابن حجرؒ کی کتاب ”تقریب التہذیب“ سے خلاصہ نقل کرنے کی بات ان لوگوں کے نزدیک ہے جو حافظ صاحب کے نکالے ہوئے خلاصہ پر اعتماد کر لینے کے قائل ہیں ورنہ بعض لوگوں کے نزدیک مختلف فیہ راوی کے حعلق حافظ صاحب کا خلاصہ معتبر نہیں ہے، ایسی صورت میں یا راوی کے تقریب التہذیب اور تصحیح المنفعة کا نہ ہونے کی صورت میں تعارض جرح و تعدیل سے حعلق جو بحث ذکر کی گئی ہے اس کا بغاثر مطالعہ کیا جائے اور راوی کے حالات کے لئے ان کتابوں کی مراجعت کی جائے جن کا مفصل ذکر ”باب سوم علم اسماء الرجال“ میں کیا گیا ہے۔ اگر تطبیق کی کوئی شکل نکلتی ہو تو اس کے مطابق حکم لکایا جائے ورنہ جرح مبہم، جرح مفسر، جرح، اسباب جرح کے مقبول وغیرہ مقبول اور ائمہ جرح

وتعدیل کے مزاج (تعدد، تساہل اور احتیاط) سے متعلق جو باتیں تہاب دوم علم جرح وتعدیل کے عنوان کے ماتحت ذکر کی گئی ہیں اس کے مطابق راوی کے متعلق کوئی نتیجہ نکال کر مناسب حکم نکادے۔

راوی کے ترجمہ کا مطالعہ کرتے وقت جرح وتعدیل کے عام الفاظ و کلمات، مخصوص کلمات، نادر کلمات، حرکات، ائمہ جرح وتعدیل کی توثیق و تضعیف کے سلسلہ کی خاص اصطلاحات وغیرہ کو ذہن میں رکھے، اسی طرح راوی کے خاص شیوخ سے نقل کرنے میں، خاص شہر والوں سے نقل کرنے میں اور خاص اوقات (جیسے اختلاط کے بعد) میں کی گئی تضعیف کو بھی ملحوظ خاطر رکھے (ان سب باتوں کی وضاحت ماقبل میں ہو چکی ہے۔

باحث کو چاہیے کہ ان سب امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے راوی کے متعلق آخری فیصلہ صادر کرے۔

”مختلف فیہ راویوں کے بارے میں صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا طریقہ“

اب مختلف فیہ راویوں کے بارے میں درست نتیجہ پر کیسے پہنچا جاسکتا ہے اسے دو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا جاتا ہے۔

(۱) مسلم بن خالد الزنجی

مسلم بن خالد کی تعدیل سے متعلق اقوال

قال ابن عدی حسن الحدیث وارجو انه لا بأس به

وقال ابن معین ثقة وزاد فی رواية، صالح الحدیث

وحکی ابن القطان عن الدارقطنی انه قال ثقة

وذكره ابن حبان فی الثقات

مسلم بن خالد کی جرح سے متعلق اقوال

قال الامام احمد: مسلم بن خالد كذا وكذا

وقال ابن الحديثي: ليس بشئ

وقال البخاري: منكر الحديث يكتب حديثه ولا يحتج به يعرف وينكر

وقال ابن سعد: كان كثير الغلط في حديثه

وقال ابن حبان: يخطئ احيانا

وقال عثمان الناري: يقال انه ليس بذاك في الحديث

وقال الساجي: صنوعي كان كثير الغلط

وقال يعقوب بن سفيان: كان يطلب ويسمع ولا يكتب فلما احتجج اليه وحدث كان

ياخذ سماعة الذي غاب عنه يعني فضعف

ونسبه ابن البرقي الى الضعف ممن يكتب حديثه

وذكر له ابن معين عدة احاديث انكرت عليه

اقوال کے درمیان ترجیح

اگر جرح و تعدیل کے سابقہ اقوال کی روشنی میں مندرجہ ذیل خلاصہ نکالا جاسکتا ہے۔

- (۱) مسلم بن خالد کے بارے میں جو کلام کیا گیا ہے وہ ان کے حافظہ پر کیا گیا ہے۔
- (۲) بعض جرحیں مبہم ہیں جیسے ہشیش وغیرہ اور بعض جرحیں مفسر ہیں جو مختلف وجوہات کی بنا پر کی گئی ہیں۔

- (۳) مسلم بن خالد کے ضعیف ہونے کی علت کثرت غلط اور ان کا اپنے حافظہ سے لھل کرنا اور اپنی مرویات کے لکھنے کا اہتمام نہ کرنا ہے اور یہی چیز عام طور پر راوی کو روایت کرنے میں خطا اور ہم تک لے جاتی ہے۔
- (۴) ابن معین نے مسلم بن خالد کی توثیق کی ہے اس سے مراد عدالت ہے اسی وجہ سے ثقہ کے بعد صالح الحدیث کہا ہے۔ اس لیے کہ ابن معین کسی راوی کے حلق ثقہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے عدالت

مراد لیتے ہیں۔ صالح الحدیث کا اضافہ اسی لیے کیا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ابن معین نے مسلم بن خالد کو ضابطہ بھی قرار دیا ہے۔ صالح الحدیث یہ صدوق سے کم درجہ پر دلالت کرتا ہے صدوق کی روایت حسن درجہ کی ہوتی ہے اور صالح الحدیث کی حدیث قابل استدلال نہیں ہوتی بلکہ اعتبار کے لائق ہوتی ہے یعنی اگر ثقات اس کی روایت کی موافقت کریں تو وہ حدیث صحیح ہوگی ورنہ منکر اور مردود ہوگی یعنی متابعات و شواہد کے طور پر پیش کی جاسکے گی۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ابن معین نے مسلم بن خالد پر یہ حکم لکایا ہے پھر بھی ان کی احادیث کو روایت کیا ہے۔

جہاں تک دار قطنی کی توثیق کی بات ہے تو دار قطنی توثیق میں متساہل واقع ہوئے ہیں، اسی طرح ابن حبان اور ابن عدی متساہل ہیں، مگر ابن حبان ان لوگوں میں کچھ زیادہ متساہل ہیں، پھر جرح مفسر کے مقابلہ میں تعدیل مبہم کا کوئی اعتبار بھی نہ ہوگا۔

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں مسلم بن خالد حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہیں ان کی احادیث قابل اعتبار ہیں، قابل حجت و استدلال نہیں ہے۔ واللہ اعلم (تیسیر علوم الحدیث ص ۱۹۳، ۱۹۴)

(۲) سعید بن جمہان

سعید بن جمہان کی تعدیل سے متعلق اقوال

قال ابن معین: ثقة

وقال ابو داؤد: ثقة وفي موضع آخر وهو ثقة ان شاء الله وقوم يضعفون انما يخافون ممن

فوقه

وقال ابن عدي: روى احاديث عن سفينة لا يروى بها غيره وارحوا انه لا بأس به فان حديثه

اقل من ذلك

وقال النعمانی: لیس به بأس

وقال المروزی عن الامام احمد: ثقة

قلت بروی عن یحیی بن سعید انه مثل عنه (عن سعید) فلم یرضه فقال باطل -

وغضب وقال ما قال هذا حد غیر علی بن المدینی، ما سمعت یحیی یتکلم فیہ بشی

وذكره ابن حبان فی الثقات

سعید بن جہان کی جرح سے متعلق اقوال

قال البخاری فی حدیثہ عجائب وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ

وقال الساجی لا یتابع علی حدیثہ

اقوال کے درمیان ترجیح

اہمہ جرح و تعدیل کے ساتھ اقوال کی روشنی میں مندرجہ ذیل باتیں ظاہر ہوئی ہیں

(۱) امام نسائی (جن کا شمار متشددین میں ہوتا ہے) نے سعید بن جہان کی توثیق کی ہے لہذا ان کی توثیق قابل اعتبار ہوگی۔

(۲) امام احمد بن حنبل اور ان کے شاگرد امام ابوداؤد نے بھی سعید کی توثیق کی ہے اور ان دونوں کا شمار ائمہ معتدلين میں ہوتا ہے۔

(۳) امام احمد کے سامنے سعید کی جرح سے متعلق یحیی بن سعید سے مروی قول ذکر کیا گیا تو امام احمد نے شدت سے اس کی تردید کردی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد کے نزدیک سعید کے بارے میں جرح ثابت نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کا طرز بھی اسی بات کی غمازی کرتا ہے اس لیے کہ انھوں نے توثیق نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ایک قوم سعید کی تضعیف کرتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوداؤد کے نزدیک بھی جرح ثابت نہیں ہے۔

(۴) جہاں تک ابوحاتم کی جرح کی بات ہے تو ان کا شمار متشددین میں ہوتا ہے، سعید

کے بارے میں ان کی جرح ائمہ محدثین کی ایک جماعت سے متعارض ہو رہی ہے اس لیے تعدیل کو مقدم کیا جائے گا، تعدیل کو مقدم کیے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جرح مبہم ہے مفسر نہیں ہے۔

(۵) جہاں تک امام بخاری کے اس قول فی حدیثہ عجائب کی بات ہے تو یہ لفظ کسی بھی حال میں جرح پر دلالت نہیں کرتا ہے، بلکہ یہ لفظ جرح سے کم درجہ کا ہے، پھر امام بخاری نے سعید کا ذکر اپنی کتاب ”کتاب الضعفاء“ میں نہیں کیا ہے، اسی طرح امام بخاری نے ”التاریخ الکبیر“ میں بھی سعید پر کوئی جرح نہیں کیا ہے۔

(۶) جہاں تک ساجی کے اس قول ”لا یتابع علی حدیثہ“ کی بات ہے تو یہ بات بالکل درست ہے کہ سعید کی مرویات کی کسی نے متابعت نہیں کی ہے اور وہ سفینہ کی روایتوں کے روایت کرنے میں متفرد ہیں، لیکن یہ کوئی قابل جرح سبب نہیں ہے، امام احمد بن حنبل نے سفینہ کے طریق سے منقول حدیث کی تصحیح کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید کا حدیث کی روایت میں متفرد ہونا مقبول ہے۔
چند ہی احوال میں مذکور ہے کہ حشر بن نہاتہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جہان سے دریافت کیا کہ سفینہ سے آپ کی ملاقات کہاں ہوئی؟ سعید نے کہا کہ حجاج کے زمانہ میں مقام بطن فحلہ میں میری سفینہ سے ملاقات ہوئی اور میں ان کے ساتھ آٹھ دن تک رہا اور ان سے اللہ کے رسول ﷺ احادیث سنا کرتا تھا۔

اس وجہ سے وہ سفینہ سے روایت کرنے میں متفرد ہیں کوئی دوسرا ان روایتوں کو سفینہ سے نقل نہیں کرتا ہے اس وجہ سے روایتوں میں یہ تفرق قابل جرح نہیں ہے۔

خلاصہ کلام

ما قبل کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سعید بن جہان کے بارے میں جو کلام کیا گیا ہے وہ ان کے سفینہ سے روایت کرنے میں متفرد ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے، لیکن جب ان کے سفینہ سے روایت کرنے میں متفرد ہونے کی معقول وجہ موجود ہے تو اس طرح کی جرح قابل اعتبار نہ ہوگی۔

اسی وجہ سے امام احمد نے سعید کی بعض منفرد روایتوں کی تصحیح کی ہے اور ان لوگوں پر اعتراض کیا ہے جنہوں نے سعید کی تلمیذین کی ہے، ان باتوں کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ سعید ان شاء اللہ تعالیٰ ثقہ ہیں۔
(تیسیر علوم الحدیث ص ۲۰۲، ۲۰۳)

مذکورہ بالا طریقے کے مطابق مختلف فیہ راویوں کے بارے میں خلاصہ نکال کر اس کی روشنی میں سند پر حکم لگانا چاہیے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ سند کی حیثیت ایک جسم کے مانند ہے اگر سند کے تمام رواۃ امیر المؤمنین فی الحدیث، اوثق الناس ہوں لیکن صرف ایک راوی کذاب ہو تو سند پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا، گویا تیجہ ارذل کے تابع ہوگا۔

(۳) سند کے متصل ہونے کی تحقیق

تیسرا مرحلہ صحت حدیث کی تیسری شرط اتصال کی تحقیق کا ہے۔

اتصال سند کی تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ سند کے ہر راوی کا اس کے شیخ سے سماع ثابت ہو سماع انحصار ہے اور اک یعنی معاشرت سے جیسا کہ وہ انحصار ہے روایت اور لقا سے، چنانچہ بعض دفعہ راوی اور مروی عند کے درمیان معاشرت ہوتی ہے مگر روایت کا تحقق نہیں ہوتا بعض دفعہ روایت ہوتی ہے مگر ملاقات نہیں ہوتی اور کبھی ملاقات بھی ہوتی ہے مگر سماع حدیث کا تحقق نہیں ہوتا۔

اتصال سند کی شرط کے تحقق کے لیے امام بخاری اور ان کے شیخ علی بن المدینی کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ راوی اور مروی عند کے درمیان سماع کا ثبوت ہو اور محققین نے اسی کو رائج قرار دیا ہے جب کہ امام مسلم اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک معاشرت اور امکان لقا بھی اتصال پر عمل کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے بشرطیکہ راوی عدلس نہ ہو۔

سند کے متصل ہونے کا علم ان الفاظ ادا کے ذریعہ ہوتا ہے جسے راوی استعمال کرتا ہے، اگر راوی ایسے الفاظ استعمال کرے جو صراحۃً سماع پر دلالت کرنے والے ہیں (جیسے سمعت، سمعنا،

حدثنی، حدثنا، أخبرنی، أخبرنا، انہائنا، قرأت علی فلان، قرئ علی فلان وانا اسمع وغیرہ) تو ظاہر اُنہی فیصلہ کیا جائے گا کہ سند متصل ہے، لیکن حقیقت میں اتصال ہے کہ ہمیں اس کی تحقیق کے لیے راوی کے ترجمہ کا مطالعہ کرنا چاہیے کیوں کہ ائمہ جرح و تعدیل جرح و تعدیل کے اقوال کے ضمن میں راوی کے سماع کو بھی بیان کر دیا جاتا ہے۔

اور اگر راوی ایسے الفاظ استعمال کرے جو صراحۃً سماع پر دلالت نہیں کرتے (جیسے عن فلان، قال فلان، ان فلان قال وغیرہ) تو دیکھا جائے گا کہ ان الفاظ کو استعمال کرنے والے راوی کی کیا حیثیت ہے اگر وہ راوی ثقہ اور تدلیس کرنے میں مشہور نہیں ہے تو ان الفاظ کو بھی سماع پر محمول کیا جائے گا، لیکن اس کے بارے میں بھی ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کا جائزہ لے لیا جائے تو بہتر ہوتا ہے اور اگر وہ راوی تدلیس میں مشہور ہے تو پھر اس راوی کے ان الفاظ کو سماع پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ راوی مدلس ہے کہ ہمیں اس کا علم بھی اقوال جرح و تعدیل سے ہوگا اس سلسلہ میں ان کتابوں کی مراجعت مفید ہوتی ہے جو خاص طور پر مدلسین سے متعلق تالیف کی گئی ہیں، جن کا ذکر ماقبل صفحہ۔۔۔۔ پر گذر چکا۔

اتصال سند کی تحقیق راوی اور مروی حد کے زمانہ اور شیخین ولادت و وفات وغیرہ قرآن کے ذریعہ بھی کی جاسکتی ہے کہ راوی نے مروی حد کو پایا ہے یا نہیں۔ چنانچہ امام مسلم کے مذہب کے مطابق امکان تھا کہ کافی سمجھتے ہوئے اتصال کا حکم لگایا جاسکتا ہے، نیز کتب رجال کی مراجعت سے دونوں کے مابین سماع کا ثبوت معلوم ہو سکتا ہے خاص طور سے حافظ مزی کی کتاب ”مہذب الکمال“ اس سلسلہ میں اہم رول ادا کرتی ہے چنانچہ انھوں نے راوی کے ان شیوخ کی وضاحت کا اہتمام کیا ہے جن سے اس کو سماع حاصل ہے اور ان طوائف کی وضاحت کا بھی اہتمام کیا ہے جن کو اس سے سماع حاصل ہے، شیوخ طوائف کی فہرست میں حافظ مزی نے ممکنہ حد تک استیجاب کی کوشش کی ہے چنانچہ انھیں حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ حافظ مزی نے سماع کے تعلق سے یہ فرق بھی اہتمام سے ظاہر کیا ہے کہ راوی نے اس شیخ سے روایت بھی کیا ہے اور اسے سماع بھی حاصل ہے یا روایت تو کی ہے مگر سماع حاصل نہیں ہے۔

(۴) سند میں واقع شذوذ کی تحقیق

شذوذ کا مطلب یہ ہے کہ ثقہ راوی چند ثقات یا اپنے سے اولیٰ راوی کی مخالفت کرے، سند میں واقع شذوذ کا علم حدیث کے متعدد طرق کو جمع کرنے کے ذریعہ ہوتا ہے جب پیش نظر سند ان اسانید کے موافق ہو تو اس سند کے شذوذ سے صحیح و سالم ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور اگر پیش نظر سند اللہمانید کے مخالف ہو یا اس طور کہ کوئی راوی زیادہ ہو یا کم ہو تو پیش نظر سند کی مزید تحقیق کے بعد اس پر شاذ کا حکم لگایا جاسکتا ہے اور دوسری اسانید پر محفوظ کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ شذوذ کا علم ان کتابوں کی مراجعت سے بھی ہو سکتا ہے جو علل سے حلق تالیف کی گئی ہوں جن کا ذکر ملت کی تحقیق کے عنوان تحت کیا جائے گا۔

اگر پیش نظر حدیث و سندان میں موجود ہے اور کسی شذوذ کا ذکر کیا گیا ہے تو باعث دہاں سے شذوذ کو قتل کر سکتا ہے۔

(۵) سند میں واقع علت کی تحقیق

ملت اس سبب حتیٰ کو کہا جاتا ہے جو سند کو بخدوش کر دے جیسے راوی سے وہم، غلطی، نسیان، انقطاع وغیرہ ہوتا۔ سند میں واقع علت کی تحقیق اس حدیث کی تمام اسانید کا مقابلہ کرنے اور کتب علل کی مراجعت سے ہوتی ہے۔

معلل کی معرفت کیسے ہو؟

علم علل کے ان ماہرین نے اپنی جودت طبع، مذاقت اور نبض شناسی کی خدا داد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جو کچھ کاربائے نمایاں اہتمام دئے ہیں، تاریخ نے اپنے سینوں میں انھیں محفوظ اور باقی رکھا ہے۔ علل احادیث پر کلام کرنے والے علما اگرچہ کم ہیں مگر جو کچھ بھی انھوں نے علمی درجہ چھوڑا ہے وہ انتہائی بیش قیمت ہے۔ علمائے جرح و تعدیل نے اگر ہمارے لئے ضعیف رجال کی معرفت کو آسان بنایا ہے تو ان حضرات نے ہمارے سامنے ثقہ روایت کی ان احادیث کو چھانٹ کر رکھ دیا ہے، جن میں انھوں نے غلطی کی ہے دونوں کا فرق واضح ہے، چنانچہ جب آپ سے کہا جائے گا فلاں راوی

ضعیف ہے تو آپ اس کی تمام احادیث پر ضعف کا حکم لگا دیں گے چاہے وہ جتنی بھی ہوں اسی طرح جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ راوی ثقہ ہے تو اس کی تمام مرویات پر آپ صحت کا حکم لگا دیں گے ان کی تعداد چاہے جتنی ہو علاوہ ان احادیث کے جن کا ماہرین علم علل نے استثنا کر دیا ہو ان ہی استثناءات کو جاننے کی ضرورت ہے اور خدا کا شکر ہے وہ محفوظ اور مدون شکل میں موجود ہیں۔

اس طرح کی احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ عجوبہ روزگار امام دارقطنی کی کتاب "العلل الواردة فی الاحادیث النبویة" ہے، ہمارے علم کے مطابق اب تک اس کی گیارہ جلدیں زیر طبع سے آراستہ ہو گئی ہیں۔ ترمذی مسانید صحابہؓ پر ہے، صحابیؓ کے نام کی مدد سے اس میں روایت کو دیکھا جاسکتا ہے، اگر موجود ہو تو جو بھی صلت دارقطنی نے بیان کی ہوگی باعث اسے قفل کر سکتا ہے۔

اگر مطبوعہ حصہ میں اس صحابیؓ کا مسد نہ ملے تو چوں کہ کتاب مکمل موجود نہیں ہے اس لئے دوسری کتب علل کی جانب مراجعت کی جائے، اس فن کی دوسری اہم ترین کتاب ابن ابی حاتم کی "علل الحدیث" ہے، جس میں فقہی ترمذی پر احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم رازی سے پوچھ کر احادیث کی علتوں کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

تیسری بہت اہم کتاب امام ترمذیؒ کی کتاب "العلل الکبیر" ہے جس کی اصل ترمذی تو معلوم نہیں، کیا تھی؟ قاضی ابوطالب نے اس کو جامع ترمذیؒ کے ابواب پر مرتب کر دیا ہے جس کی وجہ سے استفادہ آسان ہو گیا ہے، اس میں ترمذیؒ نے خود بھی علتوں پر کلام فرمایا ہے اور عموماً امام بخاریؒ، امام دارقطنیؒ وغیرہ ماہرین علل کے حوالہ سے علتیں نقل بھی فرماتی ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابوں کی بھی مراجعت کرنی چاہیے۔

(۴) العلل ومعرفة الرجال: امام یحییٰ بن معین (م: ۲۴۳)

(۵) علل الحدیث: امام علی بن المدینی (م: ۲۴۴)

(۶) العلل ومعرفة الرجال: امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱)

(۷) المسند المعلل: امام یعقوب بن شیبہ (م: ۲۶۲)

(۸) العلل الصغیر: امام ترمذی (م: ۲۷۹)

(۹) تہذیب الآثار: ابن جریر طبری (م: ۳۱۰)

(۱۰) العلل المتناہیة فی الاحادیث الواہیة: ابن جوزی (م: ۵۹۷)

(۱۱) التاریخ الکبیر: امام بخاری (م: ۲۵۶)

(۱۲) المسند المعلل: ابوبکر یزید (م:)

(۱۳) المعجم الاوسط: امام طبرانی (م: ۳۶۳)

چوں کہ کتب حجاج کا اصل موضوع ہی احادیث کے درجات کو بیان کرنا اور ان کی علتوں کو تلاش کر کے ذکر کرنا ہے اس لئے "نصب الراية للزيلي، تلخیص الحبير لابن حجر" بلکہ ابن حجر کی حدیثی تحقیقات کا مجموعہ "موسوعة الحافظ ابن حجر الحديث" کی بھی ضرور مراجعت کرنی چاہیے، اگر ان مصادر میں زیر بحث حدیث کی کوئی علت مل گئی تو ذکر کر دی جائے ورنہ گمان غالب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی علت نہیں ہے۔ (حدیث اور فہم حدیث مع اضافہ)

سند پر حکم لگانے کا طریقہ

ان پانچ مراحل سے گزرنے کے بعد باحث اس پوزیشن میں آجائے گا کہ حدیث کی صرف سند پر حکم لگائے، چنانچہ تیسری شرط اتصال کے تحقق پر اطمینان حاصل ہونے کے ساتھ اگر اس نے "تقریب" کی مدد سے راوی کے مرتبہ کی بحیثیت جرح و تعدیل کے بھی شناخت حاصل کر لی تو اسے درج ذیل ترتیب سے حکم لگانا آسان ہو جائیگا۔

(۱) اگر سند کے تمام رواۃ دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ سے تعلق رکھتے ہو آپ کہہ سکتے ہیں "اسنادہ صحیح" اس کی سنج ہے۔

(۲) اگر سند میں کوئی راوی پانچویں یا چھٹے مرتبہ کا ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں "اسنادہ حسن" اس کی سند

حسن ہے۔

(۳) اگر سند میں کوئی راوی ساتویں یا آٹھویں یا نویں مرتبہ کا ہے تو آپ کہیں گے اسنادہ ضعیف " اس کی سند ضعیف ہے۔

(۴) اگر سند میں کوئی راوی دسویں مرتبہ کا ہے تو آپ کہیں گے "اسنادہ ضعیف جدا"، اس کی سند بہت ضعیف ہے۔

(۵) اگر سند میں کوئی راوی گیارہویں مرتبہ کا ہے تو آپ کہیں گے "اسنادہ متروک"، اس کی سند متروک ہے۔

(۶) اگر سند میں کوئی راوی بارہویں مرتبہ کا ہو تو آپ کہیں گے "اسنادہ موضوع"، اس کی سند موضوع ہے۔

داخل رہے کہ نتیجہ ہمیشہ ارذل کے تابع ہوتا ہے لہذا اگر کسی سند میں چار ثقہ رجال ہوں اور ایک راوی ضعیف ہو تو حکم ضعیف ہی ہونے کا لگے گا اور ان ثقہ لوگوں کا کوئی اثر نہ ہوگا کیوں کہ اس کوچہ میں ادنیٰ اہلی پر حاکم ہوتا ہے۔

سندوں کے تعلق سے یہ چھ احکام ہوئے ان ہی میں معاملہ دائرہ سائر ہوتا ہے پھر اگر پانچویں یا چھٹے مرتبہ والے راویوں کو ان ہی جیسے یا ان سے اچھے روایات سے متابعت حاصل ہو جائے تو ان کی سند پر کجج کا حکم لگ جائے گا یہ کجج بغیر ہوگی اور اس میں بھی وہی فرق مراتب ہوگا جو حسن لذاتہ میں تھا۔

ساتویں، آٹھویں اور نویں مرتبہ والوں کو اگر متابعت حاصل ہو جائے تو ان کی سند ضعیف سے اٹھ کر حسب مراتب حسن بغیرہ تک پہنچ جائے گی لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسنادہ حسن۔

دسویں سے لے کر بارہویں مرتبہ تک کے رجال کو تعدد طرق سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا یعنی ان کی سند میں کوئی قوت نہیں آتی۔ رہا متن تو دسویں مرتبہ والوں کی حدیث جب کہ خواحد و متابعات متعدد ہوں تو اس پر حسن بغیرہ کا حکم لگ سکتا ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس طرح کے کئی رجال کی احادیث

پر تعدد طرق کی وجہ سے حسن کا حکم لگایا ہے، البتہ گیارہویں اور بارہویں مرتبہ کے لوگوں کی حدیث کو تعدد طرق سے بالکل قاعدہ نہ پہنچے گا۔ (حدیث اور اہم حدیث)

اگر حافظ ابن حجر کی کتاب تخریب پر اعتماد نہیں کیا گیا یا حدیث صحاح ستہ و ملحقات صحاح ستہ کے علاوہ کی کتاب کی تھی جس کی وجہ سے مطول کتابوں کی مراجعت کی گئی ہو تو روات کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے جس طرح کے اقوال ہوں اس کے مطابق حکم لگادیا جائے جس کا اندازہ موجود نقشہ سے ہوگا۔ (نقشہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

مثال

مبتدی باحث کی آسانی کے پیش نظر ایک آسان مثال پیش کی جاتی ہے۔

اسناد کے دراسہ کو واضح کرنے کی غرض سے ایک سند کے دراسہ کو عملیہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

قال هناد بن السدي حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ يقول الله تعالى اعددت لعبادي الصالحين مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر قال ابو هريرة رضي الله عنه ومن بلد ما اطلعكم عليه فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين جزاء ابا ما كانوا يعملون

اس سند کے دراسہ کے مراحل

(۱) روات کی تعین

(۱) هناد بن السري

هناد بن السري کی تعین کے لیے ہم نے ”تہذیب الکمال“ کے حرف الحاء کی مراجعت کی تو

۳۰/۳۱۲: ۶۶۰۳ میں هناد بن السري کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات مذکور تھیں۔

عجم ۲: هناد بن السري بن مصعب — التميمي النادمي ابو السري الكوفي

روى عن سواہی معاویۃ الضریر سب موات سنة ۲۴۳ھ
واخرج له البخاری فی خلق افعال العباد و مسلم واصحاب السنن الاربعة

(۲) ابو معاویہ

یہ کنیت ہے، ہناد بن السری کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ ان کے ایک شیخ ابو معاویہ الضریر ہے، ابو معاویہ الضریر کے نام کو جاننے کے لیے ہم تہذیب الکمال میں باب الکئی کی مراجعت کریں گے مراجعت کے بعد (۳۰۳ / ۳۴) معلوم ہوا کہ ابو معاویہ الضریر کا نام محمد بن خازم ہے اور وہاں لکھا ہے کہ ان کے حالات ناموں میں گذر گئے ہیں، پھر ہم نے فصل المحدثین کی مراجعت کی، اس لیے کہ حافظ مزی نے حرف المم میں ان لوگوں کو مقدم کیا ہے جن کا نام محمد ہیں۔ ہم نے ۱۲۳ / ۲: ۵۱۷۳ پر محمد بن خازم کا ترجمہ مندرجہ ذیل طریقہ پر پایا۔

ع۔ محمد بن خازم التمیمی السعدي ابو معاویۃ الضریر الکوفی روى
عن۔ سليمان الاعمش وروى عنه۔ هناد بن السری۔۔۔ مات سنة ۱۹۵ و اخرج له
الجماعة (یعنی ان کی احادیث صحاح ستہ میں ہیں۔)

(۳) الاعمش

اعمش یہ لقب ہے، ہمیں اعمش کے شاگرد محمد بن خازم ابو معاویہ کے ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے شیوخ میں سلیمان الاعمش ہیں معلوم ہوا کہ اعمش کا نام سلیمان ہے، کمال نام معلوم کرنے کے لیے ہم تہذیب الکمال میں ”فصل فیمن اشتهر بلقب او نحوه“ کی مراجعت کریں گے مراجعت کے بعد ۳۵ / ۳۵ میں ہم نے اس طرح پایا الاعمش: سلیمان بن مهران پھر ہم نے حرف المم میں سلیمان بن مهران کا نام تلاش کیا تو ہم نے ۷۹ / ۱۲: ۲۵۷۰ پر سلیمان بن مهران کے بارے میں مندرجہ ذیل وضاحت پائی۔

ع۔ سلیمان بن مهران الاسدی الکاهلی مولاہم ابو محمد الکوفی الاعمش روی عن
 — ذکوان ابی صالح السمان و ابی صالح مولی ام ہانی — وروی عنہ — ابو معاویہ
 الضریر — سمعت ۱۴۸ روی لہ الجماعة (یعنی اعمش صحاح ستہ کے راوی ہیں)

(۴) ابو صالح

یہ کنیت ہے۔ ابو صالح سے مراد کون ہیں اس کی تعیین میں تھوڑی دشواری ہوگی اس لیے کہ
 ابو صالح کے شاگرد سلیمان اعمش کے ترجمہ میں دو ایسے ان کے شیوخ ہیں جن کی کنیت ابو صالح ہے، جیسا
 کہ ہم نے اعمش کے ترجمہ میں دیکھا وہ دو یہ ہیں (۱) ذکوان السمان (۲) ابو صالح مولی ام ہانی۔ اب
 ہم حضرت ابو ہریرہؓ کا ترجمہ دیکھیں گے، ہو سکتا ہے کہ ان کے شاگردوں میں دونوں میں سے کوئی ایک
 ہو جس سے وہ متعین ہو جائے۔ لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کے ترجمہ (۳۶۶/۳۴ : ۷۶۸۱) کی مراجعت
 کے بعد پریشانی میں اضافہ ہو گیا اس لیے کہ ان کے شاگردوں میں چند ایسے اشخاص ہیں جن کی کنیت
 ابو صالح ہے اور وہ یہ ہیں (۱) ابو صالح اشعری (۲) ابو صالح حنفی (۳) ابو صالح خزوی (۴)
 ابو صالح سمان (۵) ابو صالح مولی ضبابہ۔ ابو ہریرہؓ کے شاگردوں میں ابو صالح مولی ام ہانی کا ذکر
 نہیں ہے حالانکہ ابو صالح کے اساتذہ میں ابو ہریرہؓ بھی شامل ہیں جیسا کہ ابو صالح مولی ام ہانی
 (۶۳۶:۶/۴) کے ترجمہ میں روی عن کی فہرست میں ابو ہریرہؓ کا نام بھی موجود ہیں۔

شیوخ دلائل کے طریق سے سے ابو صالح کی تعیین میں ناکام ہونے کے بعد ہم دوسرے
 طریقہ سے تعیین کی کوشش کریں گے اور وہ دوسرا طریقہ تخریج حدیث کا طریقہ ہے۔ ہم نے جب اس
 حدیث کی تخریج کی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں اعمش عن ابی صالح کے طریق سے
 موجود ہے، پھر ہم نے تہذیب الکمال میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی کنیت ابو صالح ہے ان میں
 سے صرف ابو صالح ذکوان سمان ہی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ مذکورہ سند میں
 ابو صالح سے مراد ابو صالح ذکوان سمان ہیں۔ اب ہم نے تہذیب الکمال کے حرف الذال کی مراجعت کی

تو وہاں ابوصالح ذکوان کے بارے میں سرچہ ذیل معلومات تھیں۔

ع ذکوان ابوصالح السمان الزيات المدنی۔۔۔ کان یجلب السمن والزیت الی الکوفہ۔۔۔ روی عن۔۔۔ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وروی عنہ۔۔۔ سلیمان الاعمش مات سنة ۱۰۱ وبالمدينة

(۵) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ

صحابی مشہور، ان کا ترجمہ تہذیب الکمال ۳۲/۳۶۶:۳۶۸ پر موجود ہیں۔

(۲) رواۃ کے عادل و ضابط ہونے کی تحقیق

تعیین رواۃ کے بعد رواۃ کی عدالت و ضبط کے اعتبار سے تحقیق کا مرحلہ آتا ہے۔

مذکورہ سر میں واقع رجال کی تحقیق کے لیے ہم آسان طریقہ کے مطابق امام ذہبی کی ”الکاشف“، بخاری کی ”خلاصہ“ اور حافظ ابن حجر کی ”تقریب التہذیب“ کی مراجعت کرتے ہیں۔

(۱) ہناد بن السری

قال الذہبی فی الکاشف (۲۲۶/۳ رقم ۶۰۸) الحافظ الزاہد

وقال الخرزجی فی الخلاصۃ (۱۲۵/۳ رقم ۷۷۷۰) الحافظ الصالح وثقہ النسائی

وقال ابن حجر فی التقریب (ص ۷۷۲ رقم ۷۳۲۰) ثقہ

تینوں ائمہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ہناد بن السری ثقہ ہیں۔

(۲) ابو معاویہ محمد بن مخازم

قال الذہبی فی الکاشف (۳۷/۳ رقم ۱۸۸۵) الحافظ ثبت فی الاعمش وکان

مرجئاً

قال الخرزجی فی الخلاصۃ (۲۹۷/۲ رقم ۶۱۷۲) احد الاعلام قال احمد کان فی

غیر الاحمش مضطربا

وقال المجلی ثقة یری الار جاء وقال یعقوب بن شیبة ربما دلس

قال ابن حجر فی التقریب (ص ۴۷۵ رقم ۵۸۴۱) ثقة احفظ الناس لحديث

الاعمش وقد یهم فی حدیث غیره وقد رمی بالارجاء

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس میں محمد

بن خازم کو دوسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ دوسرے طبقہ والوں کی تدلیس ان کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ سے ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک قابل برداشت ہے اور دوسرے طبقہ والے اکثر ثقہ ہی سے تدلیس کرتے ہیں۔

ان اقوال سے نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ محمد بن خازم ہماری اس روایت میں ثقہ ہیں اس لیے ان کی

یہ روایت اعمش سے ہے اور اعمش سے نقل کرنے میں بقول ابن حجر وہ احفظ الناس ہیں، جہاں تک ارجاء کی جہت کی بات ہے تو یہ بھی نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ حدیث کا مضمون ارجاء کی دعوت پر مشتمل نہیں ہے اور جہاں تک تدلیس کے حکم کی بات ہے تو محمد بن خازم کی تدلیس قابل برداشت ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے لکھا ہے۔

(۳) سلیمان بن مہران اعمش

قال الذہبی فی الکاشف (۴۰۱/۱ رقم ۲۱۵۳) الحافظ احد الاعلام

قال الخزر جی فی الخلاصة (۴۱۹/۱ رقم ۲۷۴۸) احد الاعلام الحافظ القراء قال

ابن عیینة كان اقراهم واحفظهم واعلمهم وقال عمرو بن علی كان یسمى المصحف لصنقه

وقال المجلی، ثقة ثبت وقال النسائی ثقة ثبت وعده فی المدلسین

قال ابن حجرؒ فی التقریب (ص ۲۵۴ رقم ۲۶۱۵) ثقة حافظ عارف بالقراءات

ورع لكنه بدلس

حافظ ابن حجرؒ تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس (ص ۶۷) دوسرے طبقہ میں اعش کا ذکر کیا ہے جن کی تدلیس قابل برداشت ہے۔
ان اقوال کی روشنی میں یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اعش ثقہ ہے اور تدلیس کا حکم ان کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

(۴) ابو صالح ذکوان السمان الزیات

قال الذهبي في الكاشف (۲۹۷/۱ رقم ۱۵۰۲) من الائمة الثقات
قال الخزرجي في الخلاصة (۳۱۱/۱ رقم ۱۹۷) قال احمد ثقة ثقة
قال ابن حجر في التقریب (ص ۲۰۳ رقم ۱۸۴۱) ثقة ثبت
ان اقوال کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ابو صالح ثقہ ہیں

(۵) ابو هريرةؓ

قال الذهبي في الكاشف (۳۸۵/۳ رقم ۲۳۳) كان حافظا مفتيا ذكيا متقيا صاحب
صيام وقيام وولي امرة المدينة توفي سنة ۵۷ وقال جماعة سنة ۵۹ وروى له الجماعة
وقال الخزرجي في الخلاصة (۲۵۲/۳ رقم ۵۲۹) الحافظ له خمسة آلاف
وثلاثمائة واربعة وسبعون حديثا (۵۳۷۴)
وقال ابن حجر في التقریب (ص ۲۸۰ رقم ۸۴۲۶) الصحابي الجليل حافظ
الصحابة

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ اس سند کے تمام رجال عادل و مضابط ہیں۔

(۳) سند کے متصل ہونے کی تحقیق

سند کے متصل ہونے کی تحقیق کے لیے ان الفاظ و کلمات کو دیکھا جائے گا۔ جنہیں مذکورہ سند کے

رواۃ نے استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح اس سند کے راویوں کے ایک دوسرے سے سماع سے متعلق امر جرح و تعدیل کے اقوال کی طرف بھی مراجعت کی جائے گی۔ اس سند میں حناد نے اپنے شیخ ابو معاویہ سے نقل کرتے وقت ”حَدَّثَنَا“ کا لفظ استعمال کیا ہے یہ صراحۃً سماع پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے رواۃ (ابو معاویہ، الضری، اعش، ابوصالح) نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو سماع اور غیر سماع دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ بھی سماع پر ہی محمول کیے جاتے ہیں جب کہ استعمال کرنے والے تدریس میں مشہور نہ ہو اور اگر ان الفاظ و کلمات کو استعمال کرنے والے تدریس میں مشہور ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ وہ مدلسین کے پہلے اور دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تدریس امر جرح و تعدیل کے نزدیک قابل برداشت ہوتی ہے یا ان کا تعلق تیسرے، چوتھے اور پانچویں طبقے سے ہیں جن کی مصعن روایت مقبول نہیں ہوتی۔ کتب تراجم دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابو معاویہ، الضری اور سلیمان اعش دونوں کبھی کبھی ثقات سے تدریس کرتے ہیں اور یہ دونوں مدلسین کے دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی مصعن روایت معتبر ہوگی اور اس مصعنہ کو بھی اتصال پر ہی محمول کیا جائے گا۔ جہاں تک ان رواۃ کے ایک دوسرے سے سماع کے متعلق علمائے جرح و تعدیل کے اقوال کی بات ہے تو وہ اقوال کافی مقدار میں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مذکورہ سند متصل ہے۔

(۴-۵) سند کا شد و ذو علت سے صحیح و سالم ہونا

اس مذکورہ حدیث کی تخریج اور کتب حدیث اور کتب علل سے متعدد طرق کو جمع کرنے کے بعد ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوگئی اس روایت میں موجود رواۃ نے نہ ثقات کی مخالفت کی ہے نہ اوثق کی مخالفت کی ہے اور نہ ضعیف کی مخالفت کی ہے معلوم ہوا کہ یہ سند شد و ذو علت سے صحیح و سالم ہے۔

خلاصہ

مذکورہ بالا تمام تصریحات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس سند کے تمام رواۃ ثقات ہیں۔ سند

حاصل ہے اور سند شذوذ و علت سے صحیح و سالم ہے اس لیے ہم اس سند پر صحیح الاسناد ہونے کا حکم لگا سکتے ہیں۔ انھی (تخریج الحدیث نشأته ومنهجيته)

نوٹ : مذکورہ بالا سند کے در اس کے مراحل سے گزرنے کے بعد باحث اس درجہ پر آجائے گا کہ وہ سند پر کوئی حکم لگا سکے اور وہ سند پر حکم لگاتے وقت یہ تعمیرات اختیار کرے گھٹنا حدیث صحیح الاسناد یا اسنادہ صحیح یا ہذا حدیث حسن الاسنادہ حسن یا ہذا حدیث ضعیف الاسناد یا اسنادہ ضعیف

ان مراحل کو طے کرنے کے بعد حدیث پر حکم لگاتے ہوئے اس طرح نہ کہے گھٹنا حدیث صحیح یا ہذا حدیث حسن یا ہذا حدیث ضعیف کیوں کہ "حدیث صحیح" یا "حدیث حسن" کہنے کی صورت میں کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی حدیث جس کی سند اس سے زیادہ قوی ہو وہ اس کے معارض پیش آجائے چنانچہ جس حدیث پر صحت کا حکم لگ چکا ہے اب وہ شاذ ہو جائے گی یا ممکن ہے کہ بعد میں کوئی علت ظاہر ہو جائے جو اس کی صحت کے منافی ہو جس پر باحث مطلع نہیں ہو سکا تھا۔ اسی طرح ہذا حدیث ضعیف کہنے کی صورت میں ممکن ہے کہ اسے بعد میں کوئی متابع یا شاہد مل جائے جس سے قوت پا کر وہ سند حسن بغیر ہتک پہنچ جائے تو ان سب صورتوں میں باحث کو اپنے ساہجہ حکم میں تبدیلی کرنی پڑے گی جس سے اس کا علمی وقار مجروح ہوگا۔ (حدیث اور فہم حدیث)

متن کی تحقیق کا طریقہ کار اور اس کے مراحل

متن کی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کی تحقیق کرنا کہ یہ متن اسباب ضعف سے صحیح و سالم ہے یا نہیں ہے؟ علما کے اقوال کے مطابق متن حدیث میں ضعف پیدا کرنے والے اسباب شذوذ اور علت میں منحصر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ متن کے در اس میں اس بات کی تحقیق کر لی جائے کہ یہ حدیث شذوذ و علت سے صحیح و سالم ہے یا نہیں ہے؟

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کی سند کے رجال ثقات میں سے ہو تو حدیث بھی صحیح ہوتی ہے اور سند

کے رجال ضعیف میں سے ہو تو حدیث بھی ضعیف ہوتی ہے اور سند کے رجال کذاب ہو تو حدیث بھی موضوع ہوتی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سند کے رجال تو ثقات ہوتے ہیں لیکن متن حدیث میں کوئی ایسی غامی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ حدیث ضعیف، منقطع و مردود یا موضوع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کبھی سند کے رجال میں کوئی کذاب ہوتا ہے لیکن وہی حدیث کسی ایسی سند سے مروی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ حدیث صحیح ہوتی ہے لیکن کذاب والی سند پر وضع کا حکم لگتا ہے اس لیے کہ باحث کو چاہیے کہ سند کے در اسے تحقیق کے بعد متن حدیث کو بھی در اسے کے مراحل سے گزار کر اس کے صحیح، ضعیف اور موضوع ہونے کا فیصلہ کر لے، یعنی اس بات کی تحقیق کر لے کہ یہ متن شذوذ و علت سے صحیح و سالم ہے یا نہیں ہے؟ وہ اسباب جو متن کے ضعف کو واجب کرنے والے ہیں۔

(۱) متن میں شذوذ کا واقع ہونا

شذوذ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ٹکڑے چھ ٹکڑات کی مخالفت کرے یا ٹکڑے اپنے سے زیادہ اوٹنی کی مخالفت کرے یہ مخالفت چھ اعتبار سے ہوتی ہے (۱) متن میں ایسی زیادتی کر دینا جس کی وجہ سے حکم بدل جائے (۲) متن میں قلب (الٹ پھیر) کا واقع ہو جانا (۳) متن میں اضطراب یعنی رداۓ الگ الگ حل کریں (۴) متن میں ادراج کر دینا (۵) تصویف و تحریف یہ تمام عیوب کا علم دو طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ (۱) حدیث کے مختلف طرق و اسانید کو جمع کیا جائے اور ان کا باہم مقارنہ کیا جائے یہاں تک کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ راوی دوسرے ثقات یا اوٹنی کی مخالفت کر رہا ہے یا موافقت کر رہا ہے۔ (۲) اس حدیث کے متن کے بارے میں کتب حل حدیث اور شروحات میں اقوال علما کو دیکھا جائے۔

اب مخالفت کی مذکورہ بالا اقسام کو مع اصطلاح واضح کیا جاتا ہے۔

(۱) متن میں ایسی زیادتی کی مثال جس زیادتی کی وجہ سے حکم بدل جائے

رواہ مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ فرض زکوۃ الفطر من رمضان علی الناس صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر علی کل حر او عبد ذکر او انثی من المسلمین امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام مالک نے نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ کے طریق سے اس حدیث کو نقل کیا اور اس میں من المسلمین کا اضافہ کر دیا ہے جب کہ اسی روایت کو حبیبا اللہ، عمر، ایوب اور دیگر لوگوں نے نافع عن عمر عن النبی ﷺ سے اس زیادتی کے بغیر نقل کیا ہے۔

”من المسلمین“ کی اس زیادتی کی وجہ سے صدقہ فطر کا حکم بدل جاتا ہے اگر من المسلمین کی زیادتی نہ ہو تو صدقہ فطر کا حکم مام ہوگا یعنی آدمی کی ملکیت میں چاہے مسلمان غلام ہو یا کافر غلام ہو، سب کی طرف سے آقا کو صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا، بلکہ احناف اور دیگر لوگوں کا مسلک ہے اور من المسلمین کی زیادتی کی صورت میں مسلمان غلام کی طرف سے آقا پر صدقہ فطر واجب ہوگا اور کفار غلام کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہ ہوگا یہ جمہور اہل علم کا قول ہے، اس بات کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ گویا امام مالک نے چند آدمیوں (حبیب اللہ، ایوب اور دیگر لوگوں) کی مخالفت کی ہے اس لیے من المسلمین کی زیادتی والا متن شاذ ہے جو ضعف کا ایک سبب ہے۔

(۲) متن حدیث میں قلب واقع ہونے کی مثال

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ سبعة یظلہم اللہ فی ظل عرشہ یوم لا ظلہ --- ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتی لا تعلم بمینہ ما انفق شمالہ اس حدیث کے متن میں امام مسلم کے شیخ یحییٰ بن سعید القطان سے قلب ہو گیا اور انھوں نے ”حتی لا تعلم شمالہ“ کے بجائے ”لا تعلم بمینہ“ روایت کر دیا۔ اس بات کی تائید بخاری شریف کی روایت سے ہوتی ہے۔ بخاری شریف میں یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے رجل تصدق بصدقة فأخفاها حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق بمینہ نیز معروف طریقہ کے مطابق دایاں ہاتھ ہی خرچ کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت اور معروف طریقہ کی وجہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں بھی بن سعید القطان سے روایت میں قلب واقع ہو گیا۔ مقلوب ہونا روایت کے شاذ ہونے کا ایک سبب ہے۔ اس لیے کہ بھی بن سعید نے ثقات کی مخالفت کی ہے اور شذوذ کی وجہ سے روایت میں ضعف پیدا ہوتا ہے مسلم شریف کی یہ روایت سند کے اعتبار سے تو صحیح الاسناد ہے اس لیے کہ تمام رواۃ ثقات ہیں لیکن متن کے اعتبار سے شاذ ہے۔

(۳) متن حدیث میں اضطراب کی مثال

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال جاء رجل الى النبي ﷺ فقال ان امي ماتت وعليها صوم افاصوم عنها؟ فقال ارأيت لو كان عليها دين اكنت تقضيه؟ قال نعم قال فدين الله احق ان يقضى (التمهيد لابن عبد البر)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل طریقہ سے اختلاف و اضطراب ہوا ہے

(۲) ایک جماعت نے امش کے طریق سے اس طرح روایت کیا ہے کہ ابن عباس

رضی اللہ عنہما قال جاء امرأة الى النبي ﷺ فقالت ان اختي ماتت وعليها صيام

(۳) اور بعض نے اس طرح روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان امرأة جاءت

الى النبي ﷺ فقالت انه كان على امها صوم شهر افاقضيه عنها؟

(۴) روى مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن

عبد الله بن عباس رضي الله عنهما ان سعد بن عبادَةَ استفتى رسول الله ﷺ ان امي ماتت

وعليها نذر ولم تقضه فقال رسول الله ﷺ اقضه عنها

(۵) امام مالک کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما

ان سعدا قال يا رسول الله ﷺ اينفع امي ان اتصدق عنها وقد ماتت؟ قال نعم قال فما تأمرني؟

قال اسق المعاء

پانچوں روایتیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہیں اور حرام روایتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اختلاف کی صورتیں کچھ اس طرح ہیں۔

پہلی روایت میں سائل ایک آدمی ہے جس نے اپنی فوت شدہ اس والدہ کے متعلق سوال کیا جس کے ذمہ روزے باقی تھے۔

دوسری روایت میں سائل ایک عورت ہے جس نے اپنی اس فوت شدہ بہن کے متعلق سوال کیا جس کے ذمہ روزے باقی تھے۔

تیسری روایت میں سائل عورت ہے جس نے اپنی اس فوت شدہ والدہ کے متعلق سوال کیا جس کے ذمہ روزے باقی تھے۔

چوتھی روایت میں سائل حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنی اس فوت شدہ والدہ کے متعلق سوال کیا جن کے ذمہ روزے باقی تھے۔

پانچویں روایت میں سائل حضرت سعدؓ ہیں جنہوں نے اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے صدقہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔

متن حدیث میں ان اختلافات کی وجہ سے حافظ ابن عہد البر نے اس روایت کو مضطرب قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں راوی تو ثقات ہیں جس کی وجہ سے سند صحیح الاسناد ہے لیکن متن میں اضطراب کی وجہ سے شدیداً پیدا ہو گیا۔

(۴) متن حدیث میں ادراج کی مثال

قال ابو داؤد رواة عن شيخه عبيد الله بن محمد النخعي حدثنا زهير حدثنا الحسن بن الحر عن القاسم بن مخيمرة قال اخذ علقمة يدي وحدثني ان عبد الله بن مسعود اخذ بيده وان رسول الله ﷺ اخذ بيده فعلمه التشهد في الصلاة فسب وفي اخره اذا قلت هذا او قضيت هذا فقد قضيت صلواتك ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد

اس حدیث کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اذقلت هذا۔ الی اخرہ والی زیادتی مدرج ہے اس لیے کہ شاہ بن سوار نے زہیر سے اس روایت کو جب نقل کیا تو آپ ﷺ پر عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کے درمیان فصل کر دیا اور اس طرح روایت کیا فان عبد اللہ اذقلت ذلک۔ الی اخرہ

شاہ بن سوار کے طریق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عبد اللہ بن محمد انفسی نے متن حدیث کے ساتھ عبد اللہ بن مسعودؓ کے ارشاد کا ادراج کر دیا۔ اس مخالفت کی وجہ سے یہ روایت شاذ ہو گئی۔

(۵) متن حدیث میں تصحیف و تحریف کی مثال

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نہی رسول اللہ ﷺ عن الحلق قبل الصلوة يوم الجمعة (رواہ احمد فی مستندہ)

حلق حاء کے کسرہ اور لام کے زیر کے ساتھ حلقہ کے معنی میں ہے یعنی آپ ﷺ نے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے قبل حلقہ کا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

امام خطابی فرماتے ہیں بہت سے محدثین اسے عن الحلق (حاء کے فخر اور لام کے سکون کے ساتھ) روایت کرتے تھے اور اس کے معنی بیان کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے قبل سر موٹانے سے منع فرمایا ہے۔ امام خطابی آگے فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے ایک استاد نے بیان کیا کہ اس حدیث کی وجہ سے میں نے چالیس سال سے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے کبھی سر نہیں موٹایا۔ یہ تصحیف و تحریف فی المتن کی مثال ہے، نکات کی مخالفت کرتے ہوئے اس طرح (حلق) روایت کرنے کی وجہ سے متن میں شذوذ پیدا ہو جائے گا جو سبب ضعف ہے اگرچہ سبب درست ہو۔

☆ شذوذ سے متعلق بات مکمل ہوئی، اب متن میں ضعف پیدا کرنے والے دوسرے سبب سے متعلق کچھ باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۲) متن کا معلول ہونا

حلت وہ سبب حقیقی ہے جو متن حدیث میں عیب پیدا کر دے۔ مندرجہ ذیل اسباب کے پائے جانے کی وجہ سے متن معلول ہو جاتا ہے۔

○ متن حدیث میں کسی ایسی بات کا ذکر ہو جو قرآن مجید کے مخالف ہو۔ (۱) متن حدیث میں کوئی ایسی بات ذکر کی گئی ہو جو شریعت کے مقاصد کے خلاف ہو۔ (۲) متن حدیث میں ایسی کسی بات کا ذکر ہو جو تاریخی صحیح واقعہ کے خلاف ہو۔ (۳) متن حدیث میں ایسی کوئی بات ہو جو عقل سلیم کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ (۴) متن حدیث میں کوئی ایسی بات ہو جو حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔ (۵) حدیث میں کوئی ایسی بات ہو کہ اس کے معنی کی رکاکت و قارشوی تعارض کے خلاف ہو۔ (۶) حدیث مجازت پر محمول ہو یعنی اس میں کسی معمولی نکتہ پر غیر معمولی اور مبالغہ کے ساتھ جواب بتلایا گیا ہو یا کوئی ایسی بات بیان کی گئی ہو جو محیر العقول ہو۔

اب ہر سبب کو مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔

(۱) حدیث کا قرآن کے مخالف ہونا

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بيدي فقال خلق الله التربة يوم السبت وخلق فيها الجبال يوم الاحد وخلق الشجر يوم الاثنين وخلق المكروه يوم الثلاثاء وخلق النور يوم الاربعاء وبث فيها الدواب يوم الخميس وخلق ادم عليه السلام بعد العصر من يوم الجمعة في آخر ساعة من ساعات الجمعة فيها بين العصر الى الليل۔ (رواه مسلم كتاب صفات المنافقين باب اجله المخلوق: ۲۱۴۹)

مذکورہ بالا حدیث میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ تخلیق کی مدت سات دن ہیں اور قرآن مجید

کی اس آیت میں (اللہ الذی خلق السموات والارض وما بينهما فی ستة ايام ثم استوی علی العرش) ذکر کیا گیا کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کی تخلیق میں چھ دن لگے۔ اس وجہ سے مذکورہ بالا مسلم شریف کی حدیث مزاحہ قرآن کے خلاف ہے اس بنا پر ابن القیم نے لکھا ہے کہ اس

حدیث کا مرفوع ہونا غلط ہے دراصل یہ کعب احبار کا کلام ہے۔ یہی بات امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے اپنی کتاب ”التاریخ الکبیر“ میں ذکر کی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ: اس حدیث پر ان لوگوں نے طعن کیا ہے جو امام مسلمؒ سے زیادہ علم والے تھے جیسے یحییٰ بن معین، امام بخاریؒ وغیرہ بلکہ امام بخاریؒ نے قائل کیا ہے کہ یہ کلام کعب احبار کا کلام ہے۔

لیکن۔۔۔ حضرت ابوہریرہؓ کا قول ”أخذ رسول الله ﷺ بيدي، فقال“ امام بخاری کے قول کو رد کر دیتا ہے اس لیے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول ابوہریرہؓ کے آپ ﷺ سے اس حدیث کی سماع پر دلالت کرتا ہے۔

ابن کثیر نے ایک دوسری وجہ سے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں آسمانوں کی تخلیق کا کوئی تذکرہ نہیں ہے صرف زمین اور ما فیہا کی تخلیق کا ذکر ہے حالانکہ قرآن کی آیت میں آسمانوں کی تخلیق کا بھی ذکر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں مسلم شریف کی یہ حدیث متناً معلول ہو جائے گی۔ سداً اگرچہ صحیح ہے۔

(۲) حدیث کا مقاصد شریعت کے خلاف ہونا

حدیث ابو حسن احمد کم ظنہ بحجر لنفعہ اللہ بہ

امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور ان کے شاگرد ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ یہ ان بت پرستوں کا کلام ہے جو بتوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔
ابن الجوزیؒ نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب للموضوعات الکبریٰ میں ذکر کیا ہے۔

ان لوگوں نے اس حدیث کے موضوع ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک وضاع راوی ہے۔ میں (ابواللیث خیر آبادی) کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث کی سند مقبول ہو تو بھی

یہ حدیث موضوع ہے اس لیے کہ اس حدیث میں شریعت کے اہم مقصد تو حید کی مخالفت اور شرک باللہ کی تائید ہے۔

(۳) تاریخ سے ثابت شدہ حقیقت کے مخالف ہونا

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان المسلمون لا ينظرون الى ابی سفیان ولا یقاعدونه فقال للنبی ﷺ یا نبی اللہ ! ثلاث اعطینهن ؟ قال نعم قال عندی احسن العرب واجمله ام حبیبہ بن ابی سفیان ازوجکھا قال نعم۔ الحدیث

یہ حدیث تاریخ سے ثابت شدہ حقائق کے بالکل مخالف ہے، اس لیے کہ حضرت ابوسفیانؓ فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور بنی اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہؓ سے ۶ھ میں نکاح فرمالیا تھا، جب کہ حضرت ام حبیبہؓ حبشہ میں تھیں اور خواہشی لے آپ ﷺ کی طرف سے ہجر ادا کیا تھا۔ پھر کیسے یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ ۸ھ کے بعد یا ۸ھ میں آپ ﷺ حضرت ابوسفیانؓ کی ولداری کے طور پر ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے ام حبیبہؓ سے نکاح فرمایا ہو۔ اسی وجہ سے ابن حزم نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے موضوع لاشک فی وضعہ (تخریج الحدیث ص ۲۸۵)

اگرچہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن متن معطل ہے۔

(۴) حدیث کا عقل سلیم کے مخالف ہونا

ذکر ابن الجوزی من طریق عبدالرحمن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہ مرفوعا ان سفینۃ نوح طافت بالبیت سبعاً و صلت عند المقام رکعتین۔ (تدریب الراوی ۱/ ۲۳۵)

اس حدیث میں ایک ایسی بات کہی گئی ہے جو عقل سلیم کے مخالف ہے۔

(۵) متن حدیث کا حس اور مشاہدہ کے خلاف ہونا

عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً عن مرفوعاً من حدث حدیثاً فاعطس عندہ فہو حق کہ جو آدمی کوئی بات

بیان کرے اور اس وقت اسے چھینک آجائے تو وہ بات درست ہوگی۔

اس حدیث کی امام نوویؒ نے تحسین کی ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے اور دیگر علما نے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اگرچہ اس کی سند سورج کی طرح روشن ہو۔

ابن القیم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند کو اگرچہ بعض لوگوں نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس حدیث کے موضوع ہونے کی گواہی دیتی ہے اس لیے کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں آدمی چھینک کھا کر بھی جھوٹ بولتا ہے اور اگر حدیث نبوی ﷺ بیان کرتے وقت ایک لاکھ لوگوں کو بھی چھینک آجائے تو محض چھینک کی وجہ سے ہم اس حدیث کی صحت کا فیصلہ نہیں کر سکتے اور جھوٹی گواہی دیتے وقت شاہدین کو چھینک آجائے تو ان کی تصدیق نہیں کی جاتی ہے۔

(۶) متن حدیث کا مجازت (بے نگاہی باتوں) پر مشتمل ہونا

یعنی حدیث میں کسی معمولی نیکی پر غیر معمولی اور مبالغہ کے ساتھ ثواب بتلایا گیا ہو یا معمولی گناہ پر بہت بڑی وعید بیان کی گئی ہو یا کوئی محیر العقول بات بیان کی گئی ہو۔

جیسے ایک حدیث میں بیان کیا گیا کہ قال لا اله الا الله خلق الله من تلك الكلمة طائر

سبعون الف لسان لكل لسان سبعون الف لغة يستغفرون الله (المنار المنيف)

اس حدیث میں ایک بے نگاہی بات بیان کی گئی ہے جو حدیث موضوع ہونے کی ایک علامت

ہے۔ اور جیسے من طول شاربه في دار الدنيا طول ندامته يوم القيامة وسلط عليه بكل شعرة على

شاربه سبعين شيطانا فان مات على ذلك الحال لاستجاب له دعوة ولا تنزل عليه رحمة

(الموضوعات الكبرى)

یہ حدیث بے نگاہی باتوں پر مشتمل ہے۔

(۷) حدیث کا رکیک المعنی ہونا

جو حدیث ایسی ہو کہ اس کے معنی کی رکاکت و قارنبوی ﷺ کے خلاف ہو وہ قابل قبول نہیں۔

رکات کا تعلق صرف معنی سے ہے اور اسی کو حدیث کے موضوع یا معلل ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے اگرچہ الفاظ میں رکات موجود نہ ہو اس لئے کہ دین محاسن پر مشتمل ہے اور معنوی رکات اس کے خلاف ہے اور اگر صرف الفاظ ہی میں رکات موجود ہو تو محض اس کو وضع حدیث کا سبب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی کی ہو اور فصیح الفاظ کو غیر فصیح میں تبدیل کر دیا ہو لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ اس کے الفاظ حضور ﷺ کے الفاظ ہیں تو پھر اس کو کاذب قرار دیا جائیگا۔

اس قاعدہ کے مطابق کتب موضوعات میں بہت سی حدیثیں ہیں جو سند کے اعتبار سے بھی موضوع ہیں۔

چند مثالیں

- (۱) اذابتتم الیہ برینہ فابعثوا حسن الوجه حسن الاسم۔
- (۲) اربع لا تشیع من اربع: الثی من ذکر وارض من مطر وعین من نظر واذن من غیر
- (۳) الہاذنجان لما اکل لہ
- (۴) الہاذنجان شفاء من کل داء
- (۵) علیکم بالعدس فانہ مبارک یرقی القلب ویکثر الدمعة قدس فیہ سبعون نیلا۔

متن کے دراسہ کی مثال

متن کے دراسہ کی مثال کے طور پر ہم اسی حدیث کو اختیار کریں جس حدیث کو ہم نے دراسہ السنہ کی مثال کے طور پر ذکر کیا تھا۔ یعنی حنا وبن سری کے طریق سے منقول حدیث عددت لعبادی الصالحین ما لا ھین رأیت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر

جیسا کہ ماقبل میں گذرا کہ جب ہم اس حدیث کی سند کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کی تصحیح ہے، اب متن کا دراسہ کرنے کے لیے اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنا ہوگا اور شد و ذہمت کی

تحقیق کے لیے اس حدیث کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کو تلاش کرنا ہوگا۔

جب ہم نے حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کے الفاظ میں کسی طریق میں نہ کوئی زیادتی واقع ہوئی ہے اور نہ کمی واقع ہوئی ہے اور ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے اس حدیث کے بارے میں کوئی ایسا کلام بھی نہیں کیا ہے جو موجب ضعف ہو اور یہ حدیث نہ قرآن کے مخالف ہے نہ شریعت کے مقاصد کے مخالف ہے اور نہ تاریخ کے مخالف ہے نہ عقل و حس کے مخالف ہے اور نہ محاذ رفت پر مشتمل ہے اور نہ رکاکت پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کا متن شد و ذہمت سے صحیح و سالم ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ یہ حدیث سند اور متن دونوں اعتبار سے صحیح ہے۔ یہ مطلوبہ حدیث کا دراسہ ہوا پھر حدیث کے متابعات و شواہد کا دراسہ کیا جائے، اور پھر مجموعی اعتبار سے حکم لایا جائے۔

ایک مثال

عن طلق بن حبيب قال جاء رجل الى ابي الدرداء رضي الله عنه فقال يا ابا الدرداء! قد احترق ببعك قال ما احترق لم يكن الله عز وجل ليفعل ذلك بكلمات سمعتهن من رسول الله ﷺ من قالهن اول نهاره لم تصيبه مصيبة حتى يمسي ومن قالهن آخر النهار لم تصيبه مصيبة حتى يصبح۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ الْعَظِيمِ، مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَرَجٍ نَفْسِي وَمِنْ هَرَجٍ كُلِّ ذَاتٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

واقعہ کی تخریج

عمل اليوم والليلة لابن السني (ص: 54) حديث 57، الدهاء للطبراني (ص:

(128) حدیث 343، دلائل النبوة للبيهقي (7/121)، الأسماء والصفات للبيهقي (1/423) حدیث 344، مكارم الأخلاق للخرائطي (ص: 283) حدیث 868، العرش والعرش للقرام الحنة (1/233) حدیث 340، العلل المتناهية في الأحاديث الواهية (2/351) حدیث 1400۔

حدیث کا حال: شدید الضعف

مذکورہ بالا کتب احادیث میں اس واقعہ کی اسانید کا مدار یہ ہے:

هذبة بن خالد، عن أخطب بن قيس الشافعي، عن الحجاج بن فوزة، عن طلق بن حبيب
اس حدیث کی علت (أخطب بن قيس الشافعي) ہے، جو بہت زیادہ مجروح راوی ہے، امام بخاری نے کہا منکر الحدیث، ابن معین کہتے ہیں: ليس بشيء، اور ابن عدی کی رائے ہے: أحادیث غیر محفوظہ، ابن الجوزی نے لکھا ہے: هذا حدیث لا یثبت وألفه من الأخطب، والله أعلم۔ دیکھئے: میزان الاحترار (1/273)

لہذا یہ حدیث شدید الضعف ٹھہری، مگر بعض حضرات جو اس روایت کو بالکل ساقط الاعتبار قرار دے رہے ہیں، اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ دعا اگر معتبر ہوئی تو ادعیہ داؤدار کی کتابوں میں اسے جگہ دی جاتی، ان کی یہ بات درست نہیں ہے۔

مجموع جواب کی تفصیل یہ ہے کہ: مختلف کتب مراجع کی طرف رجوع کرنے سے مجھے اس روایت کی ایک متابعت اور تین شواہد مل گئے، جس کی تفصیل یہ ہے:

اخطب بن قيس کی متابعت

ابن عساکر نے تاریخ دمشق (64/118) میں اس حدیث کی سند اس طرح ذکر کی ہے:

... القاسم عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البهري، حدثنا هذبة بن خالد القيسي، حدثنا

دہلم بن خروان ، حدثنا الحجاج بن فراسة ، عن طلق بن حبيب قال : جاء رجل إلى أبي الدرداء وقال : يا أبا الدرداء احرق بيعك ... فلذكر الحديث
ابن عساکر فرماتے ہیں : کذا قال : (عن دہلم بن خروان) وإنما يرويه خليفة عن الأغلّب بن ميم عن الحجاج۔

ابن عساکر نے سند میں (دہلم بن خروان) کے ذکر کی غراہت محسوس کرتے ہوئے مشہور سند نقل کی ہے، لیکن غلط قرار نہیں دیا ہے۔ تو دہلم کی متابعت سے اغلّب کا تقرر درہور ہو گیا، اور سند کو توثیق مل گئی۔ دہلم بن خروان کی علامت حدیث نے توثیق کی ہے۔

روایت کے شواہد

پہلا شاہد: حسن بصری کی روایت

خَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ خَدَّثَنَا عَمَّا ذَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : خَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُلٍّ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ : كُنَّا بِلُجَّةٍ مَعَ زَيْدِ بْنِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ : أَخْبِرْكَ فَقَدْ اخْتَرَقَتْ دَارُكَ ، فَقَالَ : مَا اخْتَرَقَتْ دَارِي ، فَلَنَبْتَ ثُمَّ جَاءَ فَقِيلَ لَهُ : أَخْبِرْكَ دَارُكَ فَقَدْ اخْتَرَقَتْ ، فَقَالَ : لَا وَاللَّهِ مَا اخْتَرَقَتْ ... الحديث

تخریج

بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث (953/2) عمل اليوم والليلة لابن السني (ص: 55)

سند کا حال

یہ سند ضعیف ہے، معان مجہول الحال ہے، اس کے شیخ بھی اجل مبہم لا یعرف، صحابی کا نام بھی مذکور نہیں ہے۔ لیکن حافظ نے (لسان المیزان 8/98) میں کہا وَاظَنَّهُ مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ الَّذِي أَخْرَجَهُ الْوَالِدُ. معان بن رفاعہ کی توثیق ابن المدینی، دحیم، احمد وغیرہ نے کی ہے۔

اور ابن حجر "تتائج الأفكار" (304/2) میں فرماتے ہیں: "وہذا السند ضعيف؛ من أجل الرجل الخبهم، ويغد تفسير الصحابي المذكور بأبي الدرداء؛ لأن الحسن البصري لم يلقه؛ قال أبو زرعة الرازي: "الحسن عن أبي الدرداء مرسل"۔

دوسرا شاہد: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت

635—حدثنا أبو القاسم جبريل بن محمد بهمدان، حدثنا محمد بن إسحاق المكنب، وأبو حفص عمر بن حفص المستملي، قالوا، حدثنا محمد بن إدريس، حدثنا عبد الرحمن بن يحيى بن إسماعيل بن عبيد الله المنحزمي، حدثنا يزيد أبو خالد، سمعت مكحولاً يقول: جاء رجل إلى أبي هريرة رضي الله عنه، فقال: يا أبا هريرة قد وقعت النار في منزلك، قال: لا والله ما وقعت النار في منزلي، ثم جاءه آخر فقال: يا أبا هريرة قد أذهب منزلك، قال: لا والله ما أذهب منزلتي، ثم جاء آخر فقال: يا أبا هريرة قد ذُفِعَ عن منزلك، قال: قد علمت أو عرفت، فقال له قاتل: والله ما ندرى أيّ قولك أحجب الأول أم الثاني، فقال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

(من قال: اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت، عليك توكلت وأنت رب العرش العظيم، لا إله إلا الله والله أكبر وسبحان الله ولا حول ولا قوة إلا بالله، ما شاء الله كان، وما لم يشأ لا يكون، أشهد أن الله على كل شيء قدير، وأن الله قد أحاط بكل شيء علماً، لم يصبه في يومه ذلك شيء يسوءه لا في بدنه ولا ولده ولا أهله ولا ماله)۔

مصدرها: المنتقى من مسموعات مروا للفضلاء المقدسي (ص: 320)۔ یہ مطبوعہ شاہد ہے زیر بحث روایت کے لئے۔

تیسرا شاہد: ہیات النبی ﷺ کی روایت

... عن عبد الله بن وهب ، قال : أخبرني عمرو بن الحارث ، أن سالما الفراء حدثه ، أن عبد الحميد مولى بني هاشم حدثه ، أن أمه حدثته - وكانت تعلم بعض بنات النبي صلى الله عليه وسلم - أن ابنة النبي ، صلى الله عليه وسلم حدثتها :
 أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعلمها فيقول : « قولي حين تصبحين : سبحان الله وبحمده ، لا قوة إلا بالله ، ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن ، أعلم أن الله على كل شيء قدير ، وأن الله قد أحاط بكل شيء علما ، وأنه من قالها حين يصبح يحفظ حتى يمسي ، ومن قالها حين يمسي يحفظ حتى يصبح » -

مخرج

أخرجه أبو داود في السنن (5075) ومن طريقه البيهقي في الأسماء والصفات (420/1) -
 (342/421) والنسائي في عمل اليوم والليلة (ص 140) ومن طريقه ابن السني في عمل
 اليوم والليلة (ص: 46).

سكاحال

قال الحافظ المنذري : أم عبد الحميد لا أعرفها - وقال الحافظ ابن حجر : لم ألق على اسمها ، وكأنها صحابية -

وفي "تخريج الأذكار" له : أم عبد الحميد لم أعرف اسمها ولا حالها ، لكن يغلب على الظن أنها صحابية ، فإن بنات النبي صلى الله عليه وسلم متن في حياته ، إلا فاطمة فعاشت بعده سنة أشهر أو أقل ، وقد وصفت بأنها كانت تعلم التي روت عنها ، لكنها لم تسمها ، فإن كانت غير فاطمة ، قوي الاحتمال ، وإلا احتمل أنها جاءت بعد موت النبي صلى الله عليه وسلم ، والعلم عند الله .

غلام ہے ہے کہ: یہ تینوں شواہد مل کر زیر بحث روایت کو تقویت پہنچاتے ہیں، اور متابعت و شواہد کے ہوتے ہوئے روایت کو ماقطال اعتبار قرار دینا بہت مشکل ہے۔

جمعہ درجہ: فضیلۃ الشیخ محمد طلحہ بلاذ احمد نیار

ایک اہم نتیجہ

مذکورہ قواعد اور حدیث پر حکم لگانے کا طریقہ ان احادیث سے متعلق ہے جو احادیث مع اسناد ہمارے پیش نظر ہو، بہت سے مرتبہ باعث کے سامنے ایسی حدیث ہوتی ہے جس کی کوئی سند نہیں ہوتی ہے ایسی حدیث کے بارے میں یہ اصول یاد رکھنا چاہئے کہ متن حدیث کے موضوع ہونے کی محدثین نے چند علامتیں ذکر کی ہیں جن کا ماقبل میں ذکر کیا گیا اگر ان علامات میں سے کوئی علامت پائی جائے تو متن حدیث پر وضع کا حکم لگایا جاسکتا ہے، لیکن اگر پیش نظر حدیث میں وضع کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس کی کوئی سند بھی ہمارے پاس موجود نہ ہو تو حدیث کے موضوع ہونے کی جو علامات محدثین نے بیان کی ہے اس میں ایک بات یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ہمارے سامنے ایسی کوئی حدیث آجائے جس کا وجود حقدین کی کتابوں میں نہ ہو۔

اس قاعدہ سے دھوکہ کھا کر کسی ایسی حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے جس کا وجود حقدین کی کتابوں میں نہ ہو، اس لئے کہ ابھی بھی حقدین کی بہت سی کتابیں مخطوطات کی شکل میں کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ اور بہت سی کتابیں حوادث زمانہ کی نذر ہو گئیں، جیسے مسند ثقی بن مخلد (متوفی ۳۷۶) جسے سب سے بڑا مسند تصور کیا جاتا ہے کھل منقود ہے، اسی طرح امام طبرانی (متوفی ۲۶۰) نے المعجم الکبیر سے علی حدہ منکرین فی الحدیث صحابہ کے مسانید تالیف کئے جو ابھی بھی دستیاب نہیں ہے۔ اس طرح اور بہت سی کتابیں منقود ہیں اس لئے احتمال اس بات کا موجود ہے کہ وہ حدیث جس کا ہمیں موجودہ کتابوں میں سراغ نہیں لگ رہا ہے وہ ان کتابوں میں ہوں جو ابھی تک مخطوطات کی شکل میں ہیں یا ایسی کسی کتاب میں ہو جو حوادث زمانہ کی نذر ہو گئی ہو۔

ایسی صورت میں باحث کے لئے احتیاط کی بات یہ ہے کہ ایسی احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانے کے بجائے یا انہیں موضوع سمجھنے کے بجائے "لم اجده" لکھے یا کہے جیسے کہ حافظ ابن حجر اور حافظ زلیخا وغیرہ نے یہ طریق اختیار کیا ہے۔

بہت سے لوگ صرف نیٹ پر تلاش کرنے کے بعد نہ ملنے کی صورت میں وضع کا حکم لگانے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ یہ ایک بڑے خطرہ کی بات ہے۔ اس لئے کہ جس طرح غیر ثابت شدہ کو ثابت ماننا برا ہے اسی طرح جس میں ثابت ہونے کا امکان ہو اس حدیث کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ توڑ دینا بھی برا ہے۔

اسٹریٹ پر موجود کتابوں کے بارے میں یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ اسٹریٹ نے حرام مطبوع کتابوں کو شامل کر لیا ہے چہ جائے کہ مخطوطات کے بارے میں یہ کہا جائے جو اللہ اعلم بالصواب والیہ امر جمع والعیب

باحث سے گزارش

حدود حدیث پر کوئی حکم لگانا ایک مہر آزماء اور مشقت بھرا عمل ہے اس کے لیے علوم حدیث کی بہت کچھ معلومات کی ضرورت ہوتی ہے صرف اس کتاب کو پڑھ کر حدیث پر حکم لگانے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ کتاب تو صرف راہ منزل دکھانے کا کام دے گی اس کے لیے اس فن میں لکھی گئی دیگر کتابوں کا بغاثر مطالعہ کرنا چاہیے اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ صرف کتابوں میں حدیث پر حکم لگانے کا طریقہ پڑھ کر حدیث پر حکم لگانے کی جسارت بھی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس فن کے ماہرین کی صحبت میں رہ کر اس کی مشق و تمرین کر لینی چاہیے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور مؤلف اور مولف کے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے ذخیرہ آخرت بنائیں اور عند الناس اسے قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین

ایک اہم گزارش

بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ عام طور پر ہمارے دینی مدارس میں اصول حدیث میں لے دے کہ

مقدمہ شیخ محدث عہد الحق دہلوی اور نخبة الفکر پڑھائی جاتی ہے۔ بعض مدارس میں یہ دو کتابیں بھی برائے نام پڑھائی جاتی ہے۔ اسی طرح دورۂ حدیث میں حدیث کے اسباق میں زیادہ توجہ مسائل فقہیہ کو سلجھانے میں صرف کی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے طالب فن حدیث کے ضروری مباحث سے ناواقف رہ جاتا ہے۔ اور متون حدیث، غریب الحدیث، فن مؤتلف ومختلف، علم جرح وتعدیل، کتب اسمائے رجال سے بالکل نا بلند ہوتا ہے۔

جو طلباء طلبا اس فن سے مناسبت پیدا کرنا چاہتے ہیں انہیں مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ ضرور کرنا

چاہئے۔

(1) تحفة الدور شرح نخبة الفكر - مفتی سعید پاشاہری

(2) تحفة القمر - مولانا شاہد قاسمی

(3) کیسیر مصطلح الحدیث وکتور محمود طحان

(4) خروابط الجرح والتعدیل وکتور عبد الحزیز عبد اللطیف

(5) تدریب الراوی - علامہ جلال الدین سیوطی

(6) الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل عبدالحی لکھنوی

(7) معجم المصطلحات الحدیثیہ سید عبد الماجد الثوری

(8) معجم الفاظ الجرح والتعدیل سید عبد الماجد الثوری

(9) تخریج الحدیث نشأته ومنهجہ ابو الیث خیر آبادی

(10) کیسیر دراسة الاسانید عمرو عبد اللہ شمیم

(11) جرح وتعدیل (ارور) اقبال بسکوی

ارباب مدارس کی خدمت میں ایک چھوٹی سی درخواست ہے کہ دورۂ حدیث میں کسی ایک گھنٹی

میں ترتیب بنا کر یا باذوق طلباء کے لئے کوئی انتظام فرما کر مذکورہ بالا کتابوں میں سے 10 یا 15 نمبر کی

کتابیں درس پڑھا دی جائیں تو طلباء کو اس فن سے ایک گونا گونا مناسبت پیدا ہو سکتی ہے۔۔

---(ضمیمہ)---

اسباب رد

☆ مجموعی اعتبار سے اسباب رد دو ہیں ایک راوی کا مجروح ہونا دوسرا راوی کا حذف ہونا

اسباب جرح: یعنی اسباب ضعف

اب یہاں اولاً اسباب جرح کو بیان کیا جاتا ہے، پھر حذف راوی سے متعلق کلام ہوگا۔
 راوی کی عدالت و ضبط کو ختم کرنے یا اس کو عیب دار بنانے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں انہیں
 کو اسباب ضعف یا اسباب طعن کہا جاتا ہے، ان میں سے پانچ عیوب کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا
 تعلق ضبط سے ہے۔

☆ عدالت سے متعلق اسباب

- (۱) حدیث رسول ﷺ دروغ گوئی کرنا
- (۲) دروغ گوئی کا الزام لگنا
- (۳) فسق گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا یا گناہ منغیرہ پر اصرار کرنا
- (۴) جہالت یا ابہام پایا جانا
- (۵) بدعت

☆ ضبط سے متعلق اسباب جرح:

- (۱) بہت زیادہ غلطی کرنا
- (۲) بہت زیادہ مغفل ہونا
- (۳) بکثرت وہم ہونا

(۴) ٹکات کی مخالفت کرنا

(۵) حافظہ کا خراب ہونا

جرح کے اعتبار سے اسباب کی ترقیب مندرجہ ذیل طریقہ کے مطابق ہوگی

(۱) کذب : حدیث رسول ﷺ دروغ گوئی کرنا

(۲) متہم بالکذب : دروغ گوئی کا الزام لگنا

(۳) غش غلط : بہت زیادہ غلطی کرنا

(۴) غش غفلت : بہت زیادہ مغفل ہونا

(۵) فسق : گناہ گمیرہ کرنا یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا

(۶) دہم : صحیح کو غلط بیان کر کے اسے صحیح سمجھنا

(۷) مخالفت ٹکات : ٹکہ یا ٹکات کی مخالفت کرنا

(۸) جہالت : راوی کا مجھول یا مبہم ہونا

(۹) بدعت : شریعت میں ایسی چیز ایجاد کرنا جو شریعت میں نہ ہو

(۱۰) سوء حفظ : حافظہ کا خراب ہونا

ان مذکورہ اسباب جرح کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) کذب

کذب فی الحدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی یا کسی دوسرے کی من گھڑت بات کو

آپ ﷺ کی طرف منسوب کر کرے۔ بیان کرے۔ ایسے راویوں کی احادیث کو اصطلاح میں موضوع

احادیث کہا جاتا ہے اور ایسے راویوں کی روایتیں جمہور کے نزدیک ہمیشہ کے لیے مردود ہوتی ہیں اگرچہ

زندگی میں ایک ہی مرتبہ ایسا کیوں نہ ہوا ہو حتیٰ کہ توبہ کرنے کے باوجود بھی ان کی روایتیں مقبول نہیں

ہوتی۔ یہ حکم اس لیے ہے تاکہ کوئی دوسرا اس طرح کی جرأت نہ کرے۔ علامہ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ

التائب من الذنب متعمداً فی حدیث رسول اللہ ﷺ فإنه لا تقبل روايته ابدان حسنت توبته
 علی ما ذکر عن غیر واحد من اهل العلم منهم احمد بن حنبل و ابو بکر الحمیدی شیخ البخاری
 حدیث رسول ﷺ تصداً جھوٹ بولنے والوں کی روایت کو یہ کرنے کے باوجود بھی بے شمار اہل علم
 کے یہاں ہمیشہ کے لیے مردود ہو جاتی ہے ان اہل علم میں امام احمد اور ابو بکر حمیدی امام بخاری کے استاذ
 بھی شامل ہیں۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

حدیث پر وضع کا حکم بطریق ظن ہوتا ہے

جس کسی حدیث کو موضوع کہا جاتا ہے وہ ظن غالب کی وجہ سے کہا جاتا ہے یقین کے ساتھ کسی
 بھی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ اگر کوئی راوی کسی حدیث میں دروغ
 گوئی کرتا ہوا پکڑا جائے تو اس کی ہر حدیث جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہو اس لیے کہ ہر اوقات جھوٹا بھی سچ
 بول دیتا ہے تو یہ ممکن ہے کہ اس نے صرف ایک ہی حدیث میں جھوٹ بولا ہو اور بقیہ احادیث میں جھوٹ
 نہ بولا ہو مگر جب ایک مرتبہ اس کا حدیث نبوی ﷺ جھوٹ بولنا ثابت ہو گیا تو ظن غالب یہی ہے
 کہ اس نے بقیہ احادیث میں بھی دروغ گوئی سے کام لیا ہوگا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جھوٹا بھی سچ بولتا ہے تو تحقیق احادیث پر یہ حکم کیسے لگایا
 جاتا ہے کہ وہ جھوٹی ہیں اور ان روایت کی کوئی بھی روایت مقبول نہ ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے محدثین کو ایسا ملکہ دیا تھا جس سے وہ تمیز کر لیتے تھے کہ کون سی حدیث موضوع ہے اور کون سی حدیث
 موضوع نہیں ہے یا فلاں راوی کی کس حدیث میں جھوٹ ہے اور کس حدیث میں جھوٹ نہیں ہے جیسا
 کہ سنار سونے کو دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ کون کھوٹا اور کون کھرا ہے لیکن جس طرح حمام سنار ماہر نہیں ہوتے اسی
 طرح حمام محدثین بھی ماہر نہیں ہوتے تھے اس لیے یہ کام صرف وہی کر سکتے تھے جن کی معلومات کامل،
 ذہن روشن، فہم وادراک مضبوط اور وضع پر دلالت کرنے والے قرائن کی شناخت قوی تر ہو۔ (غیرۃ
 النظر شرح منہج الفکر)

حدیث موضوع کے الفاظ کی مختلف صورتیں ہیں۔

- (۱) کبھی واضح کے خود اپنے الفاظ ہوتے ہیں۔
- (۲) کبھی واضح دوسروں کا کلام لے لیتا ہے، مثلاً سلف صالحین میں حضرت علیؓ، حضرت حسن بصریؒ، مالک بن دینارؒ اور جنید بغدادیؒ وغیرہ کا کلام اسی طرح قدیم حکماء میں حارث بن کلدہ، بقراط، مقرط اور افلاطون وغیرہ کا کلام لے کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔
- (۳) کبھی واضح سند ضعیف سے مروی روایت کو سند صحیح کے ساتھ جوڑ کر لوگوں میں بیان کر دیتا ہے، تاکہ وہ حدیث مشہور ہو جائے اس صورت میں کلام آپ ﷺ کا ہوتا ہے مگر چوں کہ اس کے ساتھ غلط سند جوڑ دی گئی اس لیے وہ حدیث موضوع ہو جائے گی مگر یاد رہے کہ اس کا موضوع ہونا باعتبار سند کے ہوگا نہ کہ باعتبار متن۔ (نزدۃ النظر شرح منہج الفکر)

(۴) اسرائیلی روایت کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرے۔

حدیث موضوع کی وہ علامات جن کا تعلق متن حدیث سے ہے۔

- (۱) جو حدیث ایسی ہو کہ اس کے معنی کی رکاکت و قاریبوی ﷺ کے خلاف ہو وہ قابل قبول نہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ رکاکت کا تعلق صرف معنی سے ہے اور اسی کو وضع حدیث کا سبب قرار دیا گیا ہے، اگرچہ الفاظ میں رکاکت موجود نہ ہو اس لیے کہ دین محاسن پر مشتمل ہے اور معنوی رکاکت اس کے خلاف ہے اور اگر صرف الفاظ ہی میں رکاکت موجود ہو تو محض اسے حدیث موضوع کا سبب نہیں قرار دیا جاسکتا، ممکن ہے کہ راوی نے بالمتنی روایت کی ہو اور فصیح الفاظ کو غیر فصیح میں تبدیل کر دیا ہو لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ یہ الفاظ حضور ﷺ کے ہیں تو اسے کاذب قرار دیا جائے گا۔

(۲) وہ حدیث ایسی ہو جو قرآن، حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے مخالف ہو۔

(۳) وہ حدیث ایسی ہو جو عقل سلیم کے مخالف ہو اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

(۴) وہ حدیث ایسی ہو جو ایسے تاریخی واقعہ کے معارض ہو جو واقعہ صحیح اور متواتر ذرائع سے معلوم ہو۔

- (۵) حدیث میں ایسی بات بیان کی گئی ہو جو مشاہدہ کے خلاف ہو۔
- (۶) وہ حدیث میں جس میں کسی معمولی نیکی پر غیر معمولی اور مبالغہ کے ساتھ ثواب بتلایا گیا ہو یا معمولی گناہ پر بہت بڑی وعید بیان کی گئی ہو۔
- (۷) وہ حدیث جس میں ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہو جو اگر واقع ہوتا تو سینکڑوں آدمی اس کو روایت کرتے مگر اس کے باوجود صرف ایک ہی راوی نے اس کو روایت کیا ہو۔ یہ بھی وضع کی ایک علامت ہے۔
- (۸) وہ حدیث جو انبیاء علیہم السلام کے قول سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ (ماخوذ: نزہۃ النظر ص ۱۲۸، تدریب الراوی ص ۲۳۲)

وضع حدیث کی وہ علامات جن کا تعلق استاد سے ہے

- (۱) راوی کذاب ہو اور کذب میں مشہور ہو، اس کے علاوہ اور کوئی ثقہ راوی اس حدیث کو روایت نہ کر رہا ہو (محدثین کرام نے کذابین اور ان کی تاریخ معلوم کرنے کی پوری کوشش کی اور اس میں ایسے استقصا سے کام لیا کہ کوئی کذاب نہیں بچ سکا ہے۔)
- (۲) وضع خود اپنے وضع کا اعتراف کرے جیسے ابو عصمہ نوح بن ابی مریم نے فضائل و خوبی میں بہت سی احادیث کے وضع کا اعتراف کیا ہے۔
- (۳) راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو یا اس کی وفات کے بعد پیدا ہو یا جس جگہ سماع کا دعویٰ کر رہا ہو وہاں کبھی گیا ہی نہ ہو۔
- (۴) کبھی وضع کا اندازہ راوی کے حال اور اس کے ذاتی رجحانات سے لگایا جاسکتا ہے۔ (تدریب الراوی ۱/ ۲۳۲)

وضع حدیث کا حکم

وضع حدیث خواہ کسی بھی مقصد کے تحت ہو اور کسی بھی موضوع سے متعلق ہو ایسا کرنا قطعاً حرام

ہے یہی مجہور علمائے اسلام کا مسلک ہے ان کی دلیل وہ حدیث متواتر ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ من کذب علی محمد اقلیٰ عیو امقعد من النار ” یہ حدیث قطعی الثبوت قطعی الدلائل ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرنا حرام ہے۔ موضوع حدیث کو روایت کرنا بھی حرام ہے کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے من حدث عنی بعدیث یری انہ کذب فهو احد الکاذبین (مسلم شریف) جو شخص میری طرف ایسی بات منسوب کر کے بیان کرے جس کے متعلق اس کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ بھی بہت سے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ البتہ اگر کسی موضوع حدیث کے متعلق یہ بیان کرنے کے لیے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کو روایت کیا جائے تو جائز ہے، وجہ ظاہر ہے۔ (نزهة النظر شرح نخبة الفكر ص ۱۳۰، خزائن الفکر)

(۲) متہم بالکذب (جھوٹ کا الزام لگنا)

متہم بالکذب کا مطلب یہ ہے کہ راوی پر جھوٹ کا الزام لگایا گیا ہو، اگرچہ حدیث رسول ﷺ اس کا جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو یعنی اس کا دنیاوی امور و معاملات میں جھوٹا ہونا مشہور ہو اگرچہ حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

متہم بالکذب کی روایت کو متروک کہتے ہیں۔ اس کا درجہ کذاب سے کچھ کم ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی روایت تو بہ سے قبل مردود ہوتی ہے، البتہ تو بہ کرنے کے بعد مقبول ہوتی ہے۔ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ عام لوگوں سے گھنگو میں جھوٹ بولنے والا یاد گیر اسباب قبیح کرنے والا تو بہ کرنے کو اس کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ (مقدمہ ص ۱۰۴)

(۳) تحش غلط (بکثرت غلطی کرنا)

اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی حدیث کی روایت کرنے میں بکثرت غلطی کرتا ہو اور درست بہت کم روایت کرتا ہو، ایسے راوی کی روایت کو ”منکر“ کہا جاتا ہے، لیکن یہ ان لوگوں کی رائے کے مطابق

منکر ہے جو منکر میں مخالفت ٹکات کی شرط نہیں لگاتے ہیں اور جو حضرات مخالفت ٹکات کی شرط لگاتے ہیں ان کی رائے کے مطابق اسے منکر نہیں کہا جائے گا، بلکہ اسے معطل یا متروک کہا جاسکتا ہے۔

(۴) کثرت غفلت (بہت زیادہ مغفل ہونا)

راوی کے مغفل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی روایتوں کو اچھی طرح محفوظ نہ رکھتا ہو یہاں تک کہ اپنی اور دوسروں کی روایتوں میں تمیز بھی نہ کر سکتا ہو، اگر کوئی شخص دوسرے کی روایت اس کے سامنے بیان کرے اور اس سے کہے کہ یہ آپ ہی کی روایت ہے تو اسے قبول کر لے یا خود اپنی روایت بیان کرے لیکن اس قدر غافل ہو کہ سننے والا بار بار اسے عجیبہ کرے کہ اس طرح روایت نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے تو وہ فوراً اسے تسلیم کر لے، اصطلاح میں اس روک ٹوک کو تنقین کہا جاتا ہے جو اسے تسلیم کرے اس کو تنقین قبول کرنے والا کہا جاتا ہے ایسے شخص کی روایت کو بھی ”منکر“ کہا جاتا ہے۔ (نزعۃ النظر ص ۱۳۰، کتاب الجرح و عین ص ۶۸)

اس زمرہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو غیر مستند کاتب یا بیٹے یا پڑوسی کے پالے پڑ گئے تھے جیسا کہ عبداللہ بن ربیعہ مصعبی کی روایتوں میں ان کے لڑکے نے دوسروں کی روایتوں کو شامل کر دیا تھا اسی طرح سفیان بن وکیع کا ایک کاتب جس کا نام قرطہ تھا اس نے ان کی احادیث میں دوسروں کی احادیث کو شامل کر دیا تھا جس کو وہ اپنی روایات سمجھتے تھے، اسی طرح سے عبداللہ بن صالح کاتب لیث بن سعد کا ایک پڑوسی تھا جس کی تحریر ان کی تحریر سے ملتی جلتی تھی، وہ پڑوسی دوسروں کی احادیث کو لکھ کر ان کے گھر میں ڈال دیا کرتا تھا جسے یہ اپنی مرویات سمجھتے تھے۔ (الجرح و عین ۱/ ۷۵)

اس زمرہ میں وہ شخص بھی داخل ہو جائے گا جو روایت کے سننے یا سنانے میں تساہل سے کام لیتا ہو یا غیر صحیح شدہ نسخہ سے درس دیتا ہو۔ (مقدمہ ص ۹۶)

(۵) فسق (ارکاب گمیرہ یا صغیرہ پر اصرار)

راوی کے فاسق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دروغ گوئی کے علاوہ دیگر گناہ گمیرہ کا ارتکاب یا

گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اس سے ایسے غلط اعمال و اقوال سرزد ہوں جو باعث عقاب ہو لیکن کفر کی حد تک پہنچانے والے نہ ہوں اس کی روایت بھی مردود ہوتی ہے اس لیے کہ جو آدمی گناہ گبیرہ کے ارتکاب پر جرات کر سکتا ہے تو اس کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ حدیث رسول ﷺ دروغ گوئی سے کام لے سکتا ہے، البتہ قاضی اگر تو پہ کر لے تو اس کی روایت مقبول ہو جائے گی، فاسق کی روایت کو بھی "منکر" کہا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک جو منکر میں مخالفت ثلثات کی شرط نہیں لگاتے ان کے یہاں نقش غلط، کثرت غفلت اور فسق کے مرتکبین کی روایت کو "منکر" کہا جاتا ہے۔

(۶) وہم

وہم کا مطلب یہ ہے کہ راوی اپنی روایتوں کو غلط بیان کرے اور اس غلط بیانی کو صحیح سمجھے، اس کا وقوع حفظ اور کتابت دونوں میں ہوتا ہے، خواہ یہ وہم اور غلط بیانی سند سے تعلق رکھتی ہو جیسے متقطع یا مرسل کو حاصل کر دینا یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ کو رکھ دینا، خواہ یہ وہم متن کے اندر ہوا ہو جیسے موقوف یا مقطوع کو مرفوع کر دینا یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا ایسی حدیث کو معطل کہا جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان وہمی تغیرات کا علم بکثرت تتبع اور سندوں کو اکٹھا کر کے ذریعہ ہو جائے۔

معطل کی دو قسمیں ہیں (۱) معطل المتن (۲) معطل السند

اگر متن میں کوئی وہمی تغیر ہو تو اسے معطل المتن کہتے ہیں اور اگر سند میں کوئی وہمی تغیر ہو گیا ہو تو اسے معطل السند کہتے ہیں، پہلی قسم کا وقوع بہت کم ہے اور دوسری قسم کا وقوع بکثرت ہوا ہے، واضح ہو کہ سند میں وہمی تغیر دو طرح کا ہوتا ہے، کبھی تو اس کی وجہ سے متن پر بھی اثر پڑتا ہے اور کبھی متن پر اثر نہیں پڑتا ہے۔

وہم جاننے کا طریقہ

وہم جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کی جملہ سندوں کو تلاش کر کے جمع کیا جائے پھر دیکھا جائے جس کی روایت حرام لوگوں کے خلاف ہو اس کی روایت میں وہم ہوا ہے ایسا سمجھا جائے گا۔

معلل کی اہمیت

علوم حدیث میں انتہائی دقیق اور مشکل فن۔ ”معلل“ کی شناخت ہے اس لیے کہ کسی حدیث میں ملت جانے کے لیے اس کی تمام سندوں کو جمع کرنا پڑتا ہے اس فن کی اہمیت ہی کی وجہ سے ہر محدث ملتوں کی شناخت کا کام نہیں کر سکتا ہے بلکہ صرف ایسے محدثین کر پاتے ہیں جو علوم حدیث میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہوں، نیز جن کا ذہن و حافظہ قوی اور روشن ہوں جیسے علی بن المدینی، احمد بن حنبل، امام بخاری، یعقوب بن شیبہ، ابو حاتم رازی، ابو زرہ رازی اور دارقطنی وغیرہ

معلل کی شناخت ایک امر ذوقی ہے

حدیث میں پائی جانے والی ملتوں کو پہچاننے کے لیے کوئی ایسا ضابطہ نہیں ہے جس کی مدد سے ہمیشہ ان کی شناخت ہو جائے بلکہ یہ ذوقی اور وجدانی چیز ہے چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محدث کسی حدیث میں کسی ملت کے پائے جانے کا دعویٰ کرتا ہے مگر جب اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ اس سے عاجز نظر آتا ہے گویا اس نے اپنے ذوق و وجدان سے حدیث میں کسی ملت کے موجود ہونے کا فیصلہ تو کر دیا مگر اس کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہوتی جسے وہ لوگوں کے سامنے پیش کر سکے۔ (شرح نزہۃ النظر ص ۲۴)

وہم کا حکم

وہم اگر بکثرت صادر ہو تو راوی کی روایتیں ضعیف شمار کی جاتی ہیں اور اگر وہم نادر ہو تو موہوم روایت کے علاوہ دیگر روایتیں مقبول ہوتی ہیں۔

وہم اور غفلت میں فرق

وہم ایسی غلطی ہے جو کبھی کبھی سرزد ہوتی ہے اس سے کم ہی لوگ محفوظ ہوتے ہیں غفلت ایسی صفت ہے جو ہمیشہ لگی رہتی ہے ان میں جب کثرت پائی جاتی ہے تو روایت ضعیف ہو جاتی ہے۔ (ضوابط الجرح والتعديل)

(۷) مخالفت الثقة (ثقة کی مخالفت)

کوئی راوی اپنے سے زیادہ ثقہ یا متعدد ثقات کے خلاف روایت بیان کرے یعنی دونوں راوی ایک ہی روایت یا قصہ ایک ہی استاذ سے روایت کرتے ہیں ثقہ کچھ کہتا ہے اور اوثق کچھ اور کہتا ہے یا ثقہ کچھ کہتا ہے اور متعدد اس کے مانند ثقہ کچھ اور کہتے ہیں، اس مخالفت کی بنیاد پر اس راوی کی جوت کمزور پڑ جاتی ہے اور اس کی روایت مشتبہ ہو جاتی ہے ایسے راوی کی روایت کو شاذ اور ثقات یا اوثق کی روایت کو محفوظ کہا جاتا ہے، اس طرح کی مخالفت اگر ثقہ اور ضعیف کے درمیان ہو تو ثقہ کی روایت کو "معروف" اور ضعیف کی روایت کو "منکر" کہا جاتا ہے۔ مخالفت ثقات کے اعتبار سے مردود کی قسمیں ہوں گی۔ (۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج الحسن (۳) منقلب (۴) مزیدنی متصل الاسانید (۵) مضطرب (۶) معصف (۷) عڑف ہر ایک کے متعلق مختصر اوضاحت کی جاتی ہے۔

(۱) مدرج الاسناد :

- راوی سند کے سیاق میں تغیر کر کے مخالفت کرے اور جس حدیث میں اس قسم کی مخالفت پائی جائے اس کو مدرج الاسناد کہتے ہیں۔ مدرج الاسناد کی حافظ ابن حجر نے چار قسمیں بیان کی ہیں۔
- (۱) وہ حدیث جس کو راوی نے متعدد شیوخ سے الگ الگ سند کے ساتھ سنا ہو مگر بیان کرتے وقت ہر ایک کی سند علاحدہ علاحدہ بیان نہ کرے بلکہ ایک ہی سند میں تمام لوگوں کو جمع کر کے روایت کر دے۔
- (۲) (الف) وہ حدیث ہے جس کا کل متن شیخ کے پاس ایک سند سے ہو مگر اس کا کوئی ٹکڑا دوسری سند سے ہو اور شیخ کا شاگرد دونوں حصوں کو ایک ہی سند سے روایت کر دے۔
- (ب) وہ حدیث ہے جس کا پورا متن راوی اپنے شیخ سے بلا واسطہ سنے مگر اس کا کوئی ٹکڑا شیخ کے کسی دوسرے شاگرد کے واسطے سے سنے مگر بوقت روایت پورے متن کو اپنے شیخ سے روایت کر دے

اور واسطہ حذف کر دے۔

(۳) (الف) وہ حدیث ہے جس کے متن کو راوی نے اپنے شیخ سے ایک سند سے سنا ہو اور اسی شیخ سے دوسرا متن دوسری سند سے سنا ہو مگر دونوں مقنوں کو کسی ایک ہی سند سے روایت کر دے۔

(ب) وہ حدیث ہے جس کے متن کو راوی نے اپنے شیخ سے ایک سند سے سنا ہو اور اسی شیخ سے دوسرا متن دوسری سند سے سنا ہو مگر ایک متن کو تو اسی سند سے بیان کر دے اور دوسرے متن کا کوئی کھڑا بھی اس متن میں اضافہ کر کے روایت کر دے۔

(۴) وہ حدیث ہے جس کی سند شیخ نے بیان کی، متن بیان کرنے سے پہلے اپنی طرف سے کوئی بات کہی راوی نے اس بات کو مذکورہ سند کا متن خیال کر کے اسی سند سے روایت کر دیا۔ (مطلوب کتابوں میں ہر ایک کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں)

نتیجہ : اقسام اربعہ میں سے شروع کی تین قسموں کے اندر سند کے سیاق میں تغیر واضح ہے مگر چوتھی قسم میں واضح نہیں ہے اس لیے اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس کے اندر سند کے سیاق میں تغیر اس طرح ہوا ہے کہ سند کا ذکر کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کے بعد اس کا متن ذکر کیا جائے نہ یہ کہ اپنی طرف سے کلام ذکر کیا جائے اور یہاں جب راوی نے اس سند کا متن نہیں ذکر کیا تو اس نے سند کے سیاق میں تغیر کر دیا۔

(۲) مدرج المستن

مخالفت ثقات کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی صحیح متن کے ساتھ دوسرے کا کلام ملا دینے کی وجہ سے ثقات کی مخالفت لازم آئے خواہ دوسرا کلام صحابہ کا ہو یا تابعین کا یا ان کے علاوہ کسی اور کا ہو اور جس حدیث میں اس قسم کی مخالفت پائی جائے اسے مدرج المستن کہتے ہیں۔

مدرج المستن کی صورتیں

مدرج المستن کی تین صورتیں ہیں (۱) متن کے شروع میں اور (۲) متن کے

درمیان میں ادراج ہو (۳) متن کے آخر میں ادراج ہو۔ اس تیسری قسم کا وقوع بکثرت ہوتا ہے کیوں کہ ایسا عموماً ایک جملہ کو دوسرے کے ساتھ ملانے سے ہوتا ہے اور لوگوں کی عادت یہ ہے کہ حدیث بیان کرنے کے بعد کچھ دوسری باتیں بھی کرتے ہیں تو ایسا حدیث ممکن ہے کہ سامعین میں سے کوئی دوسری باتوں میں سے کسی بات کو حدیث کا کھڑا خیال کر کے، ایک ساتھ دونوں کو روایت کر دے۔

ادراج کا علم کیسے ہو؟

حافظ ابن حجرؒ نے ادراج معلوم کرنے کے چار طریقے بیان فرمائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں

- (۱) وہ حدیث دوسری سند سے مروی ہو جس میں مدرج اور مدرج فیہ کو الگ الگ بیان کر دیا گیا ہو۔
- (۲) راوی خود تصریح کر دے کہ حدیث کا اس قدر حصہ مدرج ہے۔
- (۳) کوئی واقف کار امام تصریح کر دے کہ اس قدر مدرج ہے۔
- (۴) مدرج کی ہوئی بات ایسی ہو جس کا زبان رسالت مآب ﷺ سے صدور محال ہو۔

ادراج کا حکم

اگر ادراج کسی غریب لفظ کی وضاحت کے لیے ہو جیسے امام زہریؒ کرتے ہیں تو جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کی صراحت کر دے اور اگر غلطی سے ادراج ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ایسا اکثر و بیشتر ہوتا ہو تو اس سے راوی کے ضبط و انتقان میں فرق پڑے گا اور اگر عموماً ادراج ہو تو یہ ناجائز ہے۔ مقاصد کے اعتبار سے اس میں شدت و ضعف آتا ہے۔

(۳) مقلوب

مخالفت ثقات کی تیسری صورت یہ ہے کہ سند یا متن کے اندر وہم کی وجہ سے لفظیم و تاخیر ہو جائے جس کی وجہ سے وہ حدیث ثقات کی مخالفت ہو جائے اور جس حدیث میں اس قسم کی مخالفت پائی جائے اس کو ”حدیث مقلوب“ کہتے ہیں۔

مقلوب کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقلوب فی السند؛ یہ بکثرت پائی جاتی ہے۔ (۲) مقلوب

فی المتن

(۱) مقلوب فی السند

وہ حدیث مقلوب ہے جس کی سند میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو جیسے اگر کسی حدیث میں مرثیہ بن کعب ہے تو وہم کی وجہ سے کعب بن مرثیہ ہو جائے یا اس کا برعکس اور یہ وہم کی وجہ سے تہذیبی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ جو ایک راوی کا نام ہوتا ہے وہی دوسرے راوی کے باپ کا نام ہوتا ہے۔

(۲) مقلوب فی المتن

وہ حدیث مقلوب ہے جس کے متن میں وہم کی وجہ سے تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو۔ جیسے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل الا ظله — حتى لا تعلم بيمينه ماتنفق شماله اس حدیث میں راوی سے وہم کی وجہ سے تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے، ”شمالہ“ کی جگہ ”یمینہ“ ہو گیا ہے اصل حدیث میں اس طرح ہے حتى لا تعلم شماله ماتنفق، یمینہ

(۳) مزید فی حصل الاسانید

مخالفت ثقات کی چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی راوی سند متصل میں ایک یا چند روایات کا اضافہ کر دے جس کی وجہ سے اس کی روایت ثقات کی روایت کے خلاف ہو جائے اور جس حدیث میں اس قسم کی مخالفت پائی جائے اس کو ”مزید فی حصل الاسانید“ کہتے ہیں۔

مزید فی حصل الاسانید کے متحقق ہونے کے لیے تین شرائط ہیں۔

(۱) زیادتی نہ کرنے والا بمقابلہ زیادتی کرنے والے کے زیادہ متحقق ہو۔

(۲) زیادتی نہ کرنے والا اس مقام پر سماع کی تصریح کرے جہاں کسی راوی نے زیادتی کی ہے مثلاً

الفاظ استعمال کرے سمعت، اخبرنی، حدثنی، قال لی وغیرہ

(۳) خارج سے کوئی قرینہ اس پر دال ہو کہ زیادتی کرنے والے نے وہم کی وجہ سے زیادتی کی ہے۔

اگر ان شرائط میں سے مثلاً دوسری شرط نہ پائی جائے اور زیادتی نہ کرنے والا مقام زیادتی میں بے بیخود عن فلان روایت کر رہا ہو تو ایسی صورت میں وہ حدیث راجح ہوگی جس میں زیادتی ہے یعنی اسے مزید فی متصل الاسانید نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ مطلقاً متصل السند ہوگی اور جس حدیث میں زیادتی نہیں ہے وہ مرجوح ہوگی اور اسے منقطع کہا جائے گا۔

اسی طرح اگر تیسری شرط نہ پائی جائے تو اس وقت بھی اس حدیث کو مزید فی متصل الاسانید نہیں کہا جائے گا کیوں کہ یہ احتمال ہے کہ ایک راوی نے اپنے شیخ سے بالواسطہ سنا ہو پھر بلا واسطہ بھی سن لیا ہو اور اس راوی نے کبھی تو بلا واسطہ کسی شاگرد کے سامنے روایت کیا ہو اور کبھی دوسرے شاگرد کے سامنے بالواسطہ روایت کیا ہو اور دونوں شاگردوں نے اسی طرح روایت کیا ہو جس طرح کے انہوں نے سنا ہو تو اس صورت میں دونوں شاگردوں کی روایت متصل السند ہی کہی جائے گی نہ تو کسی کی روایت کو منقطع کہا جائے گا اور نہ کسی کی روایت کو مزید فی متصل الاسانید کہا جائے گا۔

(۵) مضرب

مخالفت ثقات کی پانچویں صورت یہ ہے کہ راوی کسی حدیث کی سند یا متن یا دونوں کے اجزاء میں تبدیلی کر دے جس کی وجہ سے وہ حدیث واحد مختلف طرح سے مروی ہو اور ایک ثقہ کی روایت دوسرے ثقات کے خلاف ہو جائے اور اس قسم کی مخالفت جس حدیث میں پائی جائے اسے مضرب کہتے ہیں (یہ لفظ باب افتحال سے ام فاعل ہے) لیکن یہاں شرط یہ ہے کہ ان روایات مختلفہ میں جمع وترجیح ممکن نہ ہو اگر تطبیق یا ترجیح کے ذریعہ اختلافات کو ختم کرنا ممکن ہو تو وہ حدیث مضرب نہ ہوگی۔

مضرب کی تین قسمیں ہیں (۱) مضرب فی السند فقط (۲) مضرب فی المتن فقط (۳) مضرب فی السند و المتن صحیحاً

(۶) مصحف

وہ حدیث مردود ہے جس کی سند یا متن کے کسی حرف کے نقطے میں تبدیلی کی وجہ سے مخالفت ثقات ہوگئی ہو اور اس حرف کے کلمہ کے خط کی صورت باقی رہے اگر اس قسم کی تبدیلی سند میں ہوئی ہو تو

اس کو تصحیف فی السند کہتے ہیں اور اگر متن میں ہوئی ہو تو اسے تصحیف فی المتن کہتے ہیں۔ جیسے
 ”مراجم“ کو ”مراجم“ کا لکھنا اور ”مراجم“ کا لکھنا

(۷) محرف

وہ حدیث مردود ہے جس کی سند یا متن کے کسی کلمے کی شکل میں تبدیلی کی وجہ سے مخالفت
 ثبات ہو گئی ہو اور اس کی تحریر کی صورت باقی رہے۔ سند میں تبدیلی ہونے کی صورت میں اسے تحریف
 فی السند اور متن میں تبدیلی ہونے کی صورت میں اسے تحریف فی المتن کہتے ہیں۔ جیسے عقیل کو
 عقیل پڑھ دینا۔

قائدہ : تصحیف اور تحریف میں فرق حافظ ابن حجر کا ایجاد کردہ ہے حافظ ابن صلاح اور دوسرے حضرات
 دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں بلکہ دونوں کو تصحیف کہتے ہیں۔

نوٹ : مخالفت ثبات کی بحث فروعہ النظر فی شرح منہج الفکر اور اس کی شروحات سے ماخوذ ہے۔

☆ مخالفت کا حکم

مخالفت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں جس پر حکم اس کی نوعیت کے
 اعتبار سے لگایا جاتا ہے بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ اگر راوی بکثرت مخالفت کرتا ہے تو مردود ہے اور شاؤ و ناؤ
 کرتا ہے تو مقبول ہے۔

(۸) مجهول الاسم

مجهول الاسم کو مبہم کہا جاتا ہے، مبہم کا مطلب یہ ہے کہ راوی کا نام ذکر کیے بغیر روایت کی جائے
 جیسے عن رجل، عن فلان، عن شیخ، عن رجل من بنی فلان
 مبہم کا حکم

مبہم راوی کی روایت غیر مقبول ہوتی ہے اس لیے کہ روایت کے مقبول ہونے کے لیے ضروری

ہے کہ راوی عادل ہو لیکن جب راوی کا نام معلوم ہی نہیں تو اس کی شخصیت اور حالت سب غیر معروف ہوتی ہے، ایسے راوی پر عدالت کا حکم لگایا ہی نہیں جاسکتا ہے، البتہ اگر اس مبہم کی تعین کسی دوسری سند سے ہو جائے اور اس میں صفات قبولیت، عدل و ضبط وغیرہ پائی جائیں تو پھر اس کی روایت مقبول ہوگی۔

تعدیل مبہم

اگر کوئی راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے اور ایسے لفظ سے اس کو ذکر کرے جو کہ تعدیل و توثیق کے

لیے مستعمل ہوتا ہے مثلاً یہ کہے اخبرنی الثقة یا اخبرنی العدل یا اخبرنی من لا اثمہ تو اصطلاح میں اسے تعدیل مبہم کہا جاتا ہے، واضح ہو کہ اس سے ملتا جلتا ایک لفظ "التعدیل الکھم" استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی راوی کی توثیق کی جائے مگر توثیق کا سبب نہ بیان کیا جائے مثلاً صرف اتنا کہے فلاں ثقہ ہے جیسا کہ المخرج الکھم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی راوی پر جرح کی جائے مگر اس کے اسباب بیان نہ کئے جائیں یہ وضاحت اس لیے کی گئی ہے کہ بعض لوگ دونوں لفظ میں فرق نہیں کر پاتے ہیں۔

تعدیل مبہم کا حکم

جس مبہم راوی کی تعدیل کی گئی ہو اس کی حدیث مقبول ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں متعدد اقوال

ہیں۔

(۱) اصح قول کے مطابق مقبول نہیں کیوں کہ ممکن ہے کہ کہنے والے کے اعتقاد میں وہ ثقہ ہو لیکن دوسروں کے اعتقاد اور نفس الامر میں مجروح ہو اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کوئی عادل شخص آپ ﷺ کی طرف نسبت کے جزم و یقین کے ساتھ ارسال کر لے تو اسے قبول نہیں کہا جاتا ہے کیوں کہ جسے حذف کیا ہے وہ مجہول ہے اور مجہول ہونے کی وجہ سے نامقبول اس لیے ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ارسال کرنے والے کے اعتقاد میں اگرچہ ثقہ ہو مگر نفس الامر اور دوسروں کے اعتقاد میں غیر ثقہ ہو۔ محلیب بغدادی، امام میرزا اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی مسلک ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ تعدیل مبہم والے کی روایت مقبول ہے کیوں کہ ہر شخص کے اندر اصل

عدالت ہے اور جرح خلاف اصل ہے اس لیے اصل اور ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے اس کی حدیث مقبول شمار کی جائے گی خلاف ظاہر اور خلاف اصل پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس کی دلیل دستیاب نہ ہو جائے۔

(۳) مطلقاً مقبول ہے جیسا کہ اگر اس کا نام لے کر اس کو متعین کر دیا جائے تو اس کی حدیث مقبول ہوتی ہے اس لیے کہ دونوں حالتوں (نام لینے اور نہ لینے) میں مامون عن الجرح ہے۔

(۴) بعض متاخرین کا قول ہے کہ اگر یہ کہنے والا مجتہد ہو جیسے امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ تو اس امام کے مقلدین کے حق میں اس کی توثیق مقبول ہوگی دوسروں کے حق میں مقبول نہیں ہوگی کیوں کہ اس کا اس طرح کہنا دوسروں کے خلاف استدلال کرنے کے لیے نہیں ہوتا ہے بلکہ اپنے مقلدین کے لیے حکم کی دلیل بیان کرنے کے لئے ہوتا ہے یہ قول علوم حدیث کی بحث سے خارج ہے اس کا تعلق علم اصول فقہ سے ہے، محققین کی ایک جماعت نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ امام حرمین اور امام رافعی وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(۵) بعض لوگوں نے کہا کہ حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل کی جائے وہ یہ کہ اگر مبہم کی تحدیل ایسے شخص سے صادر ہو جو علم حدیث اور جرح و تحدیل میں ماہر ہو تو وہ تحدیل مقبول ہوگی، مثلاً شیخین وغیرہ اور اگر عام آدمی کی طرف سے تحدیل مبہم ہو تو وہ تحدیل مقبول نہ ہوگی واللہ اعلم (محنت القمر ص ۲۹۲، نزہۃ النظر فی شرح منہج الفکر)

(۲) مجہول العین

اس راوی کو کہتے ہیں جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کیا ہو اور کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو ہر چند کہ اس کے نام کی صراحت کر دی گئی ہو۔

مجہول العین کی حدیث کا حکم

اس میں متعدد اقوال ہیں

(۱) مبہم کی حدیث کی طرح مبہول العین کی حدیث بھی نامقبول ہے لیکن اگر اس سے روایت کرنے والا یا اس کے علاوہ کوئی اس کی توثیق کر دے تو واضح قول کے مطابق اس کی حدیث مقبول ہوگی بشرطیکہ دونوں توثیق کے اہل ہو، یہ رائے ابوالحسن بن القطان کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح تجلید میں اسی کو واضح قرار دیا ہے۔

(۲) جمہور علماء کے نزدیک مبہول العین کی روایت مطلقاً نامقبول ہے۔

(۳) بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے۔

(۴) بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اس سے تمہاروایت کرنے والا ایسا ہو کہ وہ صرف حادل سے روایت کرتا ہو جیسے محمٰد بن سعید اور ابن مہدیؒ وغیرہ تو اس کی حدیث مقبول ہوگی ورنہ مردود ہوگی۔

(۵) ابن عبد البرؒ کا قول ہے کہ اگر وہ شخص علم کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً زہد اور سخاوت وغیرہ میں مشہور ہو تو اس کی حدیث مقبول ہوگی ورنہ تو نہیں۔ (تدریب الراوی ۱/ ۲۶۹)

(۶) حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ حقیقی بات یہ ہے کہ اس کی روایت میں توقف کیا جائے جب تک کہ اس کی حالت ظاہر نہ ہو جائے، امام الحرمین نے بھی اسی پر اکتفا دیا ہے۔

(۳) مبہول الحال

مبہول الحال سے مراد وہ شخص ہے جس کے نام کی صراحت کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ حادل لوگوں نے اس سے روایت کی ہو مگر کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو مبہول حافظ ابن حجرؒ یہ مستور کہلاتا ہے۔
حافظ ابن صلاح، علامہ عراقی اور علامہ نووی وغیرہ نے مبہول الحال کی دو قسمیں کی ہیں۔

(۱) مجہول العدالة فی الظاهر والباطن معاً۔ عدالت ظاہرہ سے مراد وہ عدالت ہے جو ظاہر حال سے معلوم ہو اور عدالت باطنہ سے مراد وہ عدالت ہے جس کے لیے ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کی ضرورت پڑتی ہو۔

(۲) مجہول العدالة فی الباطن دون الظاهر اور انہوں نے صرف دوسری قسم کا نام مستور رکھا ہے

حافظ ابن حجرؒ کے یہاں ہر دو قسم مستور کہلاتی ہے۔

مجهول الحال کی حدیث کا حکم

اس میں متعدد اقوال ہیں

(۱) ایک جماعت نے مجهول الحال کی روایت کو مطلقاً قبول کیا ہے ان میں حافظ ابن حبانؒ کا شمار ہوتا ہے۔

(۲) جمہور کے نزدیک مجهول الحال کی روایت مقبول نہیں ہے۔

(۳) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ خیر القرون کا ہو تو اس کی حدیث مقبول ہے ورنہ تو مردود ہے۔

(۴) بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے والے ایسے ہوں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہوں تو مقبول ہے ورنہ مقبول نہیں۔

(۵) حقیقی بات جس پر امام الحرمینؒ نے اکتفا کیا ہے یہ ہے کہ مجهول الحال کی روایت کے بارے میں توقف کیا جائے گا جب تک کہ اس کی حالت یعنی عدالت وغیرہ ظاہر نہ ہو جائے پھر جیسی حالت ظاہر ہوگی اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا حالت کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کی روایت نہ مقبول ہوگی اور نہ مردود ہوگی۔ (نزهة النظر فی شرح منہج القرم ۱۳۹ شرح شرح نزهة النظر لعلی القاری)

جہالت عین اکثر اہل علم کے نزدیک دو یا دو سے زیادہ ثقہ راویوں کے روایت کرنے سے ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ جہالت حال کسی محدث کی توفیق سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن رشید فرماتے ہیں

لا فرق فی جہالة الحال بین رواية واحد واثنين ما لم يصرح الواحد او غيره بعد الله نعم بكثرة رواية الثقات عن الشخص تقوى حسن الظن فيه جہالت حال میں ایک یا دو راوی کی روایت سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے جب تک کہ کسی نے اس کی عدالت کی تصریح نہ کی ہو یا یہ بات ضرور ہے کہ راویوں کی کثرت سے اس کے بارے میں حسن ظن قائم ہو جاتا ہے۔ (فتح المغیب ۱/ ۲۹۷ بحوالہ جرح وتعدیل

(ص ۱۴۷)

امام دارقطنی کے نزدیک جہالت حال بھی دو یا دو سے زائد ثقہ راویوں کی روایت سے ختم ہو جاتی ہے۔ (الرفع والتکمیل ص ۲۳۸)

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کسی شخص کو کسی امام نے مجہول کہہ دیا ہو تو ضروری نہیں کہ وہ سب کے یہاں مجہول ہی ہو اس لیے کہ مجہول وی ہو سکتا ہے جس کی کسی نے توثیق نہ کی ہو مثلاً حکم بن عبد اللہ بصری کو ابو حاتم نے مجہول کہا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وہ مجہول نہیں ہے کیوں کہ ان سے چار ثقہ راویوں نے روایت کی ہے اور امام ذہبی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ (حدی الساری ص ۳۹ ج ۳)
 (تعدیل ص ۱۴۷)

(۹) بدعت

بدعت اس اعتقاد کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے مشہور طریقہ کے برعکس ہو لیکن یہ طریقہ مخالفت میں نہیں بلکہ بطور شہدائے حج کر دیا گیا ہو۔ اس میں وہ سارے فرقے شامل ہیں جنہوں نے سنت طریقہ چھوڑ دیا مثلاً خوارج، روافض، قدریہ، جہمیہ، مرجئیہ، شیعہ وغیرہ ان مبتدعین کی روایتوں کے قبول اور عدم قبول کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔

علامہ تقی الدین ابن دینق العید کی تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً کسی بھی بدعتی کی روایت مردود نہیں ہوگی کیوں کہ ہر فرقہ اپنے مخالفین کو بدعتی کہتا ہے بلکہ بسا اوقات ایک قدم آگے بڑھ کر ان کی تکفیر بھی کرنے لگتا ہے تو اگر ان کی بات مطلقاً مان لی جائے تو ہر فرقے کی تکفیر لازم آئے گی اور سب کی روایتیں مردود ہو جائیں گی لیکن اگر کوئی بدعتی ایسا ہو جو شریعت کی کسی ایسی چیز کا منکر ہو جس کا شریعت میں ہونا متواتر اور ہدایت معلوم ہو یا جس کا شریعت میں نہ ہونا بدعتی ہو اور وہ اس کے ہونے کا اعتقاد رکھے جیسے بخود اصنام وغیرہ تو اس کی روایت یقیناً مردود ہوگی اور اگر کوئی بدعتی نہ کوہ چیزوں سے متصف نہ ہو اور اس کا ضبط ضحیک ہو اور درج و تقویٰ کا حامل ہو تو اس کی روایت کو قبول کرنے سے انکار نہیں ہونا چاہیے۔ (الاقتراح

ص ۴۴۴، فقہ الفقہ شرح منہجہ الفکر ص ۳۰۰

اصح قول کے مطابق اس میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر وہ بدعتی ایسا ہو جو بدعت کی طرف داعی نہ ہو اور ایسی چیزوں کو روایت کر رہا ہو جس سے اس کی بدعت کو تقویت نہ ہوتی ہو تو اس کی حدیث مقبول ہوگی اور اگر ایسا بدعتی ہو جو بدعت کی طرف داعی ہو یا داعی تو نہ ہو مگر ایسی چیز روایت کر رہا ہو جس سے اس کی بدعت کو تقویت ہوتی ہو تو اس کی روایت مردود ہے اس لیے کہ جب وہ اپنی بدعت کا داعی ہے تو یقیناً اس کو ہٹا سنوار کر پیش کرے گا اور یہ طرز عمل اسے اس بات پر آمادہ کر سکتا ہے کہ روایتوں میں لفظی یا معنوی تحریف کر دے اور ان کو اپنے مذہب کے مقتضیات پر منطبق کرے گا یہ قول اصح اور محققین علما کا مسلک ہے بلکہ جمہور کا مذہب فقہاری بھی یہی ہے۔ (فقہ الفقہ ص ۳۰۴)

(۱۰) سوء الحفظ

راوی پر جرح کی دسویں اور آخری قسم اس کا۔ ”سستی الحفظ“ ہونا ہے یعنی اگر کسی راوی کا حافظہ خراب ہو تو اس کی حدیث مردود ہوتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کیا معیار ہے جس سے حافظے کی خرابی کا علم ہو اور اس کی حدیث مردود ہو جائے کیوں کہ کچھ نہ کچھ خرابی تو ہر شخص کے حافظے میں ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معیار یہ ہے کہ درجگی کا پلہ غلطیوں کے پلے سے رائج نہ ہو بلکہ یا تو اس کی غلطیاں رائج ہوں یا دونوں برابر ہوں لہذا جس شخص کا حافظہ ایسا ہو وہ سوء حفظ کا شکار شمار کیا جائے گا اور اس کی احادیث مردود ہوگی۔

یادداشت کی خرابی دو طرح کی ہے ایک یہ کہ فطری اور پیدائشی اعتباری اس کا حافظہ بگڑا ہوا ہو دوسری یہ کہ ابتدا تو حافظہ اچھا تھا بعد میں کسی عارض کی وجہ سے بگڑ گیا۔ عوارض مختلف ہو سکتے ہیں مثلاً عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے یا دواشت خراب ہو جائے یا مثلاً کوئی شخص حدیث کو بیان کرنے میں تحریری نوشتوں پر اعتماد کرتا تھا لیکن اب اس کی بینائی جاتی رہی یا وہ تحریری نوشتے اور کتابیں جل گئیں یا کم ہو گئیں جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظے کی مدد سے احادیث بیان کرنا شروع کیا اور غلطیاں ہوتی

گئیں، اگر حافظہ کی خرابی کی پہلی صورت ہے تو ایسے حافظے والے راوی کا کوئی نام نہیں ہے البتہ اس کی حدیث کو بعض محدثین شاذ کے نام سے موسوم کرتے ہیں جب کہ جمہور محدثین کے یہاں اس کی حدیث کا کوئی خاص نام نہیں ہے اور اگر دوسری صورت ہو تو ایسے راوی کو محدثین — مختلط — کہتے ہیں اور اس کی حدیث کو کوئی خاص نام نہیں دیتے ہیں زیادہ سے زیادہ مختلط کی حدیث کہتے ہیں۔

مختلط کی حدیث کا حکم

علامہ محمد عبداللہ ٹوکی کے بیان کے مطابق اس کی چار صورتیں ہیں

(۱) ایک یہ کہ وہ حدیث ایسی ہو جسے صرف اختلاط سے پہلے بیان کیا ہو اور وہ ممتاز بھی ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مقبول ہوگی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اسے صرف اختلاط کے بعد بیان کیا ہو، یہ حدیث مردود ہوگی۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اس حدیث کو دونوں حالتوں میں بیان کیا ہو، ایسی حدیث کا حکم یہ ہے کہ جس راوی نے اختلاط سے پہلے سنا ہو اس کی روایت سے وہ مقبول ہوگی اور جس نے اختلاط کے بعد سنا ہو اس کی روایت سے وہ حدیث مردود شمار ہوگی۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ حدیث کے متعلق معلوم نہ ہو کہ کب کی بیان کر وہ ہے ایسی حدیث کا حکم یہ ہے کہ اس کے قبول و رد میں توقف کیا جائے گا۔ (محفوظ القمر ص ۳)

مختلط کی احادیث کو ممتاز کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مختلط سے روایت کرنے والوں کے زمانہ سماع کا پتہ لگایا جائے جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے صرف اختلاط سے پہلے روایت کیا ہے تو اس کے واسطے سے مختلط کی روایت مقبول ہوگی اور جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس نے دونوں حالتوں میں روایت کیا ہے اور ممتاز نہ ہو سکے یا جس کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے اس نے مختلط سے کب روایت کیا ہے ان دونوں کے واسطے سے اس کی روایت میں توقف کیا جائے گا مثلاً عطاء بن السائب مختلط ہو گئے تھے امام شعبہ اور سفیان ثوری نے ان سے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے، جریر بن

عبدالحمید نے ان سے اختلاف کے بعد سنا ہے اور ابو حواریہ نے دونوں حالتوں میں سنا ہے۔

جس راوی کے بارے میں معلوم ہو کہ اس نے مختلف سے دونوں حالتوں میں (اختلاف سے قبل اور بعد) روایت لی ہے اور دونوں حالتوں کی روایات میں امتیاز نہ ہو سکا ہو یا جس کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے کہ اس نے مختلف سے کب روایتیں اخذ کی ہیں تو ان دونوں کی احادیث کے بارے میں توقف کیا جاتا ہے اور متوقف فیہ احادیث ضعیف ہوتی ہیں، اس لیے یہ احادیث بھی ضعیف شمار کی جائے گی، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک کی روایات میں جہاں صواب کا احتمال ہے وہیں غیر صواب کا بھی احتمال ہیں۔ لیکن جب معتبر حضرات کی روایت ان حضرات کی روایت کے موافق مل جائے تو مذکورہ دونوں احتمال صواب اور غیر صواب میں صواب کا احتمال رائج ہو جاتا ہے اور دوسری روایت کا مردی ہونا ان حضرات کی احادیث کے غلطی سے محفوظ ہونے پر دلالت کرے گا، لہذا مختلطین کی احادیث درجہ ضعیف اور توقف سے ترقی کر کے قبولیت کے مرتبے کو پہنچ جائے گی، لیکن اس کے باوجود اس کا مقام حسن لذاتہ سے کم تر ہوگا اسی لیے اسے حسن للیرہ کہا جائے گا۔ (نورۃ المستقر فی شرح معنی الفقہ: ص ۱۳۴، ۱۳۵)

مختلط راویوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے سب سے بہتر کتاب الکواکب والنہرات فی معرفۃ من اختلط من الرواة الثقات ہے جو ابن کمال (متوفی ۹۳۳ھ) کی تالیف ہے۔ جرح کے دس اسباب کا بیان یہاں مکمل ہو گیا۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی اسباب جرح میں جنہیں اب بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) ارسال

مجموعی اعتبار سے اسباب رد دو ہیں ایک راوی کا مجروح ہونا خواہ جرح کی کوئی بھی وجہ کیوں نہ ہو اور خواہ وہ جرح راوی کی دیانت سے متعلق ہو یا اس کے ضبط سے متعلق ہو، اس کا بیان ماقبل میں ہو گیا دوسرا سبب رد راوی کا حذف ہونا ہے۔

حذف راوی کے اعتبار مردود کے اقسام

ایک یا چند رواۃ کے حذف ہونے کے اعتبار مردود کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع

(۱) معلق

معلق وہ حدیث مردود ہے جس کی سند کے آغاز سے مصنف کتاب نے ایک یا ایک سے زیادہ رواۃ کو حذف کر دیا ہو۔

معلق کی مختلف اور متعدد صورتیں ہیں۔

(۱) حرام سند حذف کر کے اس طرح کہے قال رسول اللہ ﷺ کذا یا کہے فعل رسول اللہ ﷺ کذا یا کہے فعل بحضرة النبی ﷺ کذا

(۲) صحابی کو چھوڑ کر حرام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً اس طرح کہا جاعن عمر عن النبی ﷺ قال کذا

(۳) صحابی اور تابعی کو چھوڑ کر حرام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً اس طرح کیا جاعن علقمة عن عمر عن النبی ﷺ قال کذا

(۴) مصنف اپنے شیخ جس سے اس نے حدیث سنی ہو صرف اسی کو حذف کر دے اور اوپر والے کی

طرف اس حدیث کی نسبت کر دے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اوپر والا شخص مصنف کا براہ راست استاذ نہ ہو

اور اگر اوپر والا شخص مصنف کا براہ راست استاذ ہو تو یہاں پر اختلاف ہے کہ اس کی حدیث کو معلق اور اس

کے اس عمل کو تطبیق کہا جائے گا یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اسے معلق کہا جائے گا اور کچھ لوگوں کا خیال

ہے کہ اسے معلق نہیں کہا جائے گا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔ تفصیل اس طرح ہے کہ

اگر کسی امام کی تصریح یا تتبع و تلاش سے معلوم ہو کہ ایسا کرنے والا مصنف مدلس ہے تو اس کی حدیث کو معلق

نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے مدلس کہا جائے گا اور اگرچہ معلوم ہو کہ مدلس نہیں ہے تو اس کو معلق اور اس عمل کو تطبیق کہا جائے گا۔

معلق مردود کیوں ہے؟

معلق کو اقسام مردود میں اس لیے شمار کیا گیا ہے کہ اس میں کوئی راوی حذف ہوتا ہے اور محذوف کی حدالت و ضبط کا علم نہیں ہوتا ہے اور ظاہرات ہے جب مذکورہ دونوں چیزیں معلوم نہیں تو اس کی حدیث مقبول کہے ہو سکتی ہے؟ البتہ اگر کسی دوسری سند میں محذوف شخص کی نام یا کنیت وغیرہ کے ذریعہ تعیین ہو جائے تو وہ حدیث معلق مقبول ہوگی بشرطیکہ قبولیت کے تمام اوصاف اس میں جمع ہوں۔
(نزهة النظر شرح منہج الفکر ص ۱۲۲)

معلق کے مردود ہونے کی وجہ ذکر کی گئی ہے کہ اس کا کوئی راوی محذوف ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہو پاتا ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ اگر تطبیق کرنے والا یہ صراحت کر دے کہ میں نے جسے حذف کیا ہے وہ ثقہ ہے تو کیا اس قسم کی معلق روایت مقبول ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی معلق کا وہی حکم ہوگا جو اس مبہم شخص کی روایت کا ہوتا ہے جسے تعدیل و توثیق کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہو جیسے اخیرنی الثقة یا اخیرنی الشیخ وغیرہ چنانچہ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں۔
(۱) جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس مبہم کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کی تصحیح نہ کر دی جائے۔

(۲) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے آدمی کی روایت مطلقاً مقبول ہوگی۔

(۳) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اس طرح کہنے والا روایت کے احوال سے واقف ہو تو اس کے مقلدین کے حق میں مقبول ہوگی دوسروں کے حق میں مقبول نہ ہوگی مثلاً امام شافعیؒ فرماتے ہیں اخیرنی الثقة تو شوافع کے نزدیک یہ روایت قابل قبول ہوگی۔

(۴) امام حرمین اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے متقول ہے کہ اسے قبول کر لیا جائے گا شرط یہ ہے کہ اس طرح

کا لفظ کہنے والا جرح و تعدیل کا امام ہو۔

جمہور کے نزدیک تعلیق مردود ہے خواہ کسی کتاب میں ہو مگر حافظ ابن صلاح کے نزدیک تفصیل ہے۔ تفصیل اس طرح ہے کہ اگر تعلیق کسی ایسی کتاب میں واقع ہو جس کے اندر صحت کا التزام کیا گیا ہو جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ تو اس کی دو صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ صیغہ جزم و یقین کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو جیسے قال، ذکر، روی فلان اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معلق روایت مقبول ہوگی کیوں کہ صیغہ جزم کے ساتھ بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی سند اس کے نزدیک ثابت اور درست ہے اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب سند ثابت ہے تو راوی کو حذف کیوں کر دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حذف راوی صرف اس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ ضعیف ہونے کے علاوہ بھی حذف کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً اختصار، خوف تکرار اور مذاکرہ کی حالت میں سندا وغیرہ

دوسری صورت یہ ہے کہ صیغہ تخریض کے ساتھ معلق روایت کو ذکر کیا گیا ہو جیسے کہ، بروی عن فلان اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی قبولیت میں شک درود ہوگا اور اگر تعلیق مذکورہ کتابوں کے علاوہ میں ہو تو جس طرح جمہور کے نزدیک وہ مردود ہے اسی طرح ابن صلاح کے نزدیک بھی مردود ہوگی۔ (تحفة النظر فی شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۲ تحفۃ المقر ۱۹۹)

(۲) مرسل

سقوط راوی کے اعتبار سے مردود کی دوسری قسم مرسل ہے، مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہوا ہو اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی ہو، خواہ وہ تابعی بڑے درجے کا ہو یا چھوٹے درجے کا ہو مثلاً کسی حدیث کی سند کا تابعی کہے آپ ﷺ نے یہ فرمایا یہ کام کیا اور آپ ﷺ موجودگی میں ایسا کیا کیا یا آپ ﷺ ایسے تھے یا آپ ﷺ نے یہ حکم دیا وغیرہ، یہ تعریف جمہور محدثین کے نزدیک ہے۔ (تابعی گبرائے کہا جاتا ہے جس کی بہت سے صحابہ سے ملاقات ہوئی ہو اور اس کی بیشتر روایتیں صحابہ ہی سے ہو اور صغیر تابعی وہ ہے

جس کی ایک یا دو صحابہ سے ملاقات ہوئی ہو اور اس کی زیادہ تر روایتیں کہا جاتا ہیں (ہو۔)

مرسل کی مزید تعریفات

(۲) جمہور فقہاء اور اہل اصول کے نزدیک مرسل وہ حدیث ہے جس میں ایک یا متعدد روایات کسی بھی جگہ سے حذف ہوں۔

(۳) بعض لوگوں کے نزدیک وہ حدیث ہے جس میں بڑے رتبے کا تابعی یہ کہے قال رسول اللہ ﷺ سنا اور اگر غیر تابعی اس طرح کہے تو وہ حدیث منقطع شمار کی جائے گی مرسل نہیں ہوگی۔

(۴) ابن القحطان کے نزدیک مرسل حدیث وہ ہے جسے راوی اس شخص سے روایت کرے جس سے اس نے سنا ہو۔

مرسل روایت مردود کیوں؟

مرسل روایت کو مردود کے اقسام میں اس لئے شمار کیا گیا کہ اس میں تابعی کے بعد جو راوی حذف ہوتا ہے اس کی جرح و تعدیل کے اعتبار سے حالت معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ جہاں یہ احتمال ہے کہ محذوف صحابی ہو گا وہیں یہ بھی تو احتمال ہے کہ وہ تابعی ہو اور اگر واقعہ تابعی ہو تو ضروری نہیں ہے کہ وہ ثقہ ہی ہو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ضعیف ہو اور اگر وہ ثقہ ہی ہو تو پھر یہ احتمال ہے کہ اس نے کسی صحابی سے سنا ہو گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ کسی دوسرے تابعی ہی سے سنا ہو اور اگر تابعی سے سنا ہو تو پھر اس کے ثقہ اور ضعیف ہونے کا احتمال سامنے آنے کا اور اس طرح سلسلہ چلتا رہے گا اگر امکان عقلی کے طور پر دیکھا جائے تو اتنا طویل سلسلہ چلے گا کہ جس کی کوئی انتہاء ہوگی اور اگر استقراء سے دیکھا جائے تو چھ یا سات تابعین تک سلسلہ چلے گا۔ ایک تابعی دوسرے تابعی سے روایت کرتا ہو اس کی زیادہ سے زیادہ تعداد یہی ہے جو استقراء سے حاصل ہوئی ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی نے ایک تابعی کی روایت نقل کی ہے جس سے لے کر حضرت ابوایوب

انصاریؒ کی الہیہ تک چھ واسطے میں جو سب کے سب تابعی ہیں البتہ حضرت ابویوب انصاریؓ کی الہیہ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ صحابیہؓ یا تابعیہ اگر صحابیہؓ میں تو ایک تابعی سے دوسرے تابعی کی روایت کا سلسلہ چھ تک رہے گا اور اگر وہ تابعیہ ہے تو سلسلہ سات تک رہے گا اس کے بعد حضرت ابویوب انصاریؓ ہیں جو کہ مشہور صحابی ہیں۔ مثال ترائدۃ عن منصور عن ہلال بن یساف عن ربیع بن خثیم عن عمرو بن مہمون عن عبدالرحمن بن ابی لہلی عن امرأة ابی ایوب عن ابی ایوبؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اہجر احدکم ان یقرأ فی لیلۃ ثلث القرآن من قرأ اللہ الواحد الصمد فقد قرأ ثلث القرآن (ترمذی فضائل القرآن باب ما جاء سورۃ الاخلاص ۲۸۹۶)

مرسل کا حکم

ارسال کرنے والے تابعی کی تین حالتیں ہیں

- (۱) ایک یہ کہ اس کی عادت کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو کہ وہ صرف ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہے یا ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے کر لیتا ہے۔
 - (۲) دوسری حالت یہ ہے کہ اس کی عادت معلوم ہو کہ وہ صرف ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہے۔
 - (۳) تیسری حالت یہ ہے کہ اس کی یہ عادت معلوم ہو کہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ ہر ایک سے ارسال کر لیتا ہے۔
- پہلی حالت کا حکم یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک اس کی مرسل غیر مقبول ہے اور احناف کے نزدیک مقبول ہے۔

دوسری حالت کے حکم میں اختلاف ہے

- (۱) جمہور محدثین کے نزدیک اس میں توقف کیا جائے گا اور مردود کے عام معنی کے اعتبار سے توقف کرنا بھی روپی کرنا ہے گویا ان کے نزدیک اس صورت میں بھی مرسل مردود ہے اور اس کی وجہ سے یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ صرف ثقہ سے ارسال کرتا ہے لیکن یہ احتمال ضرور ہے کہ اس نے اپنی عادت کے خلاف غیر ثقہ سے ارسال کر لیا ہو خواہ دوسری سند سے اس کی تقویت ہو یا نہ ہو، امام احمد کا مشہور قول بھی ہے۔

(۲) امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایسی مرسل روایت مقبول ہوگی اگر چار چیزوں میں سے کسی ایک سے اس کی تقویت ہو جائے ورنہ تو مردود ہوگی وہ چار چیزیں یہ ہیں (۱) ایک یہ کہ اس مرسل کے موافق کوئی متصل روایت آجائے اور سند کے روات دوسرے ہوں (۲) دوسری یہ کہ اس کے موافق کوئی مرسل روایت آجائے جس کے روات دوسرے ہوں (۳) تیسری یہ کہ اس کے موافق کسی صحابی کا قول ہو (۴) چوتھی یہ کہ اس کے موافق اکثر علما کا قول ہو، امام شافعی نے یہ شرط اس لیے لگائی ہے تاکہ محذوف کے حلق نفس الامر میں ثقہ ہونے کا غالب گمان ہو جائے اور یہ گمان مغلوب ہو جائے کہ محذوف، ارسال کرنے والے تابعی کے اعتقاد میں ثقہ ہے، نفس الامر میں ثقہ نہیں ہے۔

تیسری حالت کے حلق احناف میں سے ابو بکر رازی اور مالکیہ میں سے ابو الولید ہامی نے نقل کیا ہے کہ اس قسم کی مرسل بالاتفاق مردود ہے۔ (نوعۃ النظر فی شرح مخبۃ الفکر ص ۱۲۲ تا ۱۲۳ صفحہ الفکر ص ۲۰۳)

(۳) محض

مقطوع راوی کے اعتبار سے مردود کی تیسری قسم — محض — ہے اس میں دو چیزیں ملحوظ ہوتی ہیں ایک یہ کہ ایک سے زیادہ روات حذف ہو، دوسرے یہ کہ مسلسل اور لکھنا تار حذف ہو، یہ حافظ صاحب کا مسلک ہے (وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ روات مسلسل حذف ہو گئے ہوں خواہ ابتداء سے یا وسط سے یا انتہاء سے۔)

محض کی دوسری تعریف

وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے دو یا زیادہ روات حذف ہوں۔ حافظ ابن صلاح علامہ نووی اور علامہ طیبی کا بھی مسلک ہے ان کے یہاں صرف ایک چیز ملحوظ ہے ایک سے زیادہ روات کا حذف ہونا مسلسل حذف ہونے کی شرط نہیں ہے۔

(۴) منقطع

وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے ایک یا زیادہ روایات حذف ہوں مگر مسلسل نہ ہو خواہ یہ حذف ابتداء سے ہو یا وسط سے یا انتہا سے۔ یہ مسلک حافظ ابن حجر کا ہے۔

منقطع کی دیگر تعریفات

(۲) جمہور فقہاء محدثین کا مسلک یہ ہے کہ منقطع ہر وہ حدیث ہے جس کی سند متصل نہ ہو خواہ ایک راوی حذف ہو یا زیادہ اور خواہ ابتداء، وسط اور انتہا میں سے کسی بھی مقام پر ہو، نیز چاہے مسلسل حذف ہو یا غیر مسلسل، منقطع اسی معنی کے لحاظ سے مرسل، معلق اور معضل کی قسم نہیں ہوگی بلکہ ان کا مقسم ہوگی اور مقسم قسم سے عام ہوتا ہے، لہذا منقطع ان حرام سے عام ہوگی۔

(۳) وہ حدیث ہے جس میں کوئی راوی مبہم نقطہ کے ذریعہ ذکر کیا گیا ہو، جیسے رجل، شیخ وغیرہ

(۴) وہ حدیث ہے جس میں تابعی یا اس کے بعد کے کسی شخص کا قول و عمل بیان کیا گیا ہو، یہ معنی عجیب ہے، اس لیے کہ اس کو تو منقطع کہتے ہیں، پھر منقطع نام رکھنا کیوں تعجب خیز نہ ہوگا۔

حذف راوی کی تقسیم

حذف راوی یا سقوط راوی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سقوط جلی (۲) سقوط حتی

(۱) سقوط جلی

سقوط جلی ایسا سقوط ہے جس کا علم ہر شخص کو ہو جائے خواہ وہ حدیث میں ماہر ہو یا نہ ہو، جیسے امام مالک کسی صحابی سے روایت کرنے لگیں یا آپ ﷺ سے براہ راست روایت کریں۔

سقوط جلی کو جاننے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ اگر راوی مروی حد کا ہم عصر نہیں ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ درمیان سے کوئی راوی ساقط ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر راوی مروی حد کا ہم عصر تو ہے لیکن دونوں کی باہم ملاقات نہ ہونا ثابت ہو اور راوی کو شیخ سے اجازت اور وجاہت بھی نہ ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ

کوئی درمیان سے ساقط ہوا ہے، مثلاً حضرت اویس قرنیؓ آپ ﷺ کے زمانے میں بحالت اسلام موجود تھے لیکن آپ ﷺ سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی، لہذا اویس قرنیؓ کی آپ ﷺ سے روایت متصل نہیں مانی جائے گی، اور اگر راوی مروی عندہ کا معاصر ہو اور باہم ملاقات نہ ہونا ثابت ہو لیکن اس کو مروی عندہ سے اجازت یا وحدت ہو تو اس وقت معنوی ملاقات ثابت ہوگی جس کی وجہ سے وہ روایت غیر متصل نہیں مانی جائے گی۔ معلق، مرسل، معضل اور منقطع سقوط جلی ہی کے اعتبار سے مردود کے اقسام ہیں۔

(۲) سقوط حقی

سقوط حقی ایسا سقوط ہے جسے ہر شخص نہیں جان سکتا ہے بلکہ صرف وہی شخص جان سکتا ہے جو حدیث کی مختلف سندوں اور سندوں کی خرابیوں سے واقف اور فن حدیث میں ماہر ہو جیسے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور ان جیسے دیگر محدثین۔

سقوط راوی کو جاننے کے لیے فن تاریخ کی ضرورت پیش آتی ہے چونکہ فن تاریخ میں عام لوگوں کی عموماً اور راویان حدیث کی خصوصاً ولادت و وفات نیز طلب علم اور سماع حدیث کے لیے سفر کے اوقات کو بیان کیا جاتا ہے اور فن حدیث میں سند سے سقوط راوی کا علم تاریخ وغیرہ ہی کے ذریعہ ہوتا ہے اس لیے علم حدیث میں فن تاریخ کی ضرورت پڑتی ہے، چنانچہ بہت سے لوگوں نے بعض مشائخ سے روایت کا دعویٰ کیا اور جب ان سے ان کی تاریخ ولادت و وفات پوچھی گئی تو بظلمیں جھانکنے لگے اور ان کی کذب بیانی آشکارا ہو گئی۔

سقوط حقی کے اعتبار سے مردود کے اقسام

سقوط حقی کے اعتبار سے حدیث مردود کی دو قسمیں ہیں (۱) مدلس (۲) مرسل حقی

مدلس

مدلس تدلیس سے مشتق ہے اس لیے پہلے تدلیس کی وضاحت کی جاتی ہے تدلیس (دس دال

اور لام کے فقر کے ساتھ) سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی تاریکی کو روشنی کے ساتھ ملانا ہے جیسا کہ رات کی ابتدا میں ہوتا ہے۔ اصطلاح میں تدلیس یہ ہے کہ راوی اپنے استاذ کو حذف کر کے (جس سے اس نے حدیث سنی ہے) حدیث کی نسبت استاذ الاستاذ کی طرف کر دے جس سے معاشرت اور لقا تو ہو مگر مطلق سماع نہ ہو یا سماع بھی ہو مگر اس حدیث کا سماع نہ ہو اور لفظ ایسا استعمال کرے جس میں سماع کا بھی احتمال ہو جیسے عن فلان، قال فلان وغیرہ مثلاً سفیان بن عیینہ نے ایک مرتبہ شاگردوں کے سامنے حدیث بیان کرنا شروع کیا تو اس طرح کہن الزہری (امام زہری سے مروی ہے) تو شاگردوں نے کہل حدیثک الزہری؟ (کیا زہری نے آپ سے بیان کیا ہے؟) اس پر سفیان بن عیینہ نے لفظ بدل کر یوں نکلیا الزہری (زہری نے کہا) پھر شاگردوں نے کہل معنہ من الزہری؟ (کیا آپ نے زہری سے اس کو سنا ہے؟) سفیان بن عیینہ نے جواب دیا سمعہ من الزہری ولا ممن سمعہ من الزہری حدثنی عبدالرزاق عن معمر عن الزہری یعنی میں نے نہ زہری سے سنا ہے اور نہ زہری سے سنے والے سے سنا ہے بلکہ مجھ سے عبدالرزاق نے بیان کیا اور ان سے معمر نے اور ان سے امام زہری نے۔

تدلیس کے اقسام

تدلیس کی مشہور اقسام تین ہیں (۱) تدلیس الاستاد (۲) تدلیس الشیوخ (۳) تدلیس التوسیہ

(۱) تدلیس استاد

تدلیس استاد یہ ہے کہ راوی اپنے استاذ کو حذف کر کے (جس سے اس نے حدیث سنی ہے)

حدیث کی نسبت استاذ الاستاذ کی طرف کر دے جس سے معاشرت اور لقا تو ہو مگر مطلق سماع نہ ہو یا سماع بھی ہو مگر اس خاص حدیث کا سماع نہ ہو اور لفظ ایسا استعمال کرے جس میں سماع کا بھی احتمال ہو جیسے عن فلان، قال فلان وغیرہ

(۲) تدلیس الشیوخ

تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ راوی اپنے استاذ کو غیر معروف لفظ کے ذریعہ ذکر کرے مثلاً اگر استاذ کنیت سے مشہور ہو تو اس کا نام (علم) ذکر کرے اور اگر علم سے مشہور ہو تو کنیت ذکر کر دے۔ اسی طرح اگر لقب کے ذریعہ مشہور ہو تو کنیت یا علم ذکر کرے اور اگر کنیت یا علم سے مشہور ہو تو لقب ذکر کر دے جیسے ابن مجاہد مقلی نے کہا حدیثنا عبد اللہ بن ابی حمزہ اللہ عبد اللہ سے مراد امام ابو داؤد کے لڑکے عبد اللہ ہیں اور ابو عبد اللہ سے مراد امام ابو داؤد ہیں۔ ابن مجاہد کی عبارت سے اس حقیقت کی طرف بڑی مشکل سے ذہن منتقل ہو سکتا ہے۔

تدلیس تسویہ

تدلیس تسویہ یہ ہے کہ راوی اثنائے سند سے کسی ضعیف راوی کو حذف کر کے اس سے اوپر والے کی طرف ایسے لفظ سے نسبت کر دے جس سے سماع کا وہم ہو جیسے بقیۃ الولید اور ولید بن مسلم کی تدلیس۔

تدلیس کی دو اور قسمیں ہیں (۱) تدلیس عطف (۲) تدلیس قطع

(۱) تدلیس عطف

تدلیس عطف یہ ہے کہ راوی دو افراد سے روایت کرے (جب کہ اس نے یہ روایت صرف ایک استاذ سے سنی ہو دوسرے سے نہ سنی ہو) پھر پہلے استاذ کے لیے صیغہ سماع استعمال کر کے دوسرے آدمی کو اس کے ساتھ بیان کر دے جس کی وجہ سے دوسرے آدمی سے بھی سماع کا وہم ہو۔

(۲) تدلیس قطع

تدلیس قطع یہ ہے کہ راوی صیغہ ادا استعمال کر کے خاموش ہو جائے (جس کا مقصد سند کو حذف کرنا ہو) پھر کچھ وقفہ کے بعد آگے کی سند بیان کرے۔ (تدریب الراوی / ۱۸۷، ۱۸۸)

تدلیس کا حکم

تدلیس کی جتنی بھی صورتیں ہیں ان میں تدلیس تسویہ سب سے بدتر ہے، علما نے اس کی بڑی مذمت بیان کی ہے۔

تدلیس تسوچ اور تدلیس قطع کی صورت میں روایت ضعیف ہوتی ہے، اس لیے کہ پہلی صورت میں ضعیف راوی محذوف ہوتا ہے اور دوسری صورت میں انقطاع پایا جاتا ہے اور تدلیس نے اس شر کو چھپانے کے لیے ایسا کلمہ ادا استعمال کیا ہے جو سماع کا وہم دلاتا ہے، اگرچہ راوی نے عدم سماع ہی مراد لیا ہے پھر بھی سننے والوں کو دھوکہ ہو سکتا ہے۔

تدلیس عطف کی صورت میں روایت صحیح ہو سکتی ہے، گو وہ سلسلۂ اسناد جس پر عطف کیا ہے وہ صحیح ہے، اس لیے کہ اس میں انقطاع نہیں پایا گیا ہے۔

تدلیس شیوخ کبھی راوی کی صغریٰ یا کم علمی یا ضعف کے باعث کیا جاتا ہے کبھی طلباء کا امتحان لینے کے لیے کیا جاتا ہے، لہذا اس پر حکم اسی اعتبار سے لگایا جاتا ہے اگر عیب کو چھپانے کے لیے ہے تو ضعیف ہوگی ورنہ مقبول ہوگی۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۱، ۴۲)

تدلیس اسناد کا عام حکم یہ ہے کہ بکثرت تدلیس کرنے والا تدلیس راوی یا ضعفاً و مجاہل سے تدلیس کرنے والا تدلیس اگر محتمل صیغہ ”عنہ“ یا ”قال“ استعمال کرتا ہے تو روایت مرسل ہوگی اور اگر صریح صیغہ (حدثنا، سمعت، أخبرنا وغیرہ) تو روایت صحیح ہوگی۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۱)

مدلیس کا حکم

جس شخص کے بارے میں تدلیس کا پتہ چل جائے اس کی روایتوں کو قبول کیا جائے گا یا نہیں اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱) اگر وہ شخص عادل ہے تو اس کی وہ روایتیں مقبول ہوگی جس میں اس نے سماع کی صراحت کر دی ہو اور جس میں سماع کی صراحت نہ کی ہو وہ مردود ہوگی اور اگر وہ شخص غیر عادل ہے تو اس کی کوئی بھی روایت مقبول نہ ہوگی، الا یہ کہ کسی دوسرے سے اس کی تائید ہو جائے۔ یہ قول اصح ہے۔

(۲) مدلیس کی تمام روایات مردود ہوگی اگرچہ سماع کی صراحت کرے۔

(۳) تمام روایات مقبول ہوگی اگرچہ سماع کی صراحت نہ کرے۔

(۴) حرام روایات مردود ہوگی خواہ تہ لیس کم کرتا ہو یا زیادہ اور خواہ صرف ثقہ سے تہ لیس کرتا ہو یا ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے تہ لیس کرتا ہو۔

(۵) اگر کم تہ لیس کرتا ہو تو اس کی روایتیں مقبول ہوں گی اور اگر تہ لیس زیادہ کرتا ہو تو اس کی روایات مردود ہوگی۔

(۶) اگر صرف ثقہ سے تہ لیس کرتا ہو جیسے سفیان بن عیینہ وغیرہ ہیں تو اس کی روایتیں مقبول ہوں گی اور اگر دونوں سے روایت کرتا ہو تو اس کی روایات مردود ہوں گی۔ (صفحہ ۱۴۴ ص ۲۱۲ بحوالہ بیہۃ الدرع، کشف المغیث ص ۸۳)

تہ لیس راویوں کے درجات

تہ لیس راویوں کے طبقات اور درجات ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے بھی ان کی روایت پر حکم لگانے میں فرق ہوتا ہے، تہ لیسین کے کل پانچ طبقات ہیں۔

- (۱) جس نے شاؤد اور تہ لیس کی ہو جیسے یحییٰ بن سعید انصاری ایسے راویوں کی تعداد ۳۳ ہیں۔
 - (۲) وہ عظیم المرتبت محدثین جن کی تہ لیس کی تعداد نسبتاً کم ہے جیسے امام سفیان ثوریؒ یا وہ محدثین جنہوں نے صرف ثقہ سے تہ لیس کیا ہے جیسے سفیان بن عیینہ ان کی بھی تعداد ۳۳ ہیں۔
 - (۳) جس نے بکثرت تہ لیس کی ہے جیسے ابو الزبیر محمد بن مسلم وغیرہ ایسے تہ لیسین کی تعداد ۵ ہیں۔
 - (۴) جس نے ضعیف یا ہلے سے تہ لیس کی ہے جیسے بقیہ بن الولید وغیرہ ان کی تعداد صرف ۱۲ ہیں۔
 - (۵) جو تہ لیس کے علاوہ دیگر اسباب سے ضعیف ہو جیسے عبد اللہ بن لہیعہ ان کی تعداد ۲۴ ہیں۔
- (طبقات التہ لیسین ص ۲)

پہلے اور دوسرے قسم کے لوگوں کی تہ لیس قابل قبول ہوتی ہے۔

تیسرے اور چوتھے قسم کے لوگوں کی روایتیں سماع کی تصریح کی ہو تو قابل قبول ہوگی ورنہ

نہیں، تیسری قسم والوں کی روایات کو کچھ لوگوں نے مطلقاً قابل قبول مانا ہے۔

پانچویں قسم کے لوگوں کی روایت تصریح سماع کے باوجود بھی قابل قبول نہیں الاچہ کہ راوی کا ضعف محض ہو اور ائمہ نے اس کی توثیق کی ہو جیسے ابن لہیعہ (طبقات المدلسین ص ۹)

تدلیس کی معرفت

تدلیس کی معرفت خود اس راوی کے بتانے سے حاصل ہوتی ہے یا کسی امام کی وضاحت سے جس نے یہ بتا دیا ہو کہ دونوں میں ملاقات نہیں ہوئی ہے یا ملاقات ہوئی ہے تو اس روایت کا سماع نہیں حاصل ہوا ہے جس میں تدلیس سے کام لیا۔

مقام تدلیس

امام حاکم فرماتے ہیں کہ حرین، حجاز، مصر، عوالی، خراسان، اسمہان، بلاد فارس، خوزستان، ماوراءالنہر کے ائمہ میں سے کسی سے تدلیس کرنا سنا نہیں گیا ہے، زیادہ تر تدلیس کوفہ کے ائمہ سے صادر ہوئی ہے اور کچھ بصرہ کے لوگوں سے ابو بکر باغندی تک بغداد والوں میں بھی کسی سے تدلیس ثابت نہیں ہے، بغداد میں سب سے پہلے تدلیس ابو بکر باغندی نے کی۔ (تدلیس الراوی ۱ / ۱۹۳)

مرسل حتی

سقوط حتی کے اعتبار سے مردود کی دوسری قسم مرسل حتی ہے۔ مرسل حتی وہ حدیث ہے جس میں سقوط حتی اس طور پر ہو کہ راوی اپنے استاذ جس سے اس نے حدیث سنی ہے اسے حذف کر کے ایسے شخص کی طرف حدیث کی نسبت کر دے جو اس کا معاصر تو ہو مگر اس سے ملاقات معروف نہ ہو، حافظ ابن حجر، حافظ سخاوی، علامہ قاسم قطلوبغا اور بہت سے محدثین نے اسی تعریف کو پسند کیا ہے۔

دوسری تعریف

مرسل حتی وہ حدیث مردود ہے جس میں راوی اپنے اس استاذ کو جس سے حدیث سنی ہے اسے حذف کر کے ایسے شخص کی طرف حدیث کو منسوب کر دے جو اس کا معاصر تو ہو مگر اس سے ملاقات نہ ہوئی

ہو یا ملاقات تو ہوئی ہو مگر اس سے کوئی حدیث نہ سنی ہو یا حدیث کو سنی ہو مگر خاص یہ حدیث نہ سنی ہو، حافظ ابن صلاح، علامہ نووی، علامہ طیبی اور علامہ عراقی نے بھی تعریف اختیار کی ہے اور ان حضرات نے بعینہ یہی تعریف تدلیس کے لیے بھی اختیار کی ہے۔

تدلیس اور ارسال میں فرق

اصطلاحی اعتبار سے ارسال اور تدلیس میں فرق ضرور ہے، اس لیے کہ ارسال ایسے راوی سے ہوتی ہے، جس سے ملاقات نہیں ہوتی ہے اور تدلیس ایسے راوی سے ہوتی ہے، جس سے ملاقات ہو چکی ہوتی ہے لیکن باعتبار حکم دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ دونوں صورتوں میں راوی درمیان سے دوسرے کو ساقط کر دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مدلس اور مرسل حقی میں بہت دقیق فرق ہے، تدلیس جس سے لٹا ثابت ہے اس کے ساتھ خاص ہوتی ہے اور اگر ملاقات نہ ہو تو وہ مرسل حقی ہے، جن لوگوں نے تدلیس کی تعریف میں بغیر ملاقات کے معاشرت کا ذکر کیا ہے تو اس سے مرسل حقی کی تعریف اس میں شامل ہو جاتی ہے حالانکہ صحیح ہے کہ دونوں میں فرق ہے۔ (نزهة النظر فی شرح منہج الفکر ۱۲۶)

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ تدلیس تو ارسال کو شامل ہے لیکن ارسال تدلیس کو شامل نہیں کیوں کہ جس سے ملاقات ہی نہیں ہوتی اس سے سماع کا وہم ممکن نہیں، اسی وجہ سے علامہ نے تدلیس کی مذمت کی ہے (اس لیے کہ وہ منقطع ہوتی ہے) اور ارسال کی مذمت نہیں کی ہے کیوں کہ ارسال میں منقطع واضح ہوتا ہے۔ (فتح المغنیف ۱/ ۳۱۳، ۳۱۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حافظ ابن حجر اور ان کے تابعین کے نزدیک تدلیس اور مرسل حقی کے درمیان تباہین کلی کی نسبت ہے جیسا کہ مدلس کی اور مرسل کی پہلی تعریف سے واضح ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ارسال خاص ہے اس صورت کے ساتھ جس میں راوی مروی حد کا معاصر ہو مگر دونوں کی باہم ملاقات معروف نہ ہو اور تدلیس خاص سے اس صورت کے ساتھ جس میں راوی کی مروی حد سے ملاقات بھی ثابت ہو۔

حافظ ابن صلاح اور ان کے متبعین کے نزدیک تساوی کی نسبت ہے جیسا کہ ان کے نزدیک دونوں کی تعریف سے واضح ہوتا ہے۔

سقوط حق کو جاننے کے طریقے

سقوط حق کا علم دو طریقوں سے ہو سکتا ہے۔

(۱) راوی خود وضاحت کر دے کہ میری مروی حدیث سے ملاقات نہیں ہوئی ہے جیسے عیسیٰ بن ابی اسحاق سنی نے حضرت عمر بن عبداللہ سے پوچھا کہ آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا ہے یعنی میری ان سے ملاقات اور سماع نہیں ہے۔ اسی طرح عمرو بن مرہ نے ابو حنیفہ بن عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے والد سے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔

(۲) کوئی واقف کار امام یقین کے ساتھ کہہ دے کہ فلاں کی اس سے ملاقات نہیں ہوئی ہے اس کی مثال یہ حدیث ہے عن عمر بن عبدالعزیز عن عقبہ بن عامرؓ مرفوعاً رحمہ اللہ حارس الحرس (رواہ ابن ماجہ فی باب فضل الحرس من کتاب الجہاد)

حافظ مزنی فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؓ کی حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ملاقات نہیں ہے۔

دوسری مثال : عن عوام بن حوشب عن عبداللہ بن ابی اوفیؓ قال قال النبی

ﷺ اذ قال ہلال قد قامت الصلاة نهض وكبر

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ عوام کی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے ملاقات نہیں ہے۔

مرسل حق سے متعلق خطیب بغدادی کی ایک کتاب التفصیل لمبہم المراسیل نامی ہے۔

رواہم سوال اور ان کے جواب

سوال یہ ہے کہ اگر کسی سند میں راوی مروی حدیث سے بصیغہ عن یا قال روایت کر رہا ہو اور دوسری

سند میں اسی راوی اور مروی حدیث کے درمیان ایک یا زیادہ روایت کی زیادتی ہو تو کیا اس زیادتی کی وجہ سے یہ

کہا جائے گا کہ اس راوی اور مروی حدیث کی باہم ملاقات نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں۔ دونوں کے درمیان کسی سند میں راوی کی زیادتی عدم لکھا کے ثبوت کے لیے کافی نہیں ہے کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ وہ سند مزید فی متصل الاسانید کی قبیل سے ہو۔ مزید فی متصل الاسانید کی تعریف یہ ہے کہ کوئی راوی وہم کی وجہ سے ایک یا چند روایات کا اضافہ کر دے اور جس نے زیادتی نہیں کی ہے وہ زیادہ صاحب ضبط و اتقان ہو۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر دو معاصر کے درمیان روایت واقع ہو اور اس روایت کی کسی سند میں کسی راوی کی زیادتی ہو تو وہاں پر کیا حکم لگائیں گے؟ زیادتی والی روایت کو درست کہیں گے یا دوسری روایت کو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، نہ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ زیادتی والی روایت درست ہے اور بغیر زیادتی والی روایت منقطع ہے، اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بغیر زیادتی والی روایت درست ہے اور زیادتی والی روایت مزید فی متصل الاسانید کی قبیل سے ہے، ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر جس طرح اختطاح کا احتمال ہے اسی طرح اتصال کا بھی احتمال ہے۔

سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث مردود کے اقسام اور ان کے احکام کی وضاحت یہاں مکمل ہوئی۔ مجمع اقسام چھٹیں۔ (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع (۵) بدلس (۶) مرسل حتی

کچھ اور اسباب جرح

راوی کے عادل و ضابط ہونے کے باوجود بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے روایت قابل قبول نہیں ہوتی ہے جس کی بنیاد کسی نہ کسی طرح خفت برتنا، ایسے کچھ اسباب کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ضعف سے روایت کرنا۔

محدثین کے یہاں یہ ضابطہ ہے کہ اگر کوئی راوی ضعیف و مجہولین سے بکثرت روایت کرتا ہے تو

وہ مشکوک ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس نے

(۱) اپنے مشائخ کے انتقابات میں کوئی توجہ نہیں دی جو غفلت کی دلیل ہے۔

(۲) مجہولین کی حالت پر اطلاع پانے میں ناکام رہا۔

(۳) ایسے لوگوں سے روایت کی جو کسی کو تقویت نہیں دے سکتے، اس طرح اس نے ایک غیر مفید کام کیا۔ (ضوابط المخرج والتعديل)

چنانچہ امام ابو زرہ، احمد بن صالح مکی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صدوقی لکنہ یحدث

عن الضعفاء والمجهولين

امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بخاری مجہولین سے منکر روایت بیان کرتے ہیں، لہذا ان

کی روایت قاسد ہو جاتی ہے لیکن جب ثقات سے روایت کرتے ہیں تو صدوق ہوتے ہیں۔ (المخرج والتعديل ۲/۲۸۲)

محمد مروان قدی کو بہت سے ثقاد نے اسی بنا پر متہم قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے عبد اللہ بن عبد القدوس سعدی کے بارے میں فرمایا کہ صدوق ہے لیکن ضعفا

سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲/۳۷۷)

اسی طرح عبد الحمید بن بہرام فزاری کو شہر بن حوشب سے بہ کثرت روایت کرنے کی وجہ سے

ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۲/۴۷۳)

بڑے بڑے محدثین نے ضعفاء و مجہولین سے جو احادیث کو روایت کیا ہے وہ ایسے ضعفاء اور

مجہولین کی معرفت کرانے اور ان کی احادیث سے محذیر کے لیے کیا ہے، اسی لیے ان کی کتابوں کو کتب جرح و تعدیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) صحیفہ سے روایت کرنا

کبھی کبھی راوی کی اس وجہ سے تضعیف کی جاتی ہے کہ وہ حدیث کو کسی استاذ سے پڑھے بغیر

پڑھتا اور پڑھاتا ہے، جس کی وجہ سے اس سے تصحیف و تحریف بکثرت ہوتی ہے ایسے لوگوں کو محدثین سے معافی ہے۔ کہتے ہیں اور ان سے روایت کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔

امام مسلم نے زبیر بن حرب کے واسطے سے ایک روایت ذکر کی ہے۔ زبیر بن حرب اسحاق بن عیسیٰ سے نقل کرتے ہیں اور اسحاق بن عیسیٰ ابن لہیعہ سے روایت کرتے ہیں ابن لہیعہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ نے میرے پاس لکھ کر بھیجا کہ بسر بن سعید نے ہم سے زید بن ثابت کے واسطے سے یہ روایت ذکر کی کہ ان رسول اللہ ﷺ احتجم فی المسجد یعنی آپ ﷺ نے مسجد میں سنگی کھینچوائی۔

ابن لہیعہ سے جب دریافت کیا گیا کہ گھر کے اندر کی مسجد مراد ہے؟ تو انھوں نے کہا نہیں بلکہ مسجد نبوی مراد ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ روایت سداً و متناً دونوں اعتبار سے ضعیف و فاسد ہے، اس لیے کہ ابن لہیعہ نے متن میں تصحیف کی ہے اور سند میں غفلت سے کام لیا ہے، اصل روایت اس طرح ہے احتجم فی المسجد بخصوصاً او حصیر بصلی فیہا مسجد میں چٹائی سے حجرہ کے ماحد ہٹا لیا تھا اور اس میں نماز (قیام اللیل) پڑھا کرتے تھے۔

آگے امام مسلم فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ سے غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ انھوں نے موسیٰ بن عقبہ کی کتاب سے حدیث روایت کی جو ہی الآفة التي تخشى علی من اخذ الحديث من الكتب من غیر سماع من المحدث او عرض علیہ اس مصیبت کا خوف ہر اسی شخص پر ہوتا ہے جو حدیث کو کتابوں سے پڑھ لیتا ہے، نہ کسی محدث سے سنا ہے اور نہ کسی محدث کو سنا ہے۔ (کتاب التہجد)

ایسے ہی عبد الحمید بن بہرام کو صحیفہ سے روایت کرنے کی وجہ سے (وہ صحیفہ شہر بن حوشب کے پاس تھا) ضعیف کہا گیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ / ۲۷۳)

(۳) کفر

(۴) عدم بلوغت

(۵) جنون

(۶) قاعدہ مروت

اسباب عدالت میں جن چیزوں کا ہونا ضروری اور شرط ہے مثلاً اسلام، بلوغت برائے ادائے حدیث، عقل، خوارم مروت سے محفوظ رہنا، ان امور کا فقدان اسباب ضعف میں شامل ہے۔ مثلاً کافر ہونا (جو کذب سے بھی بڑھ کر ہے) ناپالغ ہونا، بخون ہونا، خوارم مروت سے محفوظ نہ ہونا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محدثین نے لفظ فسق کو کفر میں شامل کر لیا ہے اس لیے کہ ادنیٰ کا وجود اگر کسی چیز کے لیے مانع ہے تو اہلی کا وجود بدرجہ اولیٰ مانع ہوگا اور کفر فسق سے اعلیٰ ہے، اسی طرح خوارم مروت کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے، اس لیے کہ جو شخص گناہ صغیرہ پر اصرار نہیں کرتا اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتا تو اس کے اندر مروت کا وجود ضرور ہے، جو اس کو تقویٰ اور پرہیزگاری پر ابھارتا ہے، البتہ بخون اور ناپالغ دونوں غیر مکلف ہوتے ہیں اور چوں کہ غیر مکلف کا اعتبار نہ ہونا ایک بدیہی امر ہے۔

اسباب جرح و رد (راوی کا مجروح ہونا اور راوی کا حذف ہونا) کا بیان مکمل ہوا اب تعدیل کے حلقہ کچھ باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

تعدیل

تعدیل کے لغوی معنی

”تعدیل“ عدل سے ماخوذ ہے جو عام طور سے انصاف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عدل پر ظلم کی ضد ہے، اسی طرح سے ہر وہ چیز جس کی درستگی پر دل کو اطمینان ہو اس کو عدل کہتے ہیں۔ تعدیل کے معنی کسی کو درست کرنا۔ ”تعدیل الشہود“ کا مطلب گواہوں کو عادل قرار دینا۔

اصطلاحی تعریف

راوی پر یہ حکم لگانا کہ راوی عادل اور ضابط ہے

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ راوی کے مقبول ہونے میں دو بنیادی چیزیں ضروری ہیں۔
 عدالت (۲) ضبط جیسا کہ ابن صلاح نے لکھا ہے بشرط فیمن یحتج بروایتہ ان یکون عدلاً
 ضابطاً لما یروہ

عدالت

عدالت ایک فطری ملکہ ہے، جو انسان کو تقویٰ اور مروت کے لزوم پر ابھارتا ہے۔
 کسی عمل کو کرنے کے لیے نفس انسانی میں جو قوت پیدا ہوتی ہے اگر وہ ابتدائی درجے کی ہو تو
 حال ہے اور اگر انتہا کو پہنچ کر مضبوط ہو جائے تو وہ ملکہ کہلاتا ہے مثلاً کسی شخص نے لکھنا شروع کیا چند دنوں
 میں اسے کچھ لکھنا آ گیا یعنی اس میں ایسی قوت پیدا ہو گئی کہ جس کی مدد سے وہ شخص لکھ سکتا ہے اسی قوت کو
 حال کہتے ہیں اور جب لکھنے لکھنے وہ قوت راسخ اور مضبوط ہو جائے تو وہ لکھنے کا ملکہ کہلاتا ہے۔

تقویٰ

تقویٰ ان حرام اعمال سے بچنے کو کہا جاتا ہے جو شرعاً مذموم ہو جیسے شرک، فسق، بدعت وغیرہ

مروت

مروت ان حرام اعمال سے پرہیز کرنے کو کہا جاتا ہے جو عرفاً مذموم ہوں جیسے ایک دولتمند کی
 چوری، راستہ چلنے ہوئے کھانا، راستے میں بول و براز کرنا، سر عام تہقید لگانا اور کبوتر بازی وغیرہ
 علامہ زحمانی فرماتے ہیں کہ مروت ایک عربی چیز ہے شرعی نہیں ہے اور عربی اصطلاحات عام طور سے
 کسی قاعدہ کے تحت نہیں آتی بلکہ یہ مختلف اشخاص و بلدان کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں۔ (فتح المغیبہ/۵/۲۴۶)
 ضبط سے متعلق کلام آئندہ ہوگا

عادل کون؟

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر انسان پر اطاعت غالب ہے تو وہ عادل ہے اور اگر مصیبت

قالب ہو تو وہ مجروح شمار کیا جائے گا۔ (الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۷۶)

امام ابراہیم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں عادل وہ ہے جس پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو۔ (الکفایہ ص ۷۵)

اہل عراق کہتے ہیں کہ اسلام کا اظہار کرنا اور فتنی ظاہر سے محفوظ رہنے کا نام عدالت ہے۔ (الکفایہ ص ۷۸)

علامہ ابن عبدالبر نے عادل کی بڑی وسیع تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ عالم جو علم کی طرف توجہ دینے میں معروف ہے وہ عادل ہے الا یہ کہ اس کا مجروح ہونا واضح ہو جائے۔ (فتح المغیث ۲/۲۵۱)

علامہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ عادل وہ شخص ہے، جس کے بارے میں جرح کا پتہ نہ ہو اس لیے کہ جرح تعدیل کے مخالف ہے، لہذا جو مجروح نہیں وہ عادل شمار کیا جائے گا، الا یہ کہ اس کا مجروح ہونا ظاہر ہو جائے۔ (کتاب النقاۃ ۱/۱۲)

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ جو نماز میں حاضر ہے، شراب نہ پئے، دین میں خرابی نہ ہو، جھوٹ نہ بولا ہو اور عقل صحیح ہو تو وہ عادل ہے۔ (الکفایہ ص ۷۵)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ العدل فی کل زمان ومکان وکل قوم بحسبہ عدالت ہر زمانہ ہر جگہ اور ہر قوم میں ان کے مناسب حال ہوتی ہے۔ (جرح و تعدیل ص ۱۷۲، بحوالہ توجیہ المنظر ص ۲۹)

البتہ عدالت کے لیے کچھ ایسی شرطیں ہیں جن پر تقریباً سب کا اتفاق ہے اور سارے لوگوں کی تعریف کا محور بھی وہی شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اسلام

یعنی راوی حدیث کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ کافر کی خبر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فعیہوا اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے

کرائے تو تم اس کی تحقیق کرو۔

جب فاسق کی خبر کے لیے یہ حکم ہے تو کافر کی روایت بدرجہ اولیٰ غیر مقبول ہوگی۔ کافر کی روایت قبول نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے، اگرچہ وہ اپنے اہل مذہب کے درمیان ظہیر متہم اور فیک تصور کیا جاتا ہو، علامہ حازی فرماتے ہیں کہ اہل شرک کی روایت مردود ہوئی ہے جس پر کتاب و سنت و اجماع سے دلیل موجود ہے۔ (شروط الاثمة الخمسة)

اسلام کی شرط صرف روایت کی ادا کے لیے ہے اور عمل کے لیے اسلام شرط نہیں ہے، اس لیے کہ اگر کوئی شخص روایت حالت کفر میں سنا ہے اور حالت ایمان میں ادا کرتا ہے (یعنی دوسرے تک پہنچاتا ہے) تو وہ مقبول ہے، بہت سے صحابہ نے اس طرح کی روایتیں جن کو انھوں نے حالت کفر میں سنا تھا اور ایمان قبول کرنے کے بعد بیان کیا ان احادیث کو محدثین نے قبول کیا ہے جیسے جبیر بن مطعم کی روایت سمعت النبی ﷺ قرأ فی المغرب بالطور اور بعض روایتوں میں اس طرح الفاظ ہے وذلک اول ما وقر الانحان فی قلبی (بخاری شریف ابواب صفة الصلوة باب لجہر فی المغرب رقم ۳۱۷۷)

یہ حدیث حضرت جبیر نے حالت کفر میں سنی اور اسلام لانے کے بعد لوگوں کے سامنے بیان کی۔ محدثین نے اس حدیث کو قبول کیا ہے، معلوم ہوا کہ اسلام کی شرط صرف ادا کے لیے ہے، عمل حدیث کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔

(۲) بلوغت

راوی کی عدالت کے لیے محدثین نے بالغ ہونا شرط قرار دیا ہے جس پر سب کا اجماع ہے، اس لیے کہ نابالغ بچہ غیر مکلف ہوتا ہے اور نابالغ کی بنا پر کچھ بھی کہہ سکتا ہے حتیٰ کہ جھوٹ بولنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، البتہ اگر کوئی بچہ ایسا ہے جو میز ہو اور خیر و شر کے درمیان فرق کرتا ہو تو بلوغت سے قبل سنی ہوئی روایت بلوغت کے بعد روایت کرنے پر قابل قبول ہوگی جیسا کہ صفار صحابہ مثلاً ابن عباس، حضرت حسین اور حضرت حسنؓ کی روایات کو امت نے قبول کیا ہے۔

مثلاً محمود بن ریح کی روایت انہ عقل مجتمعا النبی ﷺ من دلو فی بیتہ۔ صحیح بخاری میں موجود ہے، یہ بلوغت سے پہلے کی روایت ہے جسے انھوں نے بلوغت کے بعد بیان کیا۔

(۳) عقل

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ہر خیر و شر کا دار و مدار عقل پر ہوتا ہے، اگر آدمی کی عقل صحیح نہ ہو تو اس کی کوئی چیز درست نہیں ہوتی اسی لیے مجنون کے کسی قول کا اعتبار نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے روایت کے حمل دادا دونوں کے لیے حائل ہونا شرط ہے۔

(۴، ۵) اسباب فسق اور خوارم مروت سے محفوظ رہنا

فسق کا مطلب تو یہ ہے کہ آدمی گناہ گبیرہ کا مرتکب ہو یا صغیرہ گناہ پر مصر ہو اور مروت کمال انسانیت کو کہا جاتا ہے اس کی اجمالی تعریف یہ ہے کہ آدمی ہر اس چیز سے پرہیز کرے جو عرف عام میں مذموم سمجھی جاتی ہو۔

راوی کے عادل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ فسق کے اسباب سے محفوظ رہے اور مروت کو ختم کر دینے والے امور سے بھی اجتناب کرے۔

مذکورہ بالا باتوں سے معلوم ہوا کہ عادل ہر وہ شخص شمار ہوگا جو مسلمان، عاقل، بالغ ہو اور اسباب فسق اور مروت کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے محفوظ ہو۔ (مقدمہ ابن صلاح)

راوی کی عدالت کے ثبوت کا طریقہ

راوی کی عدالت دو طرح سے ثابت ہوتی ہے۔ ۱) شہرت ۲) تحصیل ائمہ

(۱) شہرت کا مطلب یہ ہے کہ راوی فی نفسہ تقویٰ و پرہیزگاری، صداقت و امانت، علم و فہم میں معروف و مشہور ہو اور لوگوں کی زبان پر اس کی تعریف ہو جیسے بڑے بڑے ائمہ قرن امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری وغیرہ۔ ثبوت عدالت کا یہ طریقہ سب سے قوی ہے، اس لیے کہ اس طریقہ

سے راوی کے سلسلے میں بالکل اطمینان ہوتا ہے، جو ایک یا دو آدمیوں کی تعدیل کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوتا ہے۔ (فتح المغیث ۲/۲۵۰)

(۲) تعدیل ائمہ کے سلسلہ میں بعض اہل علم نے تین اور بعض نے دو اماموں کی قید لگائی ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ ایک امام کی تعدیل سے بھی عدالت ثابت ہو جائے گی اور جب ایک امام کی تعدیل سے عدالت ثابت ہو جائے گی تو دو یا تین یا اس سے زائد ائمہ کی تعدیل سے بدرجہ اولیٰ عدالت ثابت ہو جائے گی۔

تعدیل مبہم

اگر کسی شخص نے راوی کی تعدیل کی ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا بلکہ اس طرح کہ حدیثی ثقہ اور تعین نہ ہو سکے کہ اس ثقہ سے کون مراد ہے تو کیا ایسے راوی کو عادل و ثقہ تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ایسے راوی کو عادل تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

(۲) ایسے راوی کو عادل تسلیم کیا جائے گا۔

(۳) ایسے راوی کو عادل اس وقت مانا جائے گا جب کہ کسی عالم مجتہد کی طرف سے توثیق صادر ہوئی ہو۔

(۴) ایسے راوی کو عادل سمجھا جائے گا جبکہ کسی ایسے آدمی کی طرف سے یہ تعدیل مبہم صادر ہوئی ہو جس کے جانب سے تصریح موجود ہو کہ میں جس شخص سے اس لفظ سے روایت کرتا ہوں وہ ثقہ ہی ہوتا ہے۔

(جرح و تعدیل ص ۱۷۰)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ قائل کے نزدیک تو ثقہ ہو سکتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کے نزدیک ثقہ نہ ہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ اگر وہ نام ذکر کرتا تو عدم کفایت کا پتہ چل جاتا۔ اس طرح نام ترک کر دینے سے سامع کو شک و شبہ ہو سکتا ہے آخر نام ترک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ (مقدمہ ابن صلاح) جیسے امام شافعی نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سے روایت کی ہے اور ان کے بارے میں حدیثی الثقہ کا صیغہ استعمال کیا حالانکہ وہ باتفاق محدثین ضعیف ہیں (ہو سکتا امام شافعی کے یہاں

ثقفہ) اسی طرح امام مالکؒ نے عبدالکریم بن ابی الحارث سے حدیثی الثقة کہہ کر روایت کی حالانکہ وہ ضعیف ہیں، (ہو سکتا ہے امام مالکؒ کے نزدیک ثقفہ ہو)

دوسری بات یہ ہے کہ اس ثقفہ کی تعین کسی بے حد مشکل ہوتی ہے اور کبھی مختلف فیہ ہوتی ہے، اور جب راوی کی تعین ہی نہ ہو تو دوسروں کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے، اس کی بھی تعین نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کی عدالت کا پتہ لگ سکتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے بارے میں قطعی فیصلہ ناممکن ہے۔ مثلاً جب امام مالکؒ حدیثی الثقة عن عمرو بن شعوب کی سند سے روایت کرتے ہیں تو اس ثقفہ سے کون مراد ہے اس کی تعین میں لوگوں کا اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عبداللہ بن وہب ہیں۔ اور دوسرے کہتے ہیں کہ اس سے مراد امام زہری ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن لہیعہ ہیں۔

اسی طرح جب امام شافعیؒ حدیثی الثقة کہتے ہیں تو ہر جگہ اس سے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمیؒ ہی مراد نہیں ہوتے ہیں بلکہ نہ کوہ سند کے اعتبار سے اس کی تعین ہوتی ہے۔

مثلاً اگر وہ حدیثی الثقة عن ابن ابی ذئب کہتے ہیں تو ثقفہ سے مراد ابن ابی فدیک ہوتے ہیں،

اور اگر عن الثقة عن لہث کہتے ہیں تو اس سے مراد یحییٰ بن حسان مراد ہوتے ہیں،

اور اگر عن الثقة عن الولید بن کثیر کہتے ہیں تو اس سے ابواسامہ مراد ہوتے ہیں

اور اگر عن الثقة عن اوزاعی کہتے ہیں تو اس سے عمرو بن ابی سلمہ مراد ہوتے ہیں

اور اگر حدیثی الثقة عن صالح مولیٰ التمیمہ کہتے ہیں تو ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ مراد ہوتے ہیں۔

اور اگر عن ثقفہ کے بعد کسی عراقی راوی کو ذکر کرتے تو امام احمد بن حنبلؒ مراد ہوتے ہیں۔

(فتح المغنیف ۲/۳۶)

ابن صلاح فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ جو راوی حدیثی الثقة کہے اور راوی کا نام نہ لے تو

اس سے راوی کی ثقاہت ثابت نہیں ہوگی۔ (مقدمہ ابن صلاح)

اگر کسی شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی عادت صرف ثقہ سے روایت کرنے کی ہے پھر وہ کسی سے روایت کرتا ہے تو یہ شخص ان کے یہاں ثقہ تصور کیا جائے گا مافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ من عرف من حالہ الہ لا یروی الا عن ثقہ کمالک وشعبۃ وغیرہما الہ اذا روی عن رجل وصف بکونہ ثقہ عندہ (لسان المیزان ۱/۲۱۰)

لیکن محققین کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اظہیہ ہے، اس لیے کہ جن اہل علم کا نام اس تعلق سے دیا جاتا ہے ان کی روایتیں ضعفا سے بھی پائی گئی ہیں۔ مثلاً امام مالکؒ نے عاصم بن عہید اللہ، عمرو بن ابی عمر، شریک بن ابی حمیر اور عبد اللہ بن ابی الخارق سے روایت کی ہے جبکہ یہ سب ضعیف ہیں، ایسے ہی عطار خراسانی اور داؤد بن حسین مدنی پر بھی کلام کیا گیا ہے، جن سے امام مالکؒ نے احادیث کی روایت کی ہے۔ (جرح و تعدیل ۱۷۲)

اسی طرح امام شعبہؒ نے جابر جعفی، ابراہیم ہجری، محمد بن عبد اللہ عزمی وغیرہ سے روایت کی ہے جو ضعیف ہیں اور بظاہر ایسا کوئی نہیں جن کے مشائخ میں کوئی نہ کوئی ضعیف نہ ہو خاص طور سے اس زمانہ میں جب کہ ضعفا کی تعداد زیادہ پائی جاتی تھی، جہاں تک قرن اول کی بات ہے (جیسے حضرت سعید بن المسیب وغیرہ) تو اس زمانہ میں راویان حدیث میں ضعفا پائے ہی نہیں جاتے تھے۔

خود امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ لو لم احدثکم الا عن الثقات لم احدثکم الا عن نفر یمیر (الکفاۃ) اگر میں صرف ثقات سے ہی روایت کرتا تو میرے مشائخ کی تعداد بہت کم ہوتی۔

اسی طرح ابن قحطان کا فرمان ہے کہ ان لم اروا الا عن ارضی، مارویت الا عن خمسة او نحو ذلک (شرح حلی الترمذی) اگر میں صرف قابل پسند لوگوں سے ہی روایت کرتا تو میرے مشائخ کی تعداد پانچ یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی۔

ثقہ کی روایت نام کی صراحت کے ساتھ

کوئی ثقہ آدمی اگر کسی شخص سے نام کی صراحت کے ساتھ روایت کرتا ہے تو یہ اس کی توثیق کی

دلیل نہیں، اکثر اہل علم کا یہی خیال ہے اس لیے کہ یہ ممکن ہے کہ عادل و ثقہ، غیر ثقہ اور غیر عادل سے روایت کرے، لہذا مجرد روایت کرنا تعدیل کے لیے کافی نہ ہوگا۔ (الکفایہ ص ۸۴) الا یہ کہ اس عادل کے بارے میں معلوم ہو جائے وہ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتا ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مجرد روایت کرنا تعدیل ہے یہ اس لیے ہے کہ اگر وہ کوئی عیب جانتا تو ضرور بیان کرتا۔

لیکن مشتر اہل علم نے اس قول کو رد کر دیا ہے، اس لیے کہ کوئی ضروری نہیں کہ روایت کرنے والے کو اس کے بارے میں جرح یا تعدیل معلوم ہو اور اگر معلوم ہو تو کوئی ضروری نہیں کہ وہ اسے ذکر بھی کرے۔ (الکفایہ ص ۸۷)

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہر وہ شخص جس سے میں نام کی صراحت کے ساتھ روایت کرتا ہوں وہ ثقہ ہوتا ہے تو اس شخص کی جانب سے یہ اس کی تعدیل بھی جائے گی، جیسے عبدالرحمن بن مہدی کا طریقہ تھا اور اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں جس سے روایت کرتا ہوں وہ ثقہ ہوتا ہے اگرچہ نام نہ لوں تو اس شخص کے نزدیک وہ راوی ثقہ سمجھا جائے گا، لیکن یہ جزکیہ و تعدیل کو عموم پر معمول نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ ممکن ہے کہ اگر وہ اس کا نام ذکر کرتا تو اس کے کہے ہوئے قول کے خلاف کوئی دوسرا حکم معلوم ہوتا۔ (الکفایہ فی علم الروایہ ص ۸۷)

عدالت سے متعلق کلام یہاں مکمل ہوا اب دوسری شرط ضبط سے متعلق کچھ باتیں ذکر کی جاتی ہے۔

ضبط کے لغوی معنی

”ضبط“ یہ ضبط بضبط کا مصدر ہے، جو باب کرم اور باب سج دونوں سے آتا ہے، باب سج سے مشہور ہے، ضبط کے معنی کسی چیز کو لازم پکڑنا اور مضبوطی سے روک لینا *لینا بضبط الشیء* کا مطلب ہے الحفظ بالجزم بہت مضبوطی سے یاد کرنا *الرجل الضابط* کے معنی حازم۔

اصطلاحی تعریف

راوی کا روایت کردہ احادیث کو بہت مضبوطی سے یاد رکھنا

شرعی دلیل

ضبط کی شرعی دلیل اللہ کے رسول ﷺ فرماں ہے **نضر اللہ امرأ سمع مقالتي فحفظها ووعاها واداعا** کما سمع اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے اچھی طرح یاد کیا اور محفوظ کر لیا اور جیسے سنا تھا ہو بہو دوسروں تک پہنچا دے۔

اس روایت میں حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں دونوں کے لیے حفظ (ضبط) کو شرط قرار دیا ہے حفظہا ووعاها واداعا کما سمع اس پر نص ہے پھر یہ ضبط کرنا حام ہے چاہے دل و دماغ سے یا کتابت و تحریر کے ذریعہ ہو۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں

(۱) ضبط صدر

راوی اپنی پڑھی ہوئی یا سنی ہوئی حدیث کو اس طرح یاد رکھے کہ جب چاہے اور جہاں چاہے اسے بیان کرنے پر قادر ہو۔

(۲) ضبط کتاب

راوی اپنی تحریر کردہ احادیث کو وقت ادا تک ہر طرح کے خرد برد سے محفوظ رکھے اور جب چاہے اس کے حاضر کرنے پر قادر ہو۔ (نزع النظر فی شرح منیۃ الفکر ص ۹۱، ۹۲)

شروط ضبط

روای کی روایت کردہ احادیث میں ضابطہ ہونے کے لیے مندرجہ شرطیں ضروری ہے۔

(۱) راوی پیدا مرغز، چاق و چوبند ہو اس میں کسی طرح کی غفلت نہ پائی جاتی ہو۔

(۲) اگر احادیث کو حفظ سے پڑھائے تو ان احادیث بہت اچھی طرح یاد رکھنے والا ہو۔

(۳) اگر احادیث کو کتاب سے روایت کرتا ہو تو کتاب کی اچھی طرح حفاظت کرنے والا ہو۔

(۴) اگر روایت بالمعنی کرتا ہے تو معنی و مفہوم کو سمجھتا ہو اور ترجمانی پر قادر ہو۔

یہاں تک کہ اس کی روایت پر نظر رکھنے والے اور اس کے حالات کی خبر و جستجو کرنے والے کو

پیامینان ہو جائے کہ اس نے اپنا حق ادا کر دیا۔ (الباعث الحشیش ص ۸۷، ۸۸)

اسی بنیاد پر اسے ضابطہ کہا جائے گا۔ اب ضابطہ کی تعریف اس طرح ہوگی۔ ”ضابطہ ہر اس راوی کو

کہتے ہیں جو پیدا مرغز، اپنی روایتوں کو اچھی طرح محفوظ رکھنے والا اور روایت بالمعنی کرتے وقت معنی

و مفہوم کو سمجھنے والا ہو۔“

شرط ضبط سے خارج ہونے والے افراد

ضبط کے ان مذکورہ بالا شرائط کی وجہ سے مندرجہ ذیل راوی ضبط کے دائرہ سے خارج

ہو جائے گا۔

(۱) منغل : جس پر اس طرح سستی غالب ہو کہ اپنی مرویات میں غلط اور صحیح کی تمیز نہ کر سکے۔

(۲) بہت زیادہ غلطی کرنے والا ہو کہ اس کی غلطیاں اس کی درست باتوں سے زیادہ ہوں۔

(۳) غراب حافظہ والا جس کی غلطیاں زیادہ تھیں لیکن غلطیاں اور درست باتیں برابر ہوں۔

(۴) جس سے بکثرت وہم سرزد ہو غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط کر دے مثلاً مرسل کو متصل، مرفوع کو موقوف یا

اس کے برعکس کر دے۔

(۵) اولیٰ یا ثقات کی بکثرت مخالفت کرنے والا

(۶) متقابل جو اپنی روایت کو یاد رکھنے، تحریر و تصحیح کرنے اور کتاب کو محفوظ رکھنے میں متقابل برتنا ہو۔

(۷) جو اپنی مرویات کے معنی و مفہوم کو نہ جانتا ہو اور ترجمہ کرنے پر قادر نہ ہو۔

ضبط پہچاننے کا طریقہ

راوی کا ضبط نقد راویوں کی روایت سے مقابلہ کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے، اگر اس کی روایت عموماً ان کی روایت کے مطابق ہو تو اسے ضابطہ سمجھا جائے گا، معمولی مخالفت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور اگر عموماً یعنی اکثر مخالفت ہو تو اس کی روایت مردود ہو جائے گی۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۵۹)

امتحان کے ذریعے بھی راوی کا ضبط معلوم کیا جاسکتا ہے جیسا کہ امام بخاری کے ساتھ بغداد والوں نے کیا تھا۔ (تاریخ بغداد)

روایت کے صحیح ہونے کی شرط

جب راوی مذکورہ صفات کے اعتبار سے عادل و ضابط ہو تو اس کو ثقہ کہا جاتا ہے لیکن روایت کی صحت کے لیے صرف ثقہ ہونا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرطیں بھی ضروری ہے۔

- (۱) راوی تدلیس سے کام نہ لیتا ہو
 - (۲) بہت زیادہ ارسال نہ کرتا ہو
 - (۳) ضعف او مجاہل سے بکثرت روایت نہ کرتا ہو
 - (۴) صحیفہ سے روایت نہ کرتا ہو۔ (صحیفہ سے روایت کرنے کا مطلب ما قبل میں بیان کیا جا چکا ہے)
- اس لیے کہ اس طرح کرنے سے راوی شک و شبہ کے دائرے میں آجاتا ہے اور اس کی روایت پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے اور بہت سی مرتبہ اس کی روایت مردود ہو جاتی ہے۔

تہم بعون اللہ

اهم مصادر و مراجع

- ۱ تخريج الحديث نشأته ومنهجيته دكتور ابو الليث خير آبادي
- ۲ دراسات في الجرح والتعديل دكتور محمد ضياء الرحمن اعظمي
- ۳ مقدمه ابن الصلاح ابن الصلاح (م: ۶۳۳)
- ۴ الحطه في ذكر صحاح الستة سيد صديق حسن خان قنوجي (م: ۱۳۰۷)
- ۵ صحيح البخاري ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بخاري (م: ۲۵۶)
- ۶ صحيح المسلم صحيح المسلم ابو الحسن مسلم بن الحجاج (م: ۲۶۱)
- ۷ جامع ترمذي جامع ترمذي محمد بن عيسى ترمذي (م: ۲۷۹)
- ۸ الرفع والتكميل في الجرح والتعديل عبد الحى كنعوني (م: ۱۳۰۴)
- ۹ المجروحين ابن حبان (م: ۳۵۴)
- ۱۰ جامع الاصول ابن اثير جزري (م: ۶۰۶)
- ۱۱ جرح وتعديل اردو ذاكتر اقبال بسكوهرى
- ۱۲ الكامل في ضعفاء الرجال ابن عدي (م: ۳۶۵)
- ۱۳ اسباب اختلاف الحديث محمد احسانى
- ۱۴ تهذيب التهذيب حافظ ابن حجر عسقلاني (م: ۸۵۲)
- ۱۵ التاريخ الكبير ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بخاري (م: ۲۵۶)
- ۱۶ ميزان الاعتدال حافظ شمس الدين ذهبى (م: ۷۴۸)
- ۱۷ تيسر الراوى جلال الدين سيوطي (م: ۹۱۱)
- ۱۸ قواعد التحديث محمد جمال الدين قاسمى (م: ۱۳۳۴)
- ۱۹ توضيح الافكار محمد بن اسماعيل امير منقاني (م: ۱۱۸۳)

۲۰	ذکر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل حافظ شمس الدين ذبيحی (م: ۷۴۸)
۲۱	المتكلمون في الرجال حافظ سخاوی (م: ۹۰۲)
۲۲	الكفاية في علم الرواية خطيب بغدادی (م: ۳۶۳)
۲۳	فتح المغيث حافظ سخاوی (م: ۹۰۳)
۲۴	ضوابط الجرح والتعديل عبدالعزيز بن محمد بن ابراهيم (م: ۱۳۲۴)
۲۵	قاعدة في الجرح والتعديل تاج الدين عبد الوهاب السبکی (م: ۷۷۷)
۲۶	هدى السارى مقدمه فتح الباری حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)
۲۷	الفتاات الذين ضعفوا في بعض شيوخهم صالح بن حامد الرضاوی
۲۸	نزهة النظر شرح نخبة الفكر حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)
۲۹	كشف المغيث شرح مقدمه شيخ عبد الحق مفتي شعیب اللہ خان صاحب
۳۰	معجم الفاظ الجرح والتعديل سيد عبد الماجد الثوري
۳۱	الجرح والتعديل ابن أبي حاتم رازی (م: ۳۲۷)
۳۲	التقييد والابضاح عبد الرزيم عراقی (م: ۸۰۶)
۳۳	حديث اور فہم حديث مفتي عبد اللہ صاحب معروفي
۳۴	فن اسماء الرجال ڈاکٹر تقی الدین مدوی
۳۵	الجرح والتعديل ابولہاء حسین
۳۶	الجرح والتعديل شیخ ابراہیم بن عبد اللہ اللام
۳۷	تهذيب الكمال حافظ مزی یوسف بن عبد الرحمن (م: ۷۴۲)
۳۸	تیسر در اسۃ الاسانید عمرو عبد المنعم سلیم
۳۹	تیسر علوم الحديث عمرو عبد المنعم سلیم
۴۰	الطبقات الكبرى محمد بن سعد (م: ۲۳۰)

۴۱	الجرح والتعديل	ابن ابی حاتم رازی (م: ۳۲۷)
۴۲	الضعفاء الکبیر	حافظ ابو جعفر عقیلی (م: ۳۲۲)
۴۳	الکامل فی ضعفاء الرجال	ابن عدی (م: ۳۶۵)
۴۴	معرفة الثقات	حافظ علی (م: ۲۶۱)
۴۵	کتاب الثقات	علامہ ابن حبان (م: ۳۵۴)
۴۶	الکاشف فی معرفة من له رواية فی الكتب الستة حافظ ذہبی (م: ۷۴۸)	
۴۷	ذیل الکاشف	ابوزرہ عرائی (م: ۸۲۶)
۴۸	تهذيب التهذيب	حافظ ابن حجر (م: ۸۵۲)
۴۹	تقريب التهذيب	حافظ ابن حجر (م: ۸۵۲)
۵۰	التذكرة برجال المشرة	ابن حمزة حسینی (م: ۷۶۵)
۵۱	تعجيل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة	ابن حجر (م: ۸۵۲)
۵۲	معانی الاختیار فی رجال معانی الآثار	ہدایت الدین عینی (م: ۸۵۵)
۵۳	كشف الستار عن رجال معانی الآثار	ابو التراب رشید اللہ سندھی (م:)
۵۴	تراجم الاحبار عن شرح معانی الآثار	محمد یوسف مظاہری سہارنپوری (م: ۱۴۰۷)
۵۵	میزان الاعتدال	حافظ عبداللہ ذہبی (م: ۷۴۸)
۵۶	لسان المیزان	حافظ ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲)
۵۷	اصول التخریج ودراسة الاسانید	دکتر محمود طحان
۵۸	تحریر قواعد الجرح والتعديل	عمر عبدالمنعم سلیم
۵۹	ہم علم حدیث کیسے پڑھیں؟	محمد ادریس گونیا گودھروی (مؤلف کتاب)
۶۰	تحفۃ القمر	مولانا شاہد قاسمی صاحب

مروية القاطن الصديق وحكمها بحسب اصطلاح الناصي العام

المروية	ابن الناصي	ما زاد من الصلاح	المروية	الناصر	زيادة الناصي على القاصي	المروية	المستعوى	احكام هذه المروية
1	ثقة متقن ثبت	ثقة جعفر وكذا الاقوال في الصديق حافظ ضابط	2	ثقة ثقة متقن به ثقة ثقة	ثقة ثبت	3	ثقة ثبت ثبت ثقة ثقة	حديثها صحيحها صحيح المروية الا رويها في درجة الصحيح وكل من رويها في من المروية التي قالها
						4	لا يقال من مثله	
			1	ثقة جعفر ثبت حافظ به ثقة متقن به ثقة ثقة	ثقة ثبت	3	ثقة ثبت ثبت ثقة ثقة	
1	ثقة متقن ثبت		2	ثقة ثقة		3	ثقة ثبت كذا في صحيحه متقن به كذا الاقوال لنقل حافظ ضابط	
2	صديق مثله الصديق به لا بأس به		3	صديق لا بأس به ليس به بأس	صديق به عمار	5	صديق لا بأس به ليس به بأس به ملون به عمار	حديثها صحيحها صحيح المروية في درجة الناصي
3	صالح الحديث						ثقة شيخ ثبت على في المروية الا غير	احاديث اسما صحيحها المروية مثل النظر لا في هذا الا في متحدة لثقة الناصي الا اجتماعه في تكرار ما يحكمها بالصحة بوالصديق على ما روي به في لما يحد في المروية من الاقوال بها وكذا ما يحد في المروية الحكم على اسما صحيح
3	صالح الحديث	روي عنه الناس وسط مقار به الحديث ما اعظم به بأسا	3	محملة الصديق جعفر الحديث شيخ وسط شيخ حسن الحديث صديق ان ضابط الله صالح الحديث صديق	الي الصديق ما هو ار جوا به لا بأس به ما اعظم به بأسا روي عنه مقار به الحديث	4	محملة الصديق روي عنه روي الناس عنه روي عنه الي الصديق ما هو شيخ وسط روي عنه	

سر آية الله العظمى آية الله العظمى آية الله العظمى

[illegible]

مراتب الرواقي "الطريق" والمراد منها والحكم عليها

المراتب	الفاظ المراتب	المراد من المراتب	الحكم على أساس المراتب
١	الصحة	من ثبت صحته لوترجمت	غنى عن الحكم عليه
٢	وثق الناس، ثقة ثقة، ثقة حافظ، وإثقالها	أئمة الجرح والتعديل ومن في مرتبتهم	صحيح لذاته من الدرجة الأولى، ويضعف ما واهم فيه
٣	ثقة متقن، ثبت، عدل، وإثقالها، (ومختلف في صحته)	من اتفق أئمة التقيد على توثيقه	صحيح لذاته من الدرجة الثانية، ويضعف ما واهم فيه
٤	صدوق، لا بأس به، ليس به بأس، (وصالح الحديث)	من وثقه الجمهور، وخالفهم البعض بجرح غير معتبر	صحيح لذاته من الدرجة الثالثة، ويضعف ما واهم فيه
٥	صدوق صحيح الحفظ، صدوق بهم، صدوق له إوهام، صدوق يعطى، صدوق تغير باخرق، ومن رمى بلوغ من البدعة كالتشيع أو القدر أو النصب، أو الأرجاء أو التجهيم مع بيان الداعية من غيره	من وثقه الجمهور، وخالفهم البعض بجرح له وجه معتبر	حسن لذاته من الدرجة الأولى إذا انفرد، ويرتقى إلى "صحيح لغيره" إذا اتبع، ويضعف ما تبين أنه خطأ أو وهم أو خالف الآخرين فيه
٦	مقبول (إذا اتبع) لين الحديث (إخالم بنهم)	قليل الحديث، ولم يثبت فيه ما يترك به حديثه	مقبول: حسن لذاته من الدرجة الثانية لين الحديث: حسن لذاته من الدرجة الثالثة
٧	مستور، مجهول الحال، (وحيث لا يعرف حاله)	من روى عنه أكثر من واحد ولم يوثق	إذا اتبع فحسن لغيره من الدرجة الأولى والا يوقف فيه
٨	ضعيف: (وضعيف الحفظ، ليس بالقوي، فيه ضعف)	فاقد الوثوق المعتبر، وأطلق فيه الضعف	ضعيف، ويرتقى إلى الحسن لغيره من الدرجة الثانية بعدد الطرق
٩	مجهول، أي مجهول العين - (ولا يعرف)	من لم يرو عنه غير واحد ولم يوثق	ضعيف، ويرتقى إلى الحسن لغيره من الدرجة الثالثة بعدد الطرق
١٠	متروك، متروك الحديث، وإمى الحديث، ساقط (منكر الحديث)	من لم يوثق البتة، وطعن به بقادح	ضعيف جداً، ولا يصلح للاعتبار
١١	متهم بالكذب	من ثبت كذبه في كلام الناس، لا في حديث الرسول ﷺ	متروك أو مطروح
١٢	كذاب، وضاع	من ثبت عليه الكذب في حديث الرسول ﷺ	موضوع